اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم علم الإنسان ما لم يعلم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:
زيدوا صنعة البناء ولو بمثل رأس الطير من طعام.

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

تذکرۂ خطاطین

۱۴۱۷

الرحمٰن — الرحيم — الملك — القدوس — السلام

تذکرہ خطاطین

١٤١٧

شفیق

تحقیق و تالیف

محمد راشد شیخ

ادارۂ علم و فن

© جملہ حقوق بہ حق محمد راشد شیخ محفوظ

اس کتاب کے کسی حصے کی کسی بھی شکل میں نقل حاصل کرنے سے قبل ناشر سے تحریری اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

نام کتاب : تذکرۂ خطاطین (بیسویں صدی کے بیس نامور خطاطوں کے حالات، کارنامے اور ان کی بہترین تخلیقات)

تحقیق و تالیف : محمد راشد شیخ

خطاطی سرورق : استاد شفیق الزماں خان (خطاط مسجد نبوی ﷺ)

مکمل لے آوٹ اور اندرونی سرخیاں : رشید شاہد

ناشر : ادارۂ علم و فن: B-108 الفلاح ہاؤسنگ پروجیکٹ، ملیرہالٹ، کراچی۔75210 پاکستان

کمپیوٹر کمپوزنگ : ادارۃ القرآن کراچی

سنہ اشاعت : ۱۹۹۸ء

طابع : فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی

تقسیم کنندہ : فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی

© 1998, All Rights Reserved

Title of the book : **TAZKIRA-E-KHATTATEEN**
(Life, achievements and masterpieces of 20 great calligraphers of 20th century).

Author : MUHAMMAD RASHID SHAIKH

Title calligraphy : USTAZ SHAFEEQ-UZ- ZAMAN KHAN
(calligrapher of Masjid-e-Nabvi S. A. S)

Layout and Page Making : RASHEED SHAHID

Publisher : **IDARA-E-ILM-O-FUN**
B-108, Al-Falah Housing Project Malir Halt,
Karachi - 75210, Pakistan.

Computerised Typesetting : IDARATUL QUR'AN, KARACHI - 5

Printer : FAZLEESONS (Pvt.) LIMITED, KARACHI.

Distributor : FAZLEE BOOK SUPER MARKET
Urdu Bazar, Karachi - 74200
Phone: 2629720 - 5
Fax: 92 - 21 - 2633887
E-mail: fazlee@cyber.net.pk

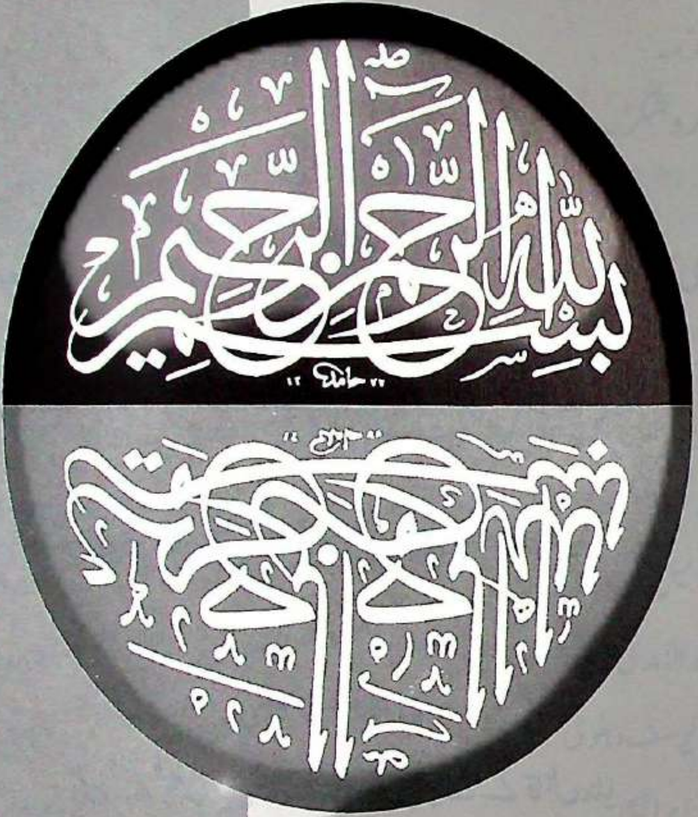
بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

میں اس کاوش کو

بصد

ادب واحترام

اپنے والدِ مرحوم

غلام علی شیخ (متوفیٰ ۵، جنوری ۱۹۸۴ء)

کے نام

مَعنون کرتا ہوں

جن کے فیضِ تربیت نے مجھے اس تالیف کے قابل بنایا

محمّد راشد شیخ

فہرست

7	مقدّمہ		
13	شکر و شکریہ		محمد راشد شیخ
15	سامی آفندی	ترکی	۱۸۳۸ء ۔ ۱۹۱۲ء
25	احمد کامل آفندی	ترکی	۱۸۶۱ء ۔ ۱۹۴۱ء
35	میرزا محمد حسین سیفی عمادالکتّاب	ایران	۱۸۶۶ء ۔ ۱۹۳۶ء
43	شیخ عبدالعزیز الرفاعی	ترکی	۱۸۷۱ء ۔ ۱۹۳۴ء
55	اسماعیل حقّی آفندی	ترکی	۱۸۷۳ء ۔ ۱۹۴۶ء
63	حامد الآمدی	ترکی	۱۸۹۱ء ۔ ۱۹۸۲ء
77	محمد یوسف دہلوی	پاکستان	۱۸۹۴ء ۔ ۱۹۷۷ء
91	سیّد ابراہیم	مصر	۱۸۹۷ء ۔ ۱۹۹۴ء
99	عبدالمجید پرویں رقم	پاکستان	۱۹۰۱ء ۔ ۱۹۴۶ء
113	کامل البابا	لبنان	۱۹۰۵ء ۔ ۱۹۹۱ء
121	ہاشم محمد بغدادی	عراق	۱۹۱۷ء ۔ ۱۹۷۳ء
131	محمد عبدالقادر عبداللہ	مصر	۱۹۱۷ء ۔ ۱۹۹۷ء
141	عبدالمجید دہلوی	پاکستان	۱۹۲۵ء ۔ ۱۹۹۴ء
153	حافظ محمد یوسف سدیدی	پاکستان	۱۹۲۷ء ۔ ۱۹۸۶ء
167	محمد خلیق ٹونکی	ہندوستان	۱۹۳۲ء ۔ ۱۹۹۴ء

179	سیّد نفیس الحسینی	پاکستان	ولادت ۱۹۳۳ء
195	حسن چلبی	ترکی	ولادت ۱۹۳۷ء
203	غلام حسین امیر خانی	ایران	ولادت ۱۹۳۹ء
211	شفیق الزّماں خاں	پاکستان	ولادت ۱۹۵۶ء
225	داوٗد بیکتاش	ترکی	ولادت ۱۹۶۳ء

231 شرح اصطلاحات فنِ خطّاطی

مآخذ و مصادر (اردو، عربی، فارسی، ترکی، انگریزی)

243 بنیادی مآخذ

248 ضمنی مآخذ

250 مزید مطالعے کے لیے

دیگر خطّاط و شخصیات (جن کے حالات حواشی میں درج ہیں)

17 مصطفیٰ راقم

37 مرزا محمد رضا کلہر

65 محمد نظیف بے

75 مصطفیٰ حلیم آفندی

76 شیخ حمد اللہ

79 منشی محمد الدّین

80 منشی عبد القدیر

80 ضیاء الدّین برنی

81 محترمہ فاطمۃ الکبریٰ

155 تاج الدّین زرّیں رقم

181 سیّد محمد اشرف علی سیّد القلم

181 حکیم سیّد نیک عالم

مُقدّمہ

فنِ خطاطی کو تمام اسلامی فنون میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الأكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الأِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ.[1]

(ترجمہ: پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا)۔ گویا قلم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اسے پروردگارِ عالم نے اشاعتِ علم کا ذریعہ اور واسطہ قرار دیا۔

اسلامی خطاطی کا آغاز رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد سے ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نزولِ وحی کے بعد کسی خوشخط صحابی کو یاد فرماتے اور آیاتِ قرآنی انہیں قلم بند کراتے۔ اس طرح کم و بیش چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کاتبانِ وحی ہونے کا شرف حاصل ہوا[2]۔ بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت قریش میں خطِ قیرا موز رائج تھا، اس لیے مکی دور کی سورتوں کی کتابت اسی خط میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں خط حیری لکھا جاتا تھا، چنانچہ ہجرت کے بعد کتابت خط حیری میں ہونے لگی[3]۔ آغاز میں عربی خط سپاٹ اور کھردرا تھا۔ کلام الٰہی سے مسلمانوں کی غیر معمولی محبت نے انہیں ترغیب دی کہ خط کو حسین سے حسین تر بنائیں، اس طرح تحسین خط کی ابتدا ہوئی۔

دورِ نبوی ﷺ سے لے کر موجودہ عہد تک فنِ خطاطی مسلسل ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ اس دوران کئی نئے خطوط ایجاد ہوئے، پرانے خطوط متروک ہوئے، ہر عہد میں خطاطوں نے اپنے خامہ ہائے گوہر رقم سے اس فن کی ترقی اور ترویج کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور اپنے فن کے لازوال نقوش قرطاسِ عالم پر رقم کر گئے۔ دنیا کی کسی قوم نے اپنے خط کے بارے میں اتنا اہتمام نہیں کیا، جتنا مسلمانوں نے اور نہ ہی کسی قوم نے اپنے خط میں آرائش و جمال کے اتنے پہلو اجاگر کیے جتنے مسلمانوں نے کیے۔

(۱) قرآن مجید، سورۂ علَق، آیت ۳ تا ۵.

(۲) نفیس رقم، سیّد انور حسین: "خطاطانِ قرآن، عہد نبوی ﷺ سے خلافتِ عباسیہ تک"، ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور، قرآن نمبر، جلد ۱۴ شمارہ ۴، اپریل ۱۹۷۰ء، ص ۱۰۱-۴۰۔

(۳) نفیس رقم، سیّد انور حسین: "خطاطانِ قرآن، عہد نبوی ﷺ سے خلافتِ عباسیہ تک"، ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور، قرآن نمبر، جلد ۱۴ شمارہ ۴، اپریل ۱۹۷۰ء، ص ۱۰۱-۴۰۔

عہدِ بنی امیہ اور بنی عباس میں فنِ خطاطی نے بے حد ترقی کی۔ دائرۂ اسلام میں نئی اقوام کی شرکت کے ساتھ ساتھ یہ فن بھی ترقی کی منازل طے کرتا گیا۔ ترکوں کے قبولِ اسلام کے ساتھ ہی فنِ خطاطی پر ترکوں کی خصوصی توجہ کا آغاز ہوا۔ سلطان محمد فاتح کی فتحِ استنبول ۱۴۵۳ء کے بعد اس فن نے ترکی میں بے حد ترقی کی اور عالمِ اسلام میں استنبول فنِ خطاطی کا سب سے بڑا مرکز بن گیا،[۴] یہاں تک کہا گیا کہ قرآن حجاز میں نازل ہوا، مصر میں پڑھا گیا (فنِ قرأت کی طرف اشارہ ہے) اور استنبول میں کتابت کیا گیا۔ سلطنتِ عثمانیہ کے عہد میں فنِ خطاطی کی خوب خوب سرپرستی کی گئی۔ ترک سلاطین نہ صرف خطاطوں کی سرپرستی کرتے، بلکہ بڑی محنت سے خود بھی اس فن کی تحصیل کرتے[۵]۔ فنِ خطاطی میں کوئی دوسری قوم ترکوں سے زیادہ معیاری اور ان سے زیادہ مقدار میں کام پیش نہ کر سکی۔ عجیب بات ہے کہ اس صدی میں بعض عرب ممالک میں بھی فنِ خطاطی کی ترویج ترک اساتذۂ خطاطی کے ہاتھوں ہوئی[۶]۔ ۱۹۲۸ء میں ترکی زبان کا رسم الخط عربی سے بدل کر لاطینی کر دیا گیا۔ اس تبدیلی کا اثر فنِ خطاطی پر بھی پڑا۔ نامساعد حالات کی وجہ سے کئی اساتذۂ خطاطی دیگر اسلامی ممالک میں منتقل ہو گئے، جو رہ گئے وہ فنِ خطاطی چھوڑ کر دیگر کاموں میں مصروف ہو گئے، لیکن ترکوں میں اس فن سے محبت و عقیدت کی جڑیں اس قدر گہری تھیں کہ وقتی آندھیاں اس فن کو ختم نہ کر سکیں۔ استاد حامد الآمدی اور دیگر خطاطوں نے اس فن کی ترویج اور ترقی کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر دیں، چنانچہ ان ہی حضرات کی مسلسل محنت اور جذبۂ ایثار کے نتیجے میں آج ترکی میں نہ صرف اس فن کا احیا ہو چکا ہے، بلکہ نوجوان ترک خطاط انتہائی معیاری کام پیش کر رہے ہیں[۷]۔

ماضی قریب میں ہمارے ہاں پاک و ہند میں بھی فنِ خطاطی میں جو بلند معیار پیش کیا گیا ہے وہ کسی طرح بھی عالمی معیار سے کم نہیں۔ برصغیر میں بیسویں صدی میں فنِ خطاطی کے تین بڑے دبستان نظر آتے ہیں، یعنی لاہوری، دہلوی، اور لکھنوی۔ لکھنوی طرز کے سب سے بڑے استاد شمس الدین اعجاز رقم گزرے ہیں۔ دہلوی طرز کے امام محمد یوسف دہلوی (م ۱۹۷۷ء) تھے جن کی روش کو ان کے شاگردِ رشید عبدالمجید (م ۱۹۹۴ء) نے آگے بڑھایا۔ لاہوری طرز کے بانی اور موجد طرزِ جدید صوفی عبدالمجید پرویں رقم (م ۱۹۴۶ء) تھے۔ ان کی ایجاد کردہ روش کو قبولِ عام کا درجہ ملا۔ پرویں رقم کے انتقال کو پچاس سال ہو چکے ہیں، مگر اب تک کوئی خطاط ان کی ایجاد کردہ روش میں مزید خوبصورت اضافہ نہ کر سکا اور بعد میں آنے والے خطاطوں نے انہی کی تقلید کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد کے دور میں جن حضرات نے سب سے معیاری کام پیش کیا ان میں حافظ محمد یوسف سدیدی اور سید نفیس الحسینی مدظلہ شامل ہیں۔ ان حضرات نے نہ صرف خط نستعلیق کا اعلیٰ معیار پیش کیا، بلکہ معیاری عربی خطوط میں بھی مہارت کا ثبوت دیا۔

عہدِ جدید میں مغربی فنون کے زیرِ اثر اسلامی خطاطی میں بھی کئی نئے رجحانات داخل ہو چکے ہیں جو اس فن کی اصل روح اور بنیادی خصوصیات کے خلاف ہیں۔ ان رجحانات کی بنا پر یہ خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ کہیں یہ فن اپنی اصل روح اور خصوصیات کھو نہ بیٹھے۔ اس خطرے کو بروقت محسوس کرتے ہوئے عالمِ اسلام

---

(۴) سلطان محمد فاتح کے عہد کے خطاطوں کے بارے میں دیکھیے:
Fateh Devri Hattatlari ve Hat Sanati by Ekrem Hakki Ayverdi, Istanbul, 1953.

(۵) مثلاً سلطان سلیمانِ اعظم، سلطان محمد ثالث، سلطان مصطفیٰ خان ثانی، سلطان محمود خان ثانی، سلطان مراد خان ثالث، سلطان مراد خان رابع اور سلطان بایزید ثانی، فنِ خطاطی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب تاریخ الخط العربی وآدابه از محمد طاهر الکردی ص ۳۰۳ تا ۳۱۲.

(۶) مثلاً مصر میں شیخ عبد العزیز الرفاعی (۱۸۷۱ء۔۱۹۳۴ء) اور عراق میں ماجد الزھدی (۱۸۹۱ء۔۱۹۶۱ء) نے ان ممالک میں فنِ خطاطی کی ترویج و ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

(۷) اب تک منعقدہ تین عالمی مقابلہ ہائے خطاطی میں سب سے زیادہ معیاری کام نوجوان ترک خطاطوں نے پیش کیا اور وہی سب سے زیادہ انعامات کے حقدار قرار پائے۔ نوجوان ترک خطاطوں میں سے بعض کے حالاتِ زندگی اور فنی سفر کے بارے میں دیکھیے۔
"Young Turks of the Art of Calligraphy" by Ekmeleddin Ihsanoglu, Arts and the Islamic world. London Special Issue on Islamic Heritage, Volume 4, Number 3, Spring- Summer 1987, Page.76.

کے ماہرین و محققین نے فیصلہ کیا کہ ہر تین سال بعد عالمی مقابلہ ہائے خطّاطی کا انعقاد کیا جائے، تاکہ اس فن کی نہ صرف تمام خوبیاں برقرار رہیں اور نئی نسل میں اس کی ترویج ہو، بلکہ مختلف ممالک کے خطّاط ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ بھی اٹھا سکیں۔ اس فیصلے کے نتیجے میں استنبول میں واقع، اسلامی ورثہ کے تحفظ کے عالمی کمیشن (ICIPICH) کے تحت اب تک تین عالمی مقابلہ ہائے خطّاطی منعقد کرائے جا چکے ہیں[۸]۔ پہلا مقابلہ استاد حامد الآمدی کے نام پر ۱۹۸۶ء میں، دوسرا یاقوت **المستعصمی** کے نام پر ۱۹۸۹ء میں اور تیسرا ابن البوّاب کے نام پر ۱۹۹۲ء میں ہوا۔ ان مقابلوں میں یہ بات حیرت سے محسوس کی گئی کہ نہ صرف عالم اسلام کے خطّاطوں نے، بلکہ کئی غیر اسلامی ممالک بشمول امریکہ، ڈنمارک، فرانس، اٹلی، اسپین، جاپان اور چین کے مسلم اور غیر مسلم خطّاطوں نے نادر شہ پارے پیش کیے۔ اس سلسلے کے چوتھے عالمی مقابلے کا اعلان جنوری ۱۹۹۷ء میں ہو چکا ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ ہمارے ملک کے نامور خطّاط استاد شفیق الزماں خاں تیسرے عالمی مقابلے میں خط ثلث جلی میں دوسرے انعام کے حقدار قرار پائے۔ یوں تو ان مقابلوں میں تمام مروجہ خطوط میں مقابلے ہوتے ہیں مگر سب سے بڑے انعامات خط ثلث جلی لکھنے والوں ہی کے لیے مختص ہوتے ہیں۔ کمیشن کا پروگرام ہے کہ عالمی مقابلوں کے اس سلسلے کو جاری رکھا جائے[۹]۔

ہمارے عہد میں اسلامی خطّاطی کے نادر شہ پاروں پر مشتمل کتب خاصی تعداد میں طبع ہو چکی ہیں اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے، البتہ اردو زبان میں اس موضوع پر کام کی خاصی گنجائش موجود ہے۔ اردو میں، اس موضوع پر جو کتب شائع ہوئیں ان میں معیاری کتب کی تعداد اتنی بھی نہیں کہ انہیں انگلیوں پر گنا جا سکے۔ ماضی میں جو چند ایک کتب شائع ہوئیں ان کا طباعتی معیار پست ہے نیز ان میں کئی اغلاط بھی در آئی ہیں۔ اس موضوع پر، اردو زبان میں تحقیقی کتاب کی ضرورت، راقم عرصے سے محسوس کرتا تھا۔ دیگر یہ کہ ہمارے ہاں اب تک، عظیم خطّاطوں پر انفرادی نوعیت کا کام، جیسا کہ ایران، مصر، ترکی وغیرہ میں ہوا، نہ ہو سکا[۱۰]۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگائیے کہ حافظ محمد یوسف سدیدی کے انتقال کو دس سال، محمد یوسف دہلوی کے انتقال کو بیس سال اور عبد المجید پرویں رقم کے انتقال کو پچاس سال ہو چکے ہیں، مگر اب تک ان کے فن، حالات زندگی اور نوادر کے بارے میں مفصل تو کیا، مختصر کتاب بھی شائع نہ ہو سکی۔ ان کے بارے میں معلومات کا واحد ذریعہ چند اخبارات و رسائل ہیں۔ یہ وہ عظیم خطّاط ہیں کہ اگر کوشش کی جائے تو ان میں سے ہر ایک کے بارے میں کم از کم ایک ایک مفصل کتاب تیار کی جا سکتی ہے۔

عہدِ حاضر میں خطّاطی کے موضوع پر معیار طباعت کو مدنظر رکھتے ہوئے سب سے بہتر کام ترکی اور ایران میں ہوا ہے، ہمارے ہاں اردو زبان میں بھی چند ایک کتب شائع ہوئی ہیں، مگر وہ طباعت کے عالمی معیار سے بہت پیچھے ہیں۔ راقم، اردو زبان میں کسی ایسی کتاب کی ضرورت کئی برسوں سے محسوس کرتا تھا، جس میں نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے عظیم خطّاطوں کی نمائندگی ہو[۱۱] بلکہ اس صدی کے نامور خطّاطوں کے کام کا عمدہ انتخاب بھی شامل ہو، نیز خطّاطوں کے حالات زندگی بھی درج ہوں۔ اس کے علاوہ ایسی کتاب

(۸) خطّاطی کے عالمی مقابلوں کی تفصیلات کے لیے دیکھیے مذکورہ بالا شمارے کا مضمون:
"International Islamic Calligraphy Campetition" by Ekmeleddin Ihsanoglu, Page.74.

(۹) ان مقابلوں کی تفصیلات اور ان میں انعام یافتگان کی تخلیقات تین عدد خوبصورت کیٹلاگ (Catalogue) کی صورت میں طبع کی گئی ہیں جو عالمی کمیشن برائے تحفظ اسلامی ثقافتی ورثہ یا مختصراً ICIPICH کے مرکزی دفتر واقع استنبول سے قیمتاً دستیاب ہیں۔

(۱۰) مثلاً مصر میں محمد عبد القادر عبد اللہ، ایران میں مرزا محمد حسین سیفی قزوینی عماد الکتاب اور مرزا غلام رضا کلہر اور ترکی میں شیخ عبد العزیز الرفاعی، شیخ حمد اللہ وغیرہ کے بارے میں مفصل کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ان ممالک میں خطّاطوں کے تذکرے اور ان کے نوادر پر بھی کئی کتب شائع ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ عراقی محقق ناجی زین الدین اور مصری محقق و خطّاط فوزی سالم عفیفی کی کتب میں بھی خطّاطوں کے حالات اور ان کی فنی خوبیوں کے بارے میں خاصا مواد موجود ہے۔ ترکی میں انفرادی خطّاطوں پر پروفیسر سہیل انور اور مصطفیٰ اوغور درمان کا ان خطّاطوں کے حالاتِ زندگی کے بارے میں تحقیقی کام نہایت وقیع ہے۔

(۱۱) بیرونی ممالک میں فن خطّاطی پر لکھی گئی کسی معیاری کتاب میں برصغیر پاک و ہند کے معروف خطّاطوں کا کہیں ذکر نہیں، صرف بدائع الخط العربی از ناجی زین الدین میں منشی شمس الدین اعجاز رقم کی وصلیاں شامل ہیں اور وہ بھی ۱۹۱۳ء کی۔

جدید طباعت سے آراستہ ہو کیوں کہ خراب طباعت خطّاطی کے حسن کو دھندلا کر دیتی ہے۔ یہ کام طویل، محنت طلب اور کثیر سرمائے کے بغیر ممکن نہ تھا، لیکن راقم نے فیصلہ کیا کہ راہ میں حائل رکاوٹوں کی وجہ سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کہ جو کچھ ممکن ہو وہ کر گزرا جائے، چنانچہ تقریباً دس سال قبل ضروری مواد جمع کرنے کی ابتدا کی گئی۔ اس کام کی اہمیت یوں بھی محسوس ہوئی کہ ہمارے ہاں اکثر لوگ فن خطّاطی کو ایک قدیم اور متروک (Out of date) فن سمجھتے ہیں، جب کہ درحقیقت یہ فن نہ صرف یہ کہ اس وقت بھی پوری توانائی کے ساتھ زندہ ہے، بلکہ اس مشینی عہد میں بھی پوری دنیا میں خطّاط حضرات شب و روز اس فن کے نادر شہ پاروں کی تخلیق اور اس کی ترویج کے لیے مصروف ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فن خطّاطی اور فن کتابت کے باہمی فرق کو واضح کیا جائے۔ کئی حضرات کتابت اور خطّاطی کے درمیان امتیاز نہیں کرتے جبکہ کتابت اور خطّاطی بالکل علیحدہ علیحدہ فنون ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ کمپیوٹر کتابت کے آغاز کی وجہ سے، ہاتھ سے کتابت کا زمانہ قریب الختم ہے، مگر خطّاطی بطور فن نہ صرف زندہ ہے بلکہ ان شاء اللہ تا قیامت زندہ رہے گا۔ ہاتھ سے کتابت کر کے اخبارات، رسائل اور کتب شائع کرنے کا زمانہ بے شک گزر چکا ہے مگر جب تک انسان کا ذوقِ جمال زندہ ہے اور جب تک تحریر باقی ہے اور جب تک اللہ کا کلام موجود ہے، اسے خوب سے خوب تر لکھا جائے گا۔ تحریر کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت اور اصول کے مطابق لکھنا ہی خطّاطی ہے خواہ مقدار کم سے کم ہو جب کہ کتابت میں عموماً تحریر کی مقدار زیادہ سے زیادہ اور معیار کم ہوتا ہے۔

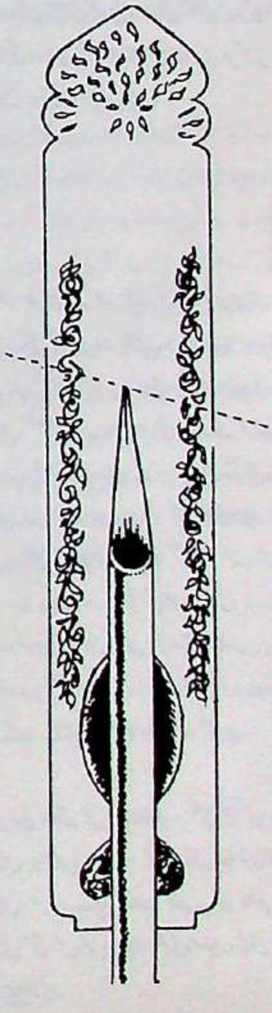

اس کتاب میں موجود خطّاطوں کا انتخاب راقم نے، کافی غور و خوض اور ان کے کام کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد کیا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ بعض حضرات اس کتاب میں، اپنی پسند کے خطّاطوں کو نہ پائیں لیکن ہمیں یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیے کہ انتخاب بہر حال انتخاب ہوتا ہے۔ دیگر یہ کہ محدود ضخامت کی کتاب میں تمام خطّاطوں کی شمولیت ناممکن ہے۔ ایسے حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ کتاب اس راہ میں پہلا قدم ہے۔ ان شاء اللہ اپنی آئندہ کتب میں غیر شامل شدہ خطّاطوں کے حالات اور ان کی تخلیقات پر بہترین مواد پیش کیا جائے گا۔ پیشِ نظر کاوش اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے، اگر حالات سازگار رہے تو جلد ہی اس سلسلہ کی دوسری اور مفصّل کتاب "اسلامی خطّاطی بیسویں صدی میں" (بہ صورت البم) شائع کر دی جائے گی، بعد ازاں پاک و ہند کے دو معروف دبستان ہائے خط، یعنی دبستانِ لاہور اور دبستانِ دہلی کے بارے میں ایک ایک جلد شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

اس کتاب میں خطّاطوں کی ترتیب سنہ پیدائش کے حساب سے رکھی گئی ہے۔ اس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ بعد والے خطّاط فنی حیثیت سے اپنے پیشروؤں سے کم تر ہیں۔ کتابیات اور مآخذ کے لیے پوری کوشش کی گئی ہے کہ بیسویں صدی کے عظیم خطّاطوں پر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ زیادہ سے زیادہ مواد سے قارئین کو آگاہ کیا جائے تاکہ اس موضوع پر، آئندہ کام کرنے والوں کو آسانی ہو۔ اب تک اردو زبان میں

فن خطاطی پر لکھی گئی کسی کتاب میں اتنا مواد یکجا نہیں ملتا۔ نوادر خطاطی کے سلسلے میں بھی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ نئے اور غیر مطبوعہ نوادر بھی پیش کیے جائیں اور قدیم و مطبوعہ نوادر کو بہترین صورت میں پیش کیا جائے۔ اس مقصد کی خاطر خطاطی کے کئی اصلی (Original) نوادر کے عکس حاصل کیے گئے۔ اس کتاب کی خاطر ایک اہم باب شرحِ اصطلاحات فنِ خطاطی پر بھی لکھا گیا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد اس کتاب میں وارد نامانوس اصطلاحات سے واقفیت اور فنِ خطاطی میں مروجہ دیگر اصطلاحات سے قارئین کو آگاہ کرنا ہے۔ شرحِ اصطلاحات کی خاطر اردو کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی اور ترکی مطبوعات سے مدد لی گئی ہے۔

یہ کتاب نامساعد حالات اور ناکافی سرمائے سے صرف اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس کی توفیق سے تیار ہو سکی ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں اردو کے علاوہ عربی، ترکی، فارسی اور انگریزی کتب و رسائل سے بھی مدد لی گئی ہے۔ راقم کی یہ پہلی کوشش ہے۔ اس میں دی گئی معلومات کی صحت کے لیے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ غلط اندراجات نہ ہوں، مگر انسان خطا کا پتلا ہے، بے عیب ذات صرف اور صرف خالقِ لوح و قلم کی ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کہیں سقم یا تشنگی محسوس کریں تو ضرور توجہ مبذول کرائیں، ہر مناسب مشورہ شکریے کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ ہماری آئندہ کتب کے لیے اہلِ علم، اگر معاون مواد فراہم کریں تو راقم ان کا ممنون ہو گا۔

پیش نظر کتاب طویل اور صبر آزما مراحل طے کرنے کے بعد اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ اگر اس کی اشاعت کے بعد کسی دل میں اسلامی فنون و ثقافت کی بقا اور ترویج کا جذبہ پیدا ہو گیا تو اس کی اشاعت کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

محمد راشد شیخ
الفلاح ہاؤسنگ پروجیکٹ، ملیر ہالٹ، کراچی

شُکر و شُکریہ

اس کتاب کی تیاری کے دوران جن حضرات نے راقم کی معاونت کی اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

محترمی استاد شفیق الزماں خاں نے میری درخواست پر کتاب کے سرورق کی خطاطی مدینہ منورہ سے مکمل کر کے بھیجی اور خطاطی کے نمونے بھی بھیجے۔ جناب عبدالرشید شاہد نے بڑی محنت اور سلیقے سے کتاب کا ٹائیٹل اور لے آؤٹ (Layout) تیار کیا اور اندرونی سرخیاں تحریر کیں۔ اس مرحلے پر آپ کے صاحبزادے جناب انجم رشید نے بھرپور معاونت کی۔ محترمی سید نفیس الحسینی مدظلہ نے میری درخواست پر کمپوز شدہ صفحات کا مطالعہ فرمایا اور قیمتی مشورے بھی عطا کیے۔ آپ نے اپنی خطاطی کے نادر اور غیر مطبوعہ نمونے بھی مرحمت فرمائے۔ ترکی عبارات کے تراجم ڈاکٹر محمد صابر صاحب (سابق صدر، شعبہ تاریخ اسلام، جامعہ کراچی) نے کیے۔ آپ نے ہر ہر مرحلے پر راقم کے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت کا برتاؤ کیا۔ بعض مشکل عربی عبارات کے تراجم کے لیے استاذی مولانا سیّد وصی مظہر ندوی نے معاونت کی۔ بعض فارسی عبارات کے تراجم پروفیسر لطیف اللہ صاحب نے کیے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام (سابق صدر، شعبۂ اردو، جامعہ سندھ) نے املا اور کتابیات کے بارے میں مفید مشورے دیے۔ جناب علاء الدین خالد نے اپنے چچا محمد یوسف دہلوی مرحوم کے بارے میں مفید معلومات سے آگاہ کیا اور ان کی خطاطی کے نمونوں کی نقل حاصل کرنے کی اجازت دی۔ دہلی سے، جناب محمد شاہد ٹونکی نے اپنے والد، محمد خلیق ٹونکی مرحوم کے مستند حالات زندگی اور خطاطی کے نمونے ارسال کیے۔ استنبول میں واقع "تحقیقی مرکز برائے تاریخ، فنون و ثقافتِ اسلامی (IRCICA) کی جانب سے وقتاً فوقتاً انتہائی مفید مواد بھیجا گیا۔ اس ادارے کے فعال اور متحرک سربراہ ڈاکٹر اکمل الدین احسان اوغلی اور لائبریرین ڈاکٹر خالد ارین کا تعاون ناقابل فراموش ہے۔ محترمی ڈاکٹر نثار احمد اسرار (مقیم انقرہ) نے ترک خطاطوں سے متعلق، وقتاً فوقتاً انتہائی اہم مطبوعات روانہ کیں جن سے کتاب کی تیاری میں بھرپور استفادہ کیا گیا۔ استنبول یونیورسٹی میں زبانِ اردو کے ترک استاد برادرم خلیل طوق اَر نے بھی بعض مطبوعات روانہ کی۔

جن حضرات نے نوادر خطاطی کی فراہمی میں معاونت کی ان میں سرپرست فن خطاطی ملک نواز احمد اعوان سرفہرست ہیں۔ آپ کی علمی صحبتوں سے راقم الحروف کی معلومات میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ ان کے علاوہ محترمہ میمونہ اختر، جناب مشفق خواجہ، جناب محمد عالم مختار حق، جناب خالد جاوید یوسفی، جناب احمد مدنی، جناب محمد اسماعیل السّلفی، جناب احمد علی شیخ اور مولانا کوکب نورانی شامل ہیں۔ جناب عبدالرؤف تلمیذ محمد یوسف دہلوی کی تکنیکی معاونت کتاب کی تیاری کے ہر مرحلے پر حاصل رہی۔ ملتان میں مقیم ڈاکٹر غلام صمدانی قریشی نے عبدالمجید پرویں رقم کے غیر مطبوعہ قطعات کی عکسی

نقول حاصل کرنے کی اجازت دی۔ یہ قطعات پرویں رقم نے ڈاکٹر صاحب کے والد، حکیم غلام محبوب سبحانی مرحوم کے لیے لکھے تھے۔ خطّاطوں کی تصاویر کی بہتر طباعت کے سلسلے میں جناب واجد محمود یاقوت رقم نے معاونت کی۔ آپ نے تصاویر کے مدہم نقوش واضح کیے اور اس طرح اپنی فنکارانہ چابک دستی کا ثبوت دیا۔ جناب شکیل اسماعیل نے رنگین نوادر خطّاطی کی Transparencies کی تیاری میں بھرپور معاونت کی۔ پروف ریڈنگ کے دقیق اور مشکل مرحلے میں محترم دوست جناب عبدالحمید نے بھرپور معاونت کی۔ اس کتاب کی خوبصورت کمپوزنگ "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی" کے جناب نعیم اشرف نور کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ آپ نے اس وقت موجود خط نستعلیق کے خوبصورت ترین پروگرام کے ذریعے کمپوزنگ کرائی نیز نسخ کے لیے بااعراب کمپوزنگ کرائی جس سے کتاب کے ظاہری حُسن میں بے حد اضافہ ہوا۔ اس سلسلے میں ادارہ کے کمپوزر جناب شعیب اللہ خان اور جناب امیر حمزہ نے صحتِ املا کا خیال رکھتے ہوئے بڑی مہارت سے کمپوزنگ کی۔

آخر میں دو محترم دوستوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی معاونت کے بغیر شاید یہ کام بطریقِ احسن تکمیل پذیر نہ ہوتا۔ محترم سعید احمد صاحب (مینیجنگ ڈائریکٹر سوغاتِ شیریں، حیدر آباد) نے کتاب کی تیاری کے ہر ہر مرحلے پر راقم کی حوصلہ افزائی کی، اس کی جلد اشاعت کے لیے مناسب مشورے دیے، اور اپنے ذاتی کتب خانے سے کئی نادر و نایاب مطبوعات فراہم کیں جن سے، کتاب کی تیاری میں بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب کتاب اشاعتی مرحلے میں داخل ہوئی تو اس کام کو ایک سعادت سمجھتے ہوئے، اسکے اخراجات میں بااصرار عملی طور پر حصہ لیا۔ فی الحقیقت سعید صاحب نے اس دورِ خود غرضی و مطلب پرستی میں "دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست" کی عملی مثال قائم کی ہے۔ اسی طرح جناب طارق رحمٰن صاحب (ڈائریکٹر، فضلی سنز) کا شکریہ ادا کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے فنِ خطّاطی سے تعلق اور اس موضوع پر معیاری کتب کی کمی محسوس کرتے ہوئے اس کتاب کو بہ رضا و رغبت شائع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اپنی شدید اور گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کر اسکی خوبصورت اور دیدہ زیب طباعت پر بھرپور توجہ دی، نوادر خطّاطی کو بہتر سے بہتر انداز سے طبع کرنے کے لیے مناسب مشورے دیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی خوبصورت طباعت کا سہرا طارق صاحب ہی کے سر جاتا ہے۔

محمّد راشد شیخ

الفلاح ہاؤسنگ پروجیکٹ، ملیر ہالٹ کراچی

سامی آفندی

سامی آفندی

سامی آفندی سلطنت عثمانیہ کے آخری دور کے عظیم خطاط تھے۔ آپ ۱۳، مارچ ۱۸۳۸ء کو استنبول میں پیدا ہوئے[1]۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد آپ نے عربی و فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی۔ پھر سلطنتِ عثمانیہ کے مختلف محکموں میں ملازمت کی اور ترقی کرتے کرتے نامہ نویس اور استاد فن خطاطی کے عہدے تک جا پہنچے۔ سامی آفندی مروجہ تمام خطوط میں حد درجہ ماہر تھے۔ آپ نے خط ثلث و نسخ اپنے اسکول کے استاد بوشناق[2] عثمان آفندی سے، جلی ثلث رجائی آفندی سے، تعلیق قبرصی زادہ اسماعیل حقی آفندی[3] سے، جلی تعلیق علی حیدر بے سے، دیوانی اور جلی دیوانی ناصح آفندی سے سیکھا۔ اپنی طویل ملازمت کے دوران فن خطاطی میں نمایاں کارکردگی دکھانے کی وجہ سے آپ کو مختلف تمغہ جات و اعزازات سے نوازا گیا۔ ان میں ثانیہ صنفی ثانی سی، متمایز، اولیٰ صفِ اوّل، ثالث رتبۂ عثمانی، اوّل رتبۂ مجیدی، تمغہ افتخار اور جنگ یونان نامی تمغے شامل ہیں[4]۔

یوں تو سامی آفندی مروجہ تمام خطوط کے ماہر تھے مگر اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے آپ نے خطِ ثلث جلی اور خطِ تعلیق جلی میں انتہائی خوبصورت اصلاحات کیں۔ آپ سے قبل ترکی میں مصطفیٰ راقم (۱۷۵۸ء۔۱۸۲۶ء)[5] کی طرز میں ثلث جلی لکھا جاتا تھا۔ آپ نے اس خط کو اس قدر خوبصورت بنادیا کہ نہ صرف ترکی بلکہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ خوبصورت اور معیاری ثلث جلی یہی قرار پایا۔ اسی بنا پر آپ کو راقم ثانی کا لقب عطا کیا گیا۔ آپ کے بعد آنے والے تمام خطاطوں نے اسی روش کو اپنایا اور آج تک ثلث جلی کی یہی روش سب سے زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ اسی طرح آپ نے ترک خطاط یاسر زادہ مصطفیٰ عزت کی روشِ نستعلیق جلی میں اصلاحات کیں جنہیں ترکی میں قبول عام کا درجہ ملا۔ آپ نے کئی نادر لوحے، کتبے، کتب اور قرآن مجید کے نسخوں کی کتابت بھی کی[6]۔

سامی آفندی خطوط متنوعہ میں کمال اہلیت و قدرت کی وجہ سے عوام میں بے حد مقبول تھے۔ آپ ذکی الذہن، خوش گفتار، لطیفہ گو اور ندیم بزم تھے۔ جس محفل میں پہنچتے لطافت اور شوخیوں سے اس میں

(۱) "فن الخط" مرتبہ مصطفی اوغور درمان ص ۲۱۲۔

(۲) ترکی زبان میں بوشناق، بوسنیائی یا بوسنیا کے رہنے والے کو کہتے ہیں۔

(۳) یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ سامی آفندی کے استاد کا نام بھی اسماعیل حقی تھا اور ان کے ایک معروف شاگرد کا نام بھی یہی تھا۔

(۴) Son Hattatlar Page 355 ۔

(۵) مصطفیٰ راقم سلطنتِ عثمانیہ کے عظیم خطاط گزرے ہیں۔ آپ ۱۷۵۸ء میں اونیہ (ترکی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پہلے استاد آپ کے بڑے بھائی اسماعیل زہدی (م ۱۸۰۶ء) تھے۔ اسکے بعد آپ نے خطاط احمد حنفی آفندی سے تلمذ اختیار کیا۔ اور خط ثلث جلی، ثلث اور نسخ میں مہارت حاصل کی۔ اسی مہارت کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ کے وزراء اور عمال حکومت کے بچوں کو خطاطی سکھانے پر مامور ہوئے۔ بعد ازاں سلطان سلیم ثالث نے آپ کو شاہی دربار میں خطاط اعلیٰ مقرر کیا۔ سلطان محمود خان ثانی ایام شاہزادگی میں آپ کا شاگرد تھا، جب اسے خلافت کا اعزاز حاصل ہوا تو اس نے اپنے استاد کے بے انتہا تکریم کی، پہلے مصطفیٰ راقم کو ازمیر کا قاضی بنایا پھر ادرنہ کا اور آخر میں

مکۃ المکرمہ کا۔ اسکے بعد ۱۲۳۳ہجری مطابق ۱۸۱۷ء میں استنبول کا اور ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۲۲ء میں اناطولیہ کا چیف ملٹری جج (Chief Military Judge) بنادیا۔ مصطفےٰ راقم کا انتقال ۲۵، مارچ ۱۸۲۶ء کو استنبول میں ہوا۔ آپ کی تدفین آپ کے اپنے قائم کردہ خطاطی کے اسکول کے احاطے میں ہوئی۔

(دیکھیے فن الخط ص ۱۹۹، اور The art of Turkish Calligraphy, page 80.)

(٦) The art of Turkish Calligraphy by Muammer Ulker Page 86.

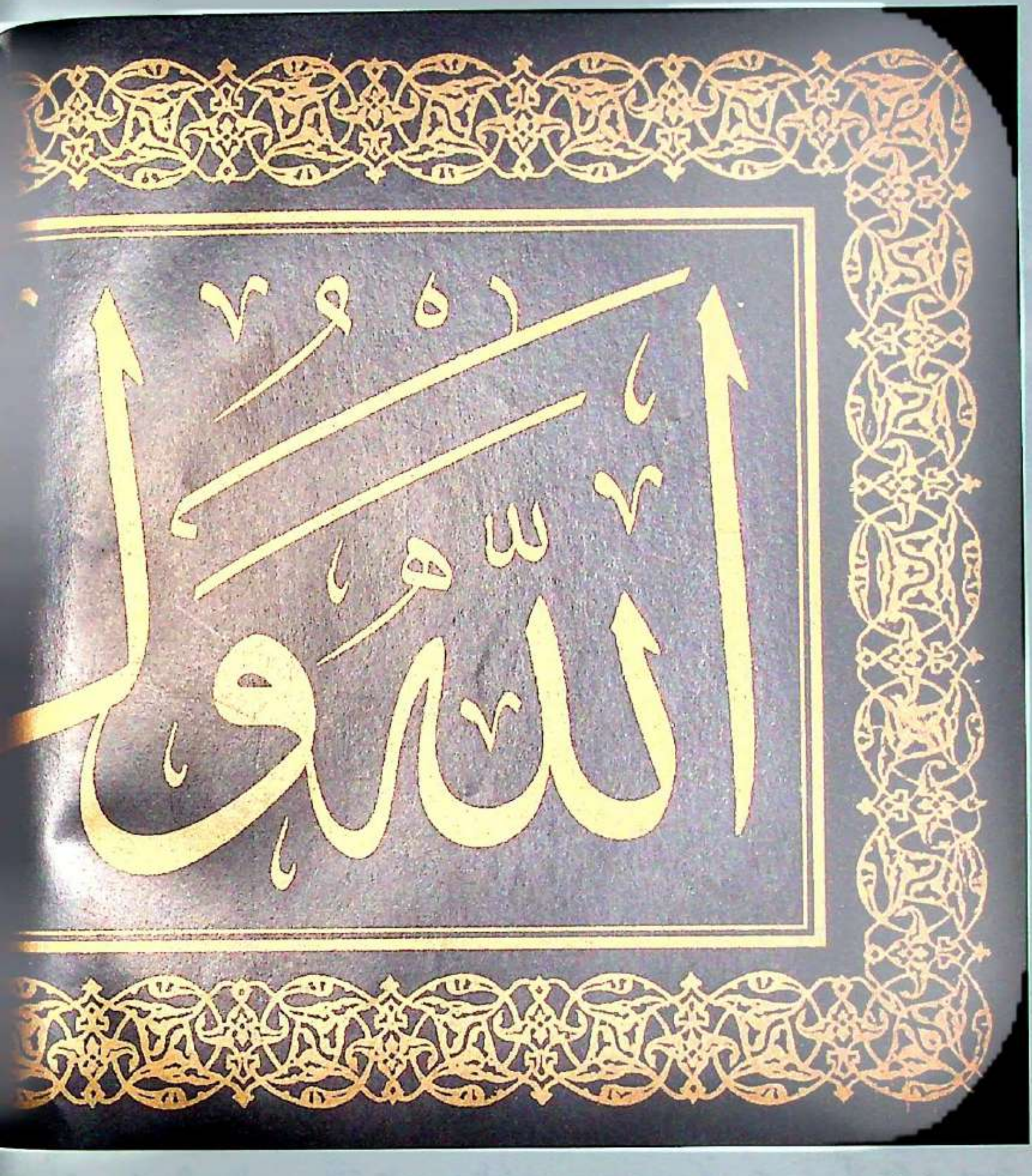

«اَللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيقِ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الرَّفِيقُ»

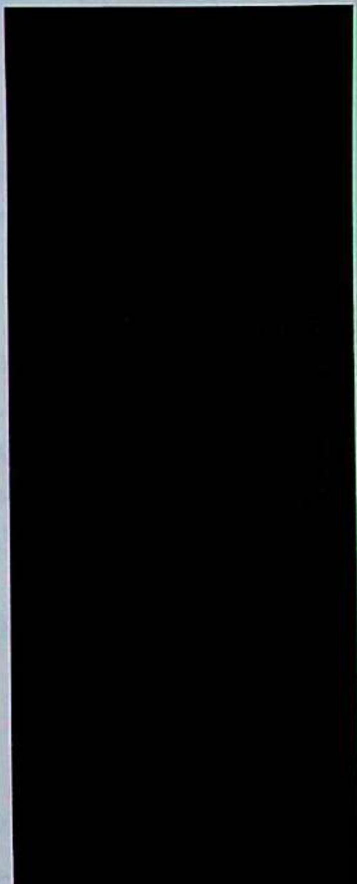

□ سامی آفندی کے قلم سے خط ثلث کا خوبصورت نمونہ جس میں عثمانی ترکی زبان میں توفیق آفندی کی قبر کا کتبہ لکھا ہے۔

جان ڈال دیتے۔ آپ نے سب سے زیادہ کام خطِ ثلث جلی اور خطِ تعلیق جلی ہی میں کیا ہے۔ استنبول کے علاوہ مدینۂ منورہ میں بھی کئی مقامات پر آپ نے خطّاطی کا کام کیا تھا۔ استنبول میں جن عمارات و مقابر کے لیے آپ نے اپنی خطّاطی کا مظاہرہ کیا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے: علاقہ اسکودار میں واقع آلتونی زادہ جامع مسجد میں کتبے اور جلی تعلیق میں لوحے، ارن کوئی نامی محلے کی مسجد بنام "ذہنی پاشا" کے باہر اور اندرونی دروازے کے اوپر کتبے، آق سرائے کی پرتونیال والدہ سلطان جامع مسجد میں جلی ثلث میں دو لوحے، ادرنہ قاپوسی کی جامع مسجد میں جلی ثلث میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی، جامع مسجد جہانگیر میں تعلیق میں لوحے، بابِ عالی (عثمانی وزیر اعظم کے دفتر) میں واقع نعل سی (نعل والی) نامی مسجد کے اندر جلی ثلث میں لوحے،

□ یہ خط سامی آفندی ثلث جلی میں

چنبرلی طاش میں واقع علی پاشا جامع مسجد اور سراج خانہ میں واقع جامع مسجد کے دروازوں کے اوپر خطاطی، طوپ خانہ میں واقع حمیدیہ چشمہ (سبیل) کے اوپر منظوم تاریخ، استنبول کے مشہور چھت والے بازار (قپالی چارشی) کے مرکزی دروازے کے اوپر نیز نوری عثمانی مسجد کی جانب اسی بازار کے دروازے پر خطاطی، یلدیز سرائے نامی محل کے باغیچے میں سبیل کے اوپر خطاطی، ینی جامع مسجد کے نزد سبیل پر منظوم تاریخ اور شیشلی نامی محلے میں حمیدیہ اطفال ہسپتال سے متعلق ثلث و تعلیق میں خطاطی شامل ہے (۷)۔

استنبول میں جن مزارات پر سامی آفندی کی خطاطی کے خوبصورت نمونے پائے جاتے ہیں ان میں محلہ اسکودار میں توفیق پاشا کی قبر، امین رضوان پاشا کی قبر اور جامع مسجد سلیمانیہ کے جوار میں محمد صالح پاشا کی

(۷) سامی آفندی کے مختلف عمارات پر موجود کتبوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے Son Hattatlar Page 356- 357

﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ (سورة البقرة آيت ١٤٤)

☐ سامی آفندی کے قلم سے خط ثلث جلی کا خوبصورت نمونہ

قبر پر کتبے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ تصوف کی بعض خانقاہوں (تیکیے) کے پیران عظام کے ناموں کے لوحے بھی آپ ہی کے قلم سے ہیں (۸)۔

سامی آفندی نہ صرف عظیم خطاط اور فن خطاطی کے مصلح تھے بلکہ عظیم استاد بھی تھے۔ بیسویں صدی کے صف اوّل کے تقریباً تمام ترک خطاط آپ کے شاگرد تھے جن میں عمر وصفی، محمد امین آفندی، احمد کامل آفندی، خلوصی آفندی، نظیف بے، نجم الدین آفندی اور شیخ عبد العزیز الرفاعی شامل ہیں۔ سامی آفندی کے انہی شاگردوں نے نہ صرف ترکی بلکہ عالم اسلام میں فنِ خطاطی کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا (۹)۔

عمر کے آخری دور میں سامی آفندی کو کئی صدمے دیکھنے پڑے جن میں پہلے بیوی اور پھر اکلوتی بیٹی کی موت شامل تھے مگر اس کے باوجود آپ راضی بہ رضا رہے اور احباب کے درمیان نشاط، کیف اور سرور کا سماں پیش کرتے رہے۔ عرصے تک علیل اور مفلوج رہے۔ بالآخر وقتِ موعود آگیا اور دنیائے اسلام کے اس منفرد اور بہترین خطاط کا انتقال یکم جون، ۱۹۱۲ء کو استنبول میں ہوا۔ تدفین استنبول کی مشہور جامع مسجد فاتح کے جوار میں واقع قبرستان میں ہوئی۔ لوحِ مزار کی خطاطی آپ کے نامور شاگرد احمد کامل آفندی نے کی۔

(۸) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۱۲۔

(۹) IRCICA Introductory Booklet 1983. Page. 24

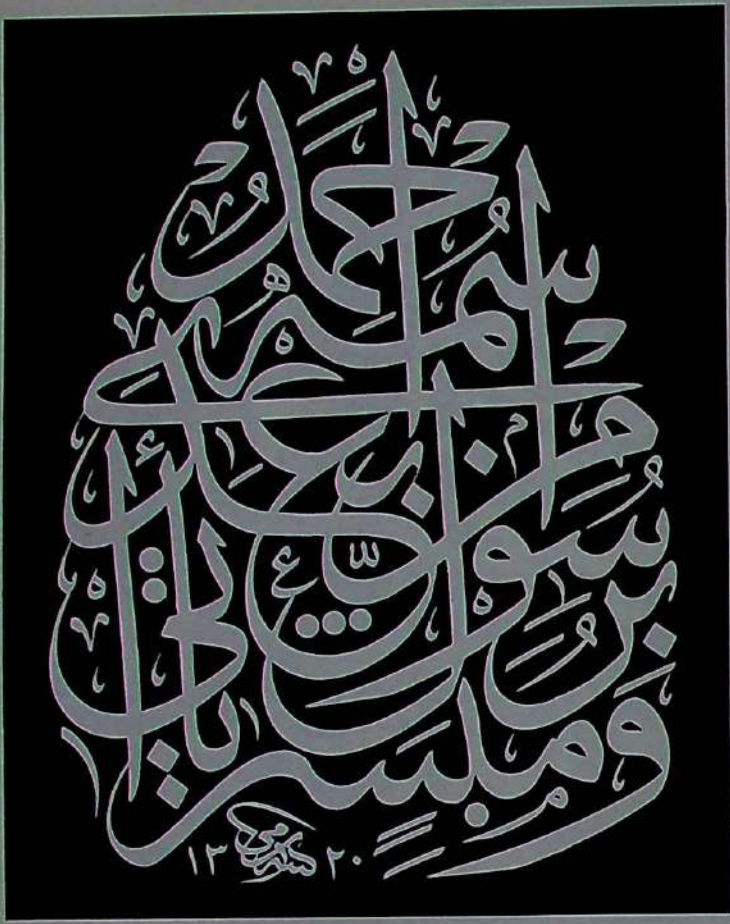

﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾
(سورة الصف آیت ٦)

☐ بہ خط سامی آفندی قرآنی آیت

«فَمَنْ أَكْرَمَهُ أَكْرَمَهُ اللهُ وَمَنْ أَهَانَهُ أَهَانَهُ اللهُ»

☐ بہ خط سامی آفندی خط ثلث میں پٹی کی صورت میں

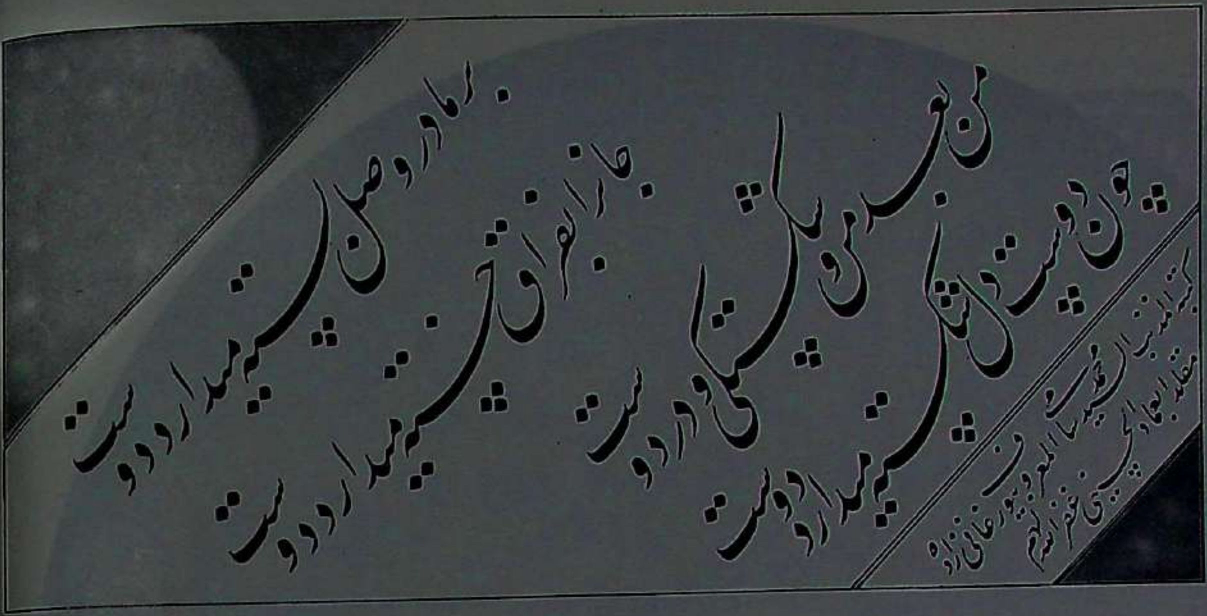

□ فارسی اشعار بہ خط سامی آفندی

وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ

احمد کامل آفندی

احمد کامل آفندی

بیسویں صدی عیسوی کے ترک خطّاطوں میں احمد کامل آفندی کا نام نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ آپ ۲۹، نومبر ۱۸۶۱ء کو استنبول کے محلے فندلی میں پیدا ہوئے[1]۔ ابتدا میں خطّاطی کی تعلیم الحاج سلیمان سے حاصل کی جو صالحہ سلطان اسکول میں معلمِ خطّاطی تھے۔ مدرسۂ رشدیہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے وزارتِ داخلیہ کے ادارۂ حسابات میں ملازمت کا آغاز کیا۔ اسی دوران، اس عہد کے عظیم استادِ خطّاطی سامی آفندی سے آپ کا تعارف ہوا اور ان سے باقاعدہ خطّاطی کی تعلیم کا آغاز کیا۔ آپ مسلسل چار سال تک سامی آفندی سے خطّاطی سیکھتے رہے۔ بالآخر مطلوبہ مہارت حاصل کرنے کے بعد ۱۸۸۴ء میں استاد سے اجازہ (ڈپلومہ) حاصل کیا۔ آپ نے سامی آفندی سے خط ثلث، خطِ نسخ، خطِ دیوانی جلی اور خطِ دیوانی سیکھے۔ قبل ازیں ۱۸۸۱ء میں آپ کا تقرر وزارتِ داخلہ میں بحیثیت خطّاط ہو چکا تھا۔ ۱۸۹۴ء میں آپ کا تبادلہ شاہی محافظ خانہ (Imperial Chancery of State) میں ہو گیا اور مختلف خطوط سکھانے کی ذمہ داری آپ کو تفویض کی گئی۔ بتاریخ ۲۱، اگست ۱۹۱۵ء آپ کو رئیس الخطّاطین کا خطاب ملا اور کئی تمغے اور اعزازات سے نوازا گیا۔ آپ سلطنتِ عثمانیہ کے آخری رئیس الخطّاطین تھے[2]۔

احمد کامل آفندی رئیس الخطّاطین ہونے کے باوصف بڑی نرم طبیعت کے مالک تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خطّاطی سے اپنے تعلق کا ذکر یوں کیا "خوبصورت خط بڑا مسحور کن (Fascinating) مضمون ہے۔ اسے آپ اس طرح بیان نہیں کر سکتے جس طرح آپ یہ بیان نہیں کر سکتے کہ در حقیقت آپ کا دل کیا ہے[3]۔ فن خطّاطی کے طلبہ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے پیشرو خطّاطوں کے عمدہ کام کا بنظرِ غائر مطالعہ کریں اور اس کی ہو بہو نقل کرنے کی کوشش کریں۔ اس وقت میری عمر پچپن سال ہو چکی ہے۔ میں اپنی کل آمدنی کا نصف فن خطّاطی پر خرچ کر چکا ہوں اس کے باوجود میں اس فن میں مطلوبہ استعداد کے نصف تک بھی نہیں پہنچ پایا ہوں۔ ایک خطّاط کو کم از کم سو سال اس فن کی تحصیل میں صرف کرنے چاہئیں تب کہیں جا کر وہ مطلوبہ استعداد کے قریب پہنچ پائے گا"۔

(۱) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغوردرمان ، ص ۲۱۷۔

(۲) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغوردرمان ، ص ۲۱۷۔

(۳) The Art of Turkish Calligraphy Page 88.
اس جملے سے احمد کامل آفندی یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح انسان کا دل بجائے خود ایک الگ دنیا ہے، اسے چند الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں بالکل اسی طرح خوبصورت خط کی تعریف بھی چند الفاظ میں نہیں کی جا سکتی، ہاں خوبصورت خط سے محظوظ ہوا جا سکتا ہے۔

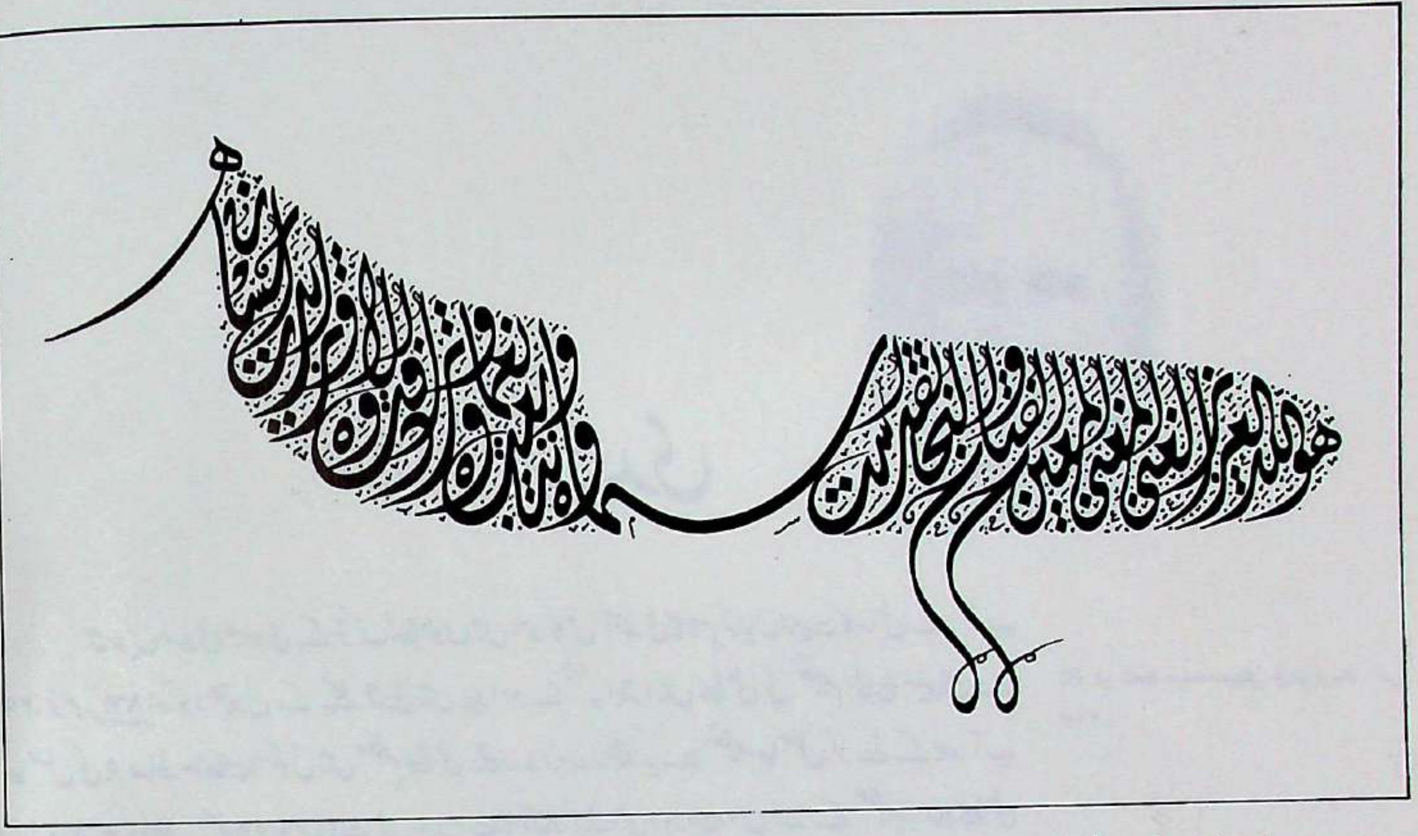

هُوَ اللهُ الْعَزِيزُ الغَنِیُّ الْمُغْنِی المُعِیْنُ الفَتَّاحُ وَالنجَّاح تَقَدَّسَتْ أسْمَاؤه وَتَتَابَعَتْ نَعْمَاؤهُ وَتَرَادَفَتْ آلاؤهُ وَتَزَايَدَتْ أحْسَانُه

☐ احمد کامل کے قلم سے خطِ دیوانی جلی میں خوبصورت لوحہ

ترکی میں کمالی انقلاب کے وقت احمد کامل رئیس الخطّاطین کے عہدے پر فائز تھے۔ نئی حکومت نے عربی رسم الخط ترک کر کے لاطینی رسم الخط رائج کر دیا۔ کچھ عرصے بعد آپ کو حکومتِ مصر نے مدعو کیا۔ آپ دو مرتبہ (۱۹۳۳ء اور ۱۹۴۰ء) میں مصر گئے اور وہاں اپنے فن کے انمٹ نقوش چھوڑ آئے۔ مصر میں

كَتَبَ الْعِزُّ عَلى أَبْوَابِهَا فَادْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ آمِنِيْنَ

☐ احمد کامل آفندی کا خط ثلث میں خوبصورت نمونہ

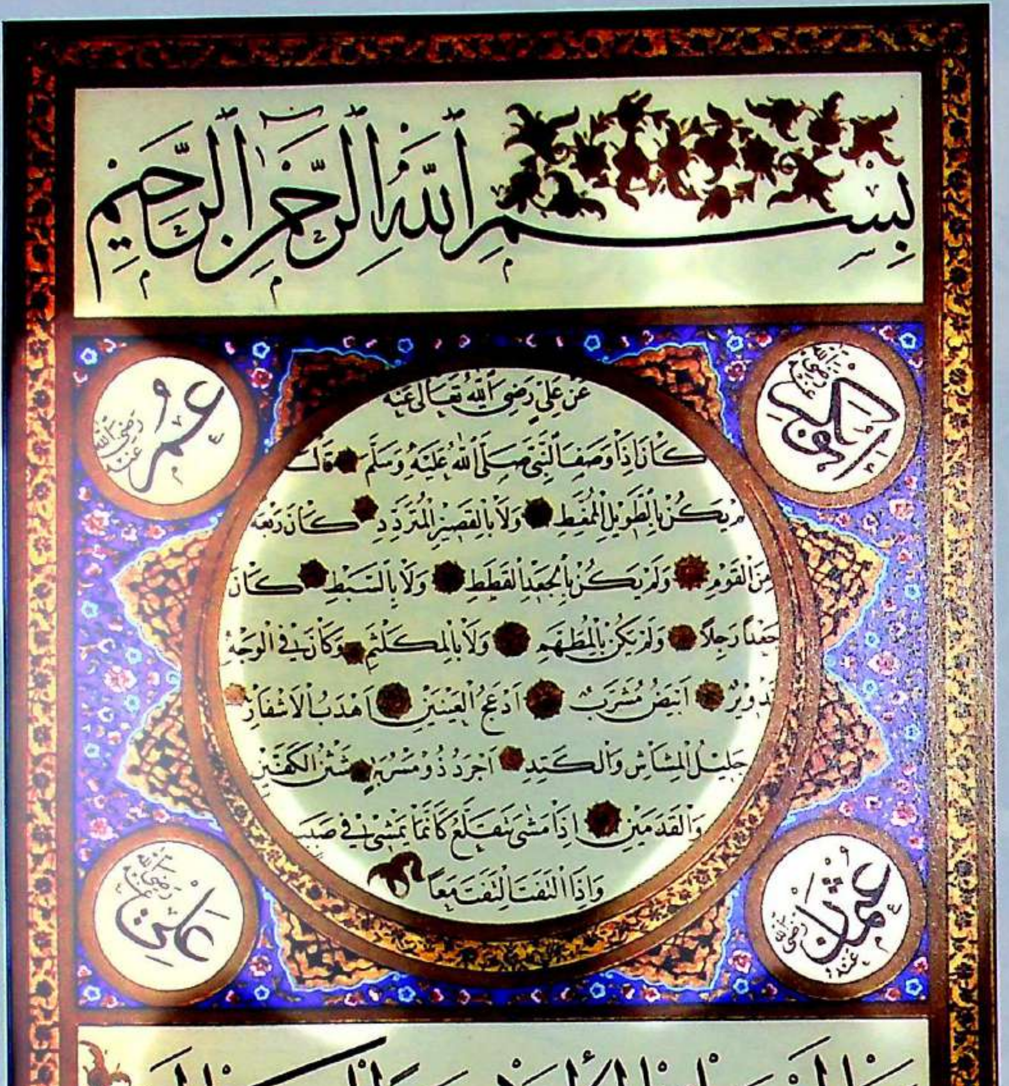

□ حلیہ مبارک کہ بہ خط احمد کامل آفندی جس میں خطِ محقق، ثلث اور نسخ خوبصورتی سے لکھا۔

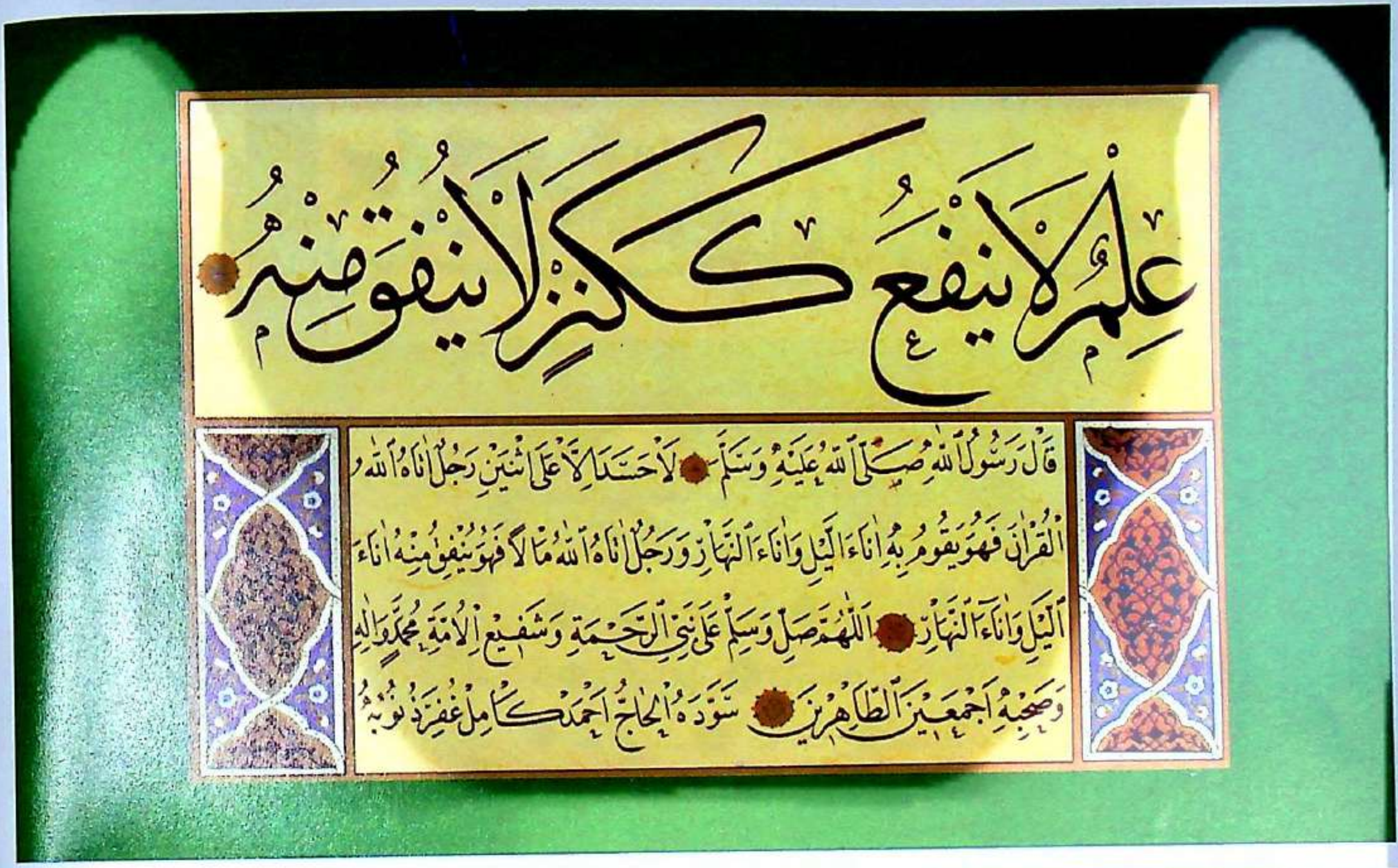

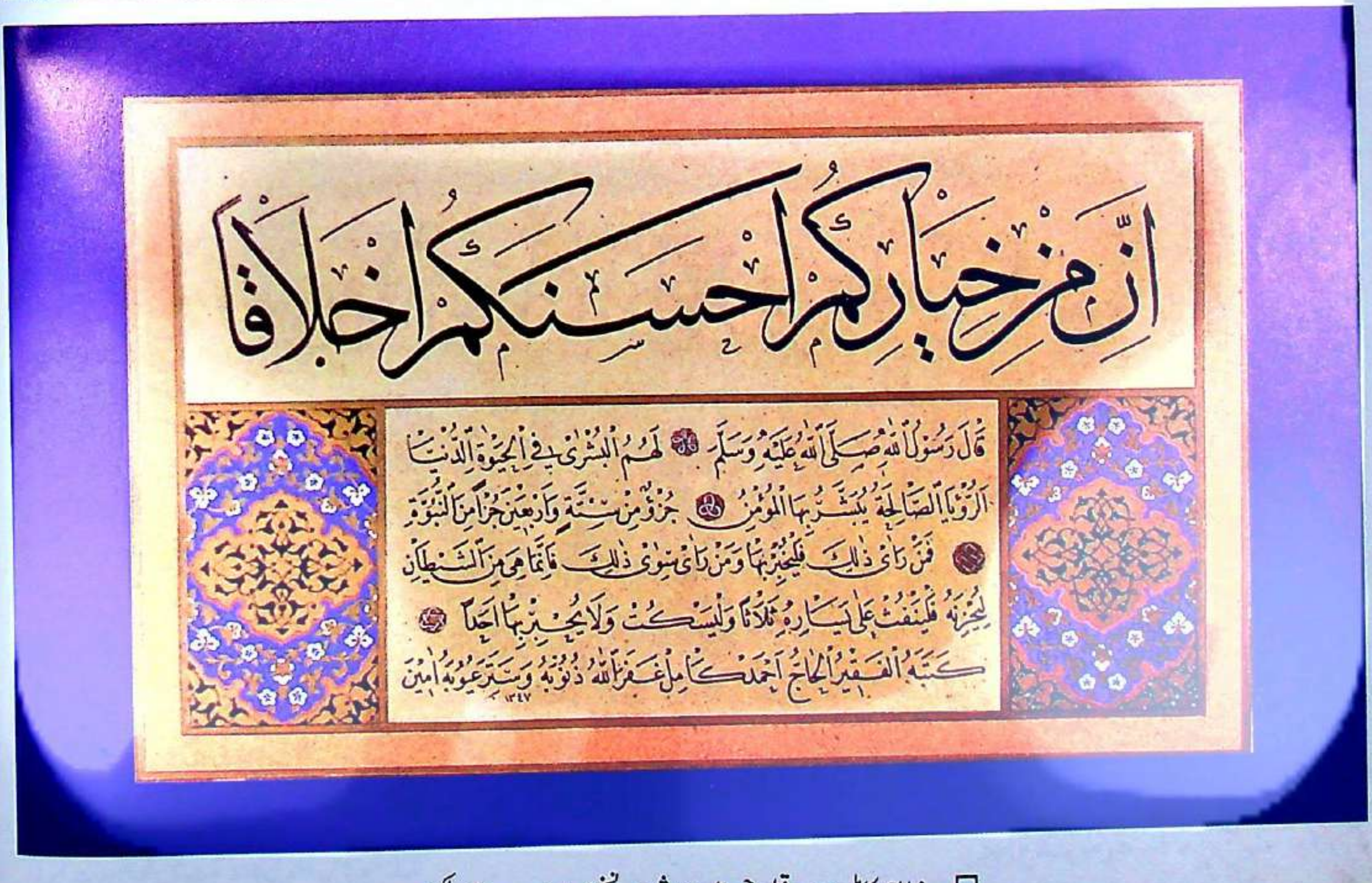

□ بہ خط احمد کامل دو عدد قطعے جن میں خط ثلث و نسخ میں احادیث مبارکہ لکھی ہیں۔

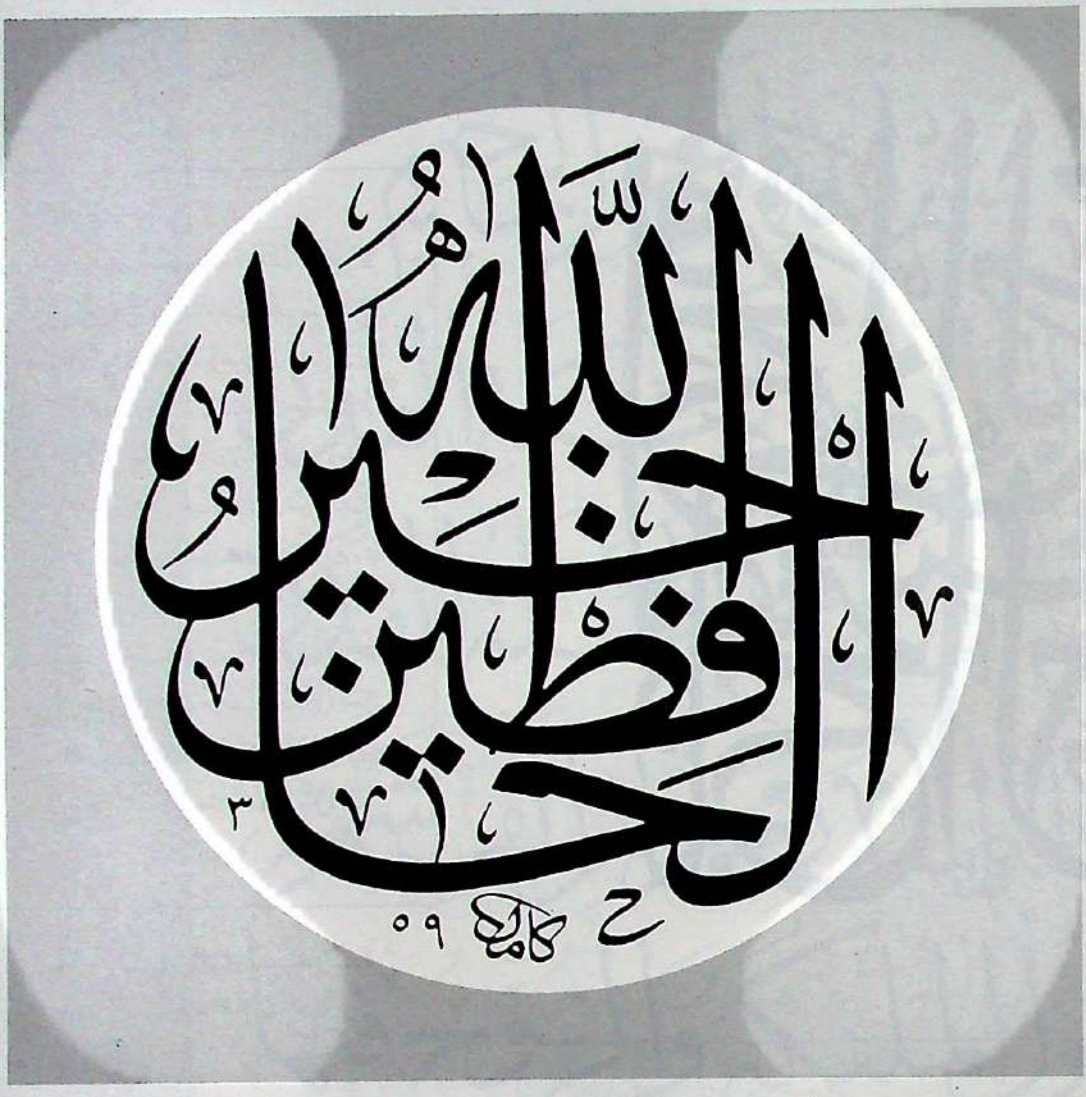

«اَللّٰہُ خَیْرُ الْحَافِظِیْنَ»

□ یہ خط احمد کامل آفندی
دائرہ کی شکل میں

قیام کے دوران آپ نے قاہرہ کی مسجد محمد علی اور مسجد البرنس کے لیے خطّاطی کی جو آج بھی قابلِ دید ہے۔ احمد کامل کی زندگی کے آخری دور میں آپ کے ہاتھ میں رعشہ آگیا تھا اور آپ کی بینائی بھی کمزور ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود فنِ خطّاطی سے عشق کا یہ عالم تھا کہ پوری قوت صرف کرکے خطّاطی کا کوئی نہ کوئی نمونہ ضرور تخلیق کرتے۔ حیاتِ مستعار کے آخری دن تک آپ نے فنِ خطّاطی سے اپنا تعلق منقطع

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (سورة الأحزاب آيت ٥٦)

□ احمد کامل کے قلم سے خط ثلث میں

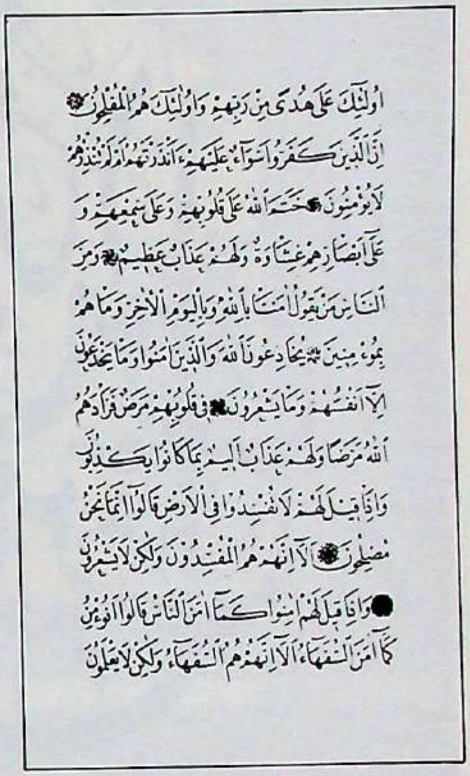
اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون
ان الذين كفروا سواء عليهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم
لا يؤمنون ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم و
على ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم ومن
الناس من يقول امنا بالله وباليوم الاخر وما هم
بمؤمنين يخادعون الله والذين امنوا وما يخدعون
الا انفسهم وما يشعرون في قلوبهم مرض فزادهم
الله مرضا ولهم عذاب اليم بما كانوا يكذبون
واذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض قالوا انما نحن
مصلحون الا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون
واذا قيل لهم امنوا كما امن الناس قالوا انؤمن
كما امن السفهاء الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون

□ خط نسخ میں قرآن مجید کے پہلے پارے کا
ایک صفحہ بہ خط احمد کامل آفندی

□ خطِ ثلث جلی میں بہ خط احمد کامل آفندی

یَا مُفَتِّحَ الأَبْوَابِ اِفْتَحْ لَنَا خَیرَ الْبَابِ

نہیں کیا[۴]۔

احمد کامل آفندی کے فنی آثار میں کئی نا مکمل قرآنی نسخوں کی کتابت کی تکمیل، متفرق کتب کی خطّاطی، اہم شاہی دستاویزات (Antographs)، سلطان کے خطوط واحکامات (Imperial Edicts) پر خطّاطی شامل ہے۔ انہوں نے مدرسة الخطّاطین میں ملازمت کے دوران کئی نوجوانوں کو خطِ ثلث، خطِ نسخ اور خطِ رقعہ کی تعلیم دی۔ احمد کامل آفندی کے فنی آثار کئی مخطوطات، قرآن مجید اور طغروں کی صورت میں اندرون اور بیرون ترکی کے عجائب خانوں اور ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ مصر میں بھی ان کے فن کے خوبصورت آثار پائے جاتے ہیں۔ قاہرہ کی مشہور مسجد محمد علی پاشا میں آپ نے خط ثلث جلی کا

(۴) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۱۷۔

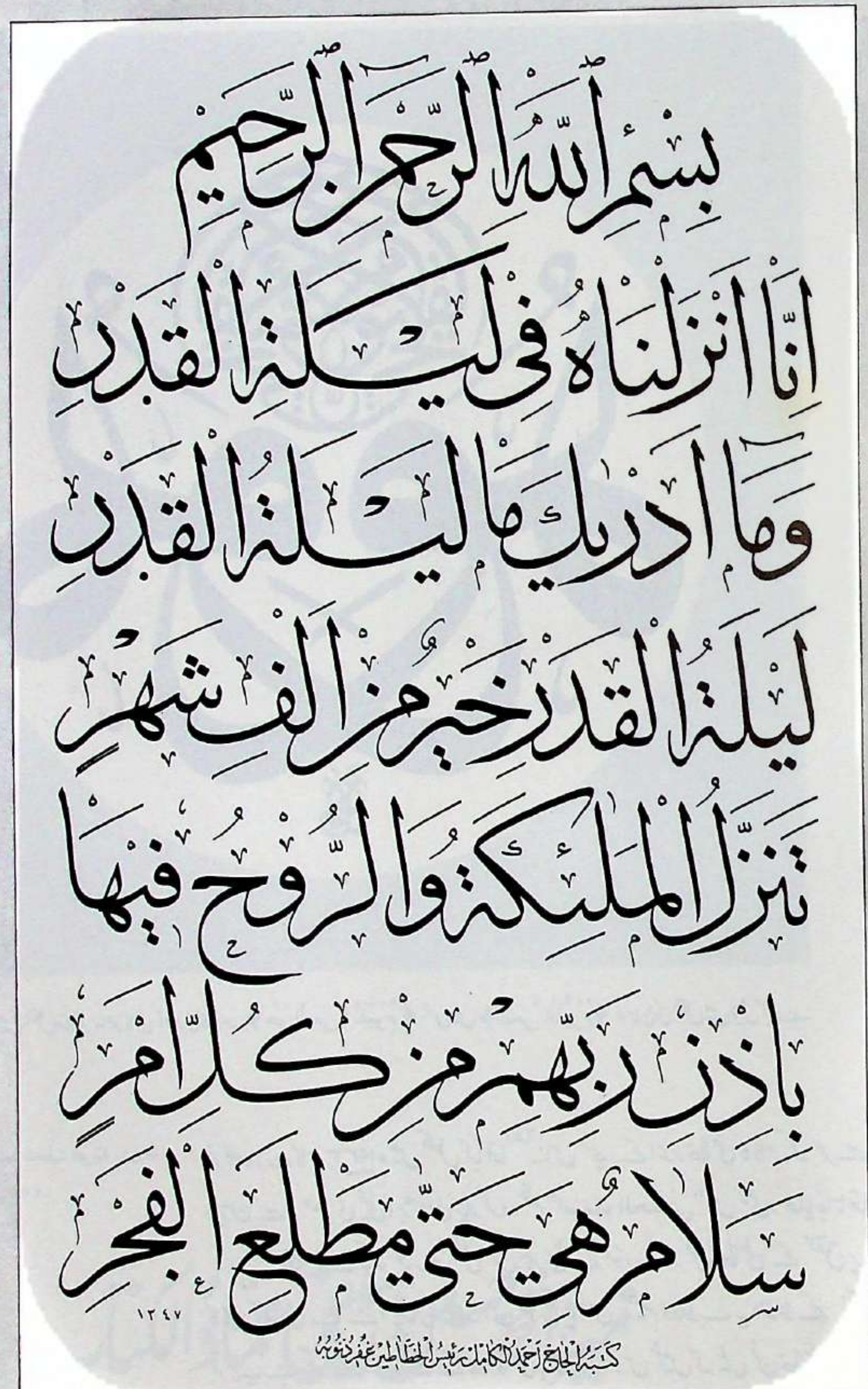

□ احمد کامل آفندی کے قلم سے خط ثلث جلی میں سورۃ القدر

□ خط ثلث میں بشکل متناظرہ احمد کامل آفندی کا لوحہ ﴿ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ جس میں ﴿ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ کو تاج کی شکل میں پیش کیا ہے۔

خوبصورت کام ۱۹۳۳ء میں مکمل کیا تھا[۵]۔ اس مسجد کے اندر خطّاطی کا کام کچھ عرصے قبل تک پاکستان ٹیلی ویژن سے، مصری ٹیلی ویژن کی تیار کردہ فلم "**اسماء الحسنٰی**" میں بھی دکھایا جاتا تھا۔

انتقال سے کچھ عرصے قبل طبّی تاریخ کے مؤرخ اور فن خطّاطی کے محقق پروفیسر سہیل انور، احمد کامل آفندی سے ملنے اسپتال گئے۔ اس موقع پر اس عظیم خطّاط نے یہ الفاظ کہے: "گو کہ میرا آخری وقت قریب ہے، مگر مجھے اس بات کے علاوہ کسی بات کا افسوس نہیں کہ میں فن خطّاطی جیسا سیکھنا چاہتا تھا، نہ سیکھ سکا"[۶]۔ احمد کامل آفندی کا انتقال ۲۳، جون ۱۹۴۱ء کو استنبول کے محلے "فاتح" میں ہوا۔ تدفین حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار کے نزد واقع قبرستان میں ہوئی۔

(۵) نشأة وتطور الكتابة الخطية العربيّة ودورها الثقافى والاجتماعى ص ٤٥٤۔

(۶) The Art of Turkish Calligraphy, Page. 88

میرزا محمد حسین سیفی عماد الکتاب

میرزا محمد حسین سیفی عمّاد الکتّاب

میرزا محمد حسین خان سیفی عماد الکتاب ایران میں رواں صدی کے نستعلیق کے آخری عظیم خوش نویس تھے۔ وہ ۱۸۶۶ء میں قزوین میں پیدا ہوئے[1]۔ فنِ خوشنویسی میں وہ مرزا محمد رضا کلہر کی طرز کے پیرو تھے[2]۔ محمد رضا کلہر کے بعد سوائے عماد سیفی کے ان کا حقیقی جانشین کہلانے کا کوئی اور مستحق نہیں[3]۔ عماد سیفی خط نستعلیق میں تویدِ طولیٰ رکھتے ہی تھے، اس کے علاوہ شکستہ، نسخ، ثلث، ثلث جلی کے بھی مستند استاد تھے۔ وہ فن نقاشی کے بھی ماہر تھے اور قلم سے تصاویر بنانے کے روایت بھی آپ ہی نے قائم کی[4]۔ عماد سیفی کو محمد رضا کلہر سے بہت زیادہ عقیدت تھی چنانچہ اس بارے میں کئی قصے بیان کیے گئے ہیں مثلاً ایک روایت یہ بھی ہے کہ عماد نے فنِ خوشنویسی کی تعلیم عالم خواب میں بذریعہ الہام محمد رضا کلہر سے حاصل کی[5]۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جو فنکار جتنا بڑا ہوتا ہے، اسے زندگی میں اتنی ہی زیادہ مشکلات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ عماد سیفی کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ وہ احمد شاہ قاچار کے عہد حکومت میں معلم خط کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے تھے۔ کچھ عرصے بعد شاہی عتاب نازل ہوا اور آپ کو حوالۂ زنداں کر دیا گیا چنانچہ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۱۹ء تک آپ کو محبوسی کی حالت میں رہنا پڑا[5]۔ اس کے علاوہ بھی زندگی میں طرح طرح کی پریشانیوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ البتہ عمر کے آخری ایام جب وہ دربارِ پہلوی سے وابستہ ہو گئے، کسی قدر راحت و آسائش سے گزرے۔ اس بزرگ خوشنولیس کو اواخر عمر میں ''شاہی فرمان'' کے علاوہ وزارت معارف کی جانب سے ''نشان درجۂ اول'' عطا کیا گیا[6]۔ انہوں نے اپنی عمر کے ستّر سال پورے کیے اور ۱۹۳۶ء میں تہران میں وفات پائی۔ ان کی موت کو، ایران میں، ملک کے لیے بہت بڑا نقصان قرار دیا گیا اور یہاں تک کہا گیا کہ عماد سیفی کی موت دراصل فن خطاطی کی موت ہے۔

عماد سیفی نے اپنی یادگار کے طور پر جو فنی نمونے چھوڑے ہیں ان کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ

(۱) ایرانی تقویم کے مطابق عماد الکتاب کی تاریخ پیدائش ۲۵، حمل ۱۲۴۵ اش ھ (مطابق ۱۸۶۶ء) ہے۔ دیکھیے ''تاریخ ہنر ہای ملی و ہنرمندانِ ایرانی'' از عبد الرفیع حقیقت، تہران، ۱۳۶۹ اش ھ، (مطابق ۱۹۹۰ء) ص ۱۰۲۱۔

(۲) میرزا محمد رضا کلہر ایران کے عظیم خطاط اور خطِ نستعلیق کی جدید ایرانی طرز کے بانی تھے۔ ان کے والد کا نام رحیم بیگ تھا۔ کلہر ۱۲۴۵ ش ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے جوانی میں انہیں گھوڑ سواری اور تیر اندازی کا بے حد شوق تھا اسی بنا پر وہ قوی جسم اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ اسکے بعد ان میں فن خطاطی کی تحصیل کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ وہ تہران آگئے اور میرزا محمد خوانساری سے فنِ خطاطی کی تعلیم حاصل کی۔ مطلوبہ مہارت حاصل کرنے کے بعد میرزا کلہر نے شہرۂ آفاق ایرانی خطاط میر عماد الحسنی کے قطعات کا بہ نظر عمیق مطالعہ کیا۔ اس مقصد کے لیے وہ اصفہان بھی پہنچے جہاں تکیہ ''میر فندرسکی'' میں میر عماد کے کتبوں کا مطالعہ کیا۔
جب میرزا کلہر کا خطِ نستعلیق میں اپنے عہد کے ماہر خطاطوں میں شمار ہونے لگا تو سلطان ناصر الدین قاچار نے انہیں اپنے دربار میں بلایا اور ان سے لطف و محبت کا سلوک کیا۔ کچھ عرصے بعد سلطان نے آپ کی شاگردی اختیار کرلی۔ بعد ازاں سلطان نے میرزا کلہر سے درخواست کی کہ وزارتِ مطبوعات میں بطور خطاط اعلیٰ کام کریں لیکن میرزا کلہر نے اس پیشکش کو رد کر دیا کیونکہ وہ ایک آزاد منش انسان تھے۔ میرزا کلہر نے اپنے مشہد کے سفر کے حالات بہ عنوان ''وقایع اتفاقیہ'' بھی لکھے۔ یہ میرزا کلہر کا روزنامچہ ہے جو شایع ہو چکا ہے۔ مشہد سے واپسی پر میرزا کلہر خراسان میں بیمار ہو گئے جہاں ایران کے اس نامور نستعلیق نویس کا ۲۵،

□ سیاہ مشق بہ خط عماد الکتاب۔

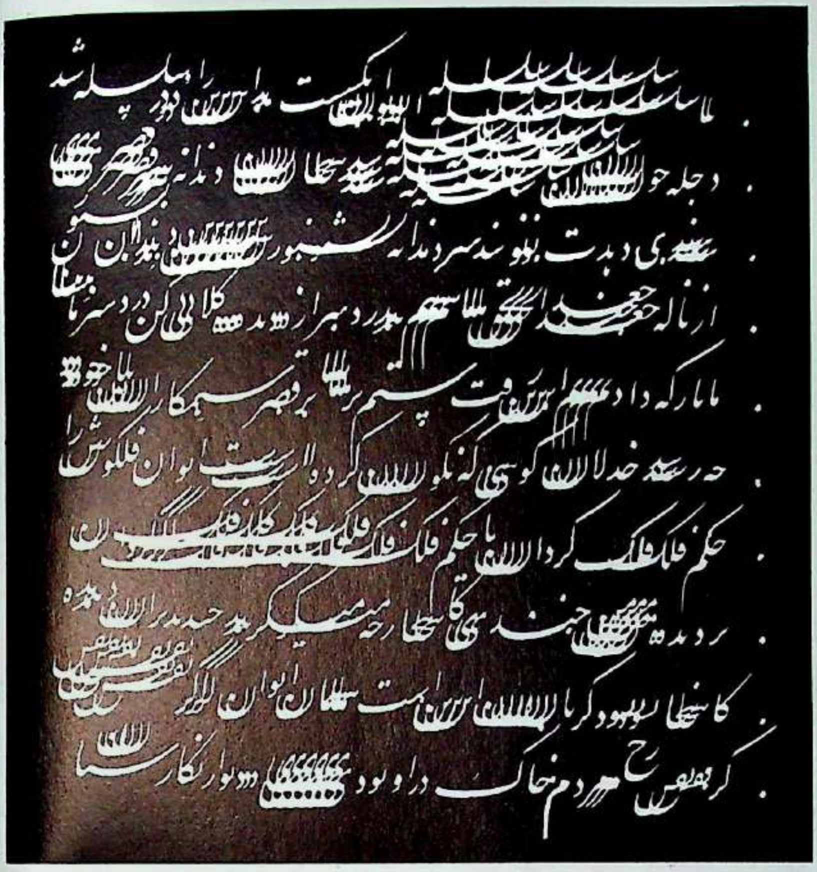

محرم ۱۳۱۰ش ھ (مطابق ۱۹۳۱ء) انتقال ہوا۔ میرزا کلہر کی تدفین تہران کے قبرستان آتش نشانی میں ہوئی۔

میرزا کلہر خطِ نستعلیق کے نہ صرف ماہر بلکہ مصلح بھی تھے۔ انہوں نے خطِ نستعلیق کو اس بلند مقام پر پہنچادیا کہ بعض اہل فن انہیں میر عماد الحسنی کا ہمسر قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ خط شکستہ میں بھی ان کی مہارت مسلمہ ہے۔ میرزا کلہر بلند نظر، ہنر دوست اور خوش اخلاق انسان تھے۔ دنیا کی تمام لذتوں میں انہیں فنِ خطاطی کے علاوہ کسی دوسری لذت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے کئی دن اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے مشق کرنے میں گزار دیے۔ ان کا معیار انتہائی بلند تھا چنانچہ جب کوئی تحریر انہیں پسند نہ آتی تو اسے ضایع کر دیتے۔ اسی بنا پر ان کے نوادر کی تعداد بہت کم ہے۔ میرزا کلہر کے فنی نوادرات میں کتاب "فیض الدموع" کا نسخہ تہران میں محفوظ ہے۔ میرزا کلہر کے معروف شاگردوں میں میرزا زین العابدین شریفی قزوینی ملک الخطاطین شامل ہیں۔

انجمن خوشنویسانِ ایران، تہران نے میرزا کلہر کے حالات زندگی، کارناموں اور فنی آثار پر مشتمل کتاب "یادنامۂ کلہر" شایع کی ہے۔

(۳) دیکھیے "تاریخ ہنر ہای ملی و ہنر مندانِ ایرانی" از عبد الرفیع حقیقت، تہران، ۱۳۶۹ش ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۲۱۔

(۴) "تاریخ ہنر ہای ملی و ہنر مندان ایرانی" از عبد الرفیع حقیقت، تہران، ۱۳۶۹ش ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۲۱۔

(۵) "تاریخ ہنر ہای ملی و ہنر مندان ایرانی" از عبد الرفیع حقیقت، تہران، ۱۳۶۹ش ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۲۱۔

(۶) "زندگانی و آثار عماد الکتاب" از علی راہجیری، تہران، ۱۳۴۲ش ھ مطابق ۱۹۶۳ء، ص ۴۸۔

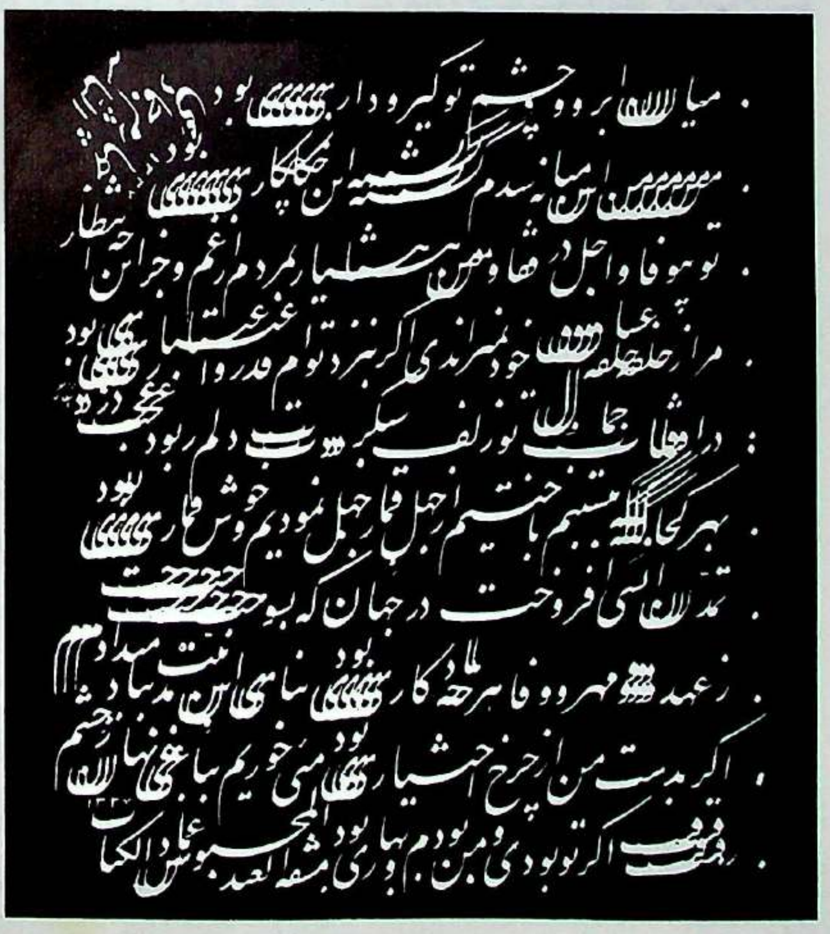

□ عماد الکتاب کے قلم سے خطِ نستعلیق میں سیاہ مشق۔

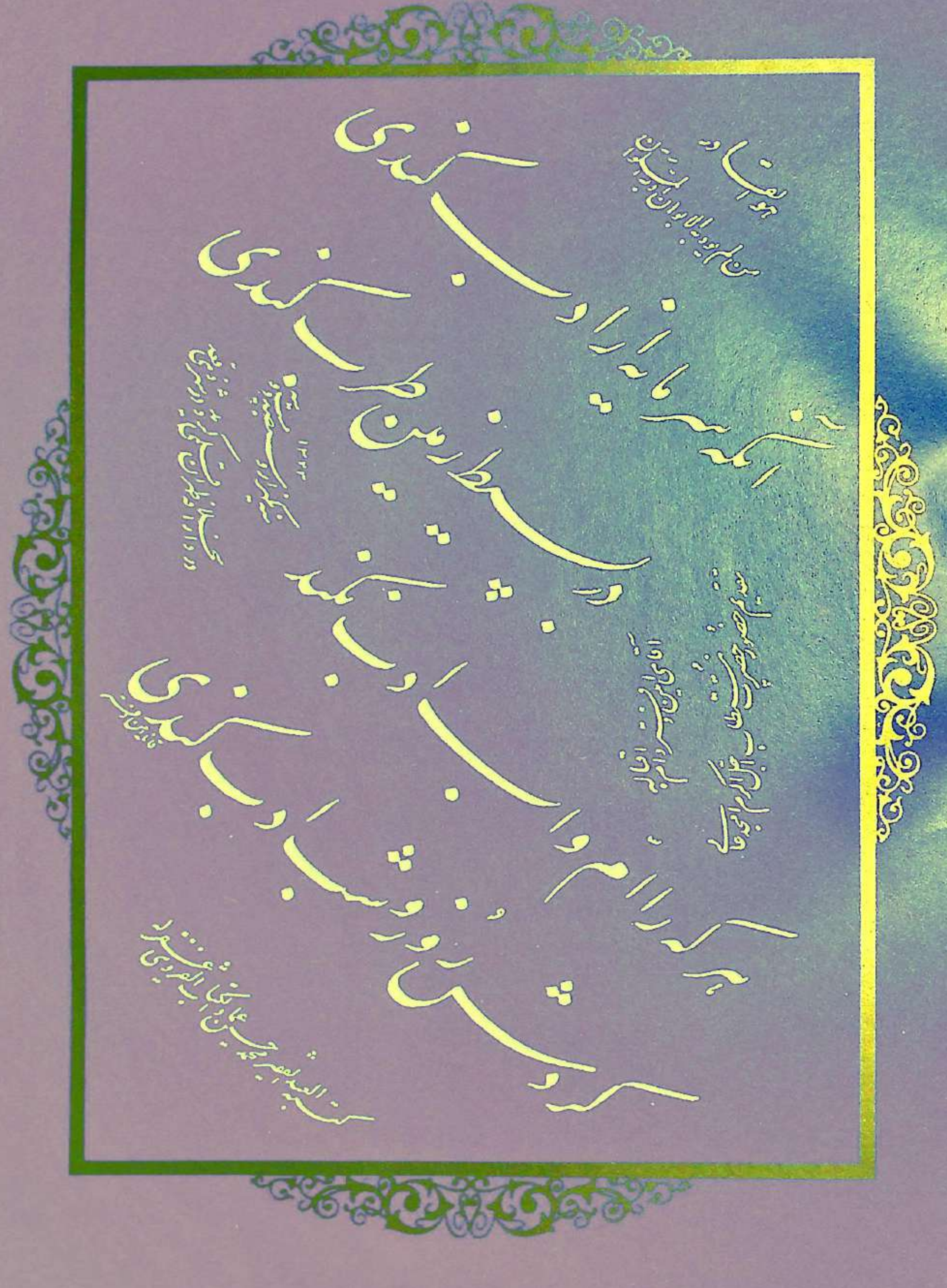

□ خط نستعلیق میں فارسی اشعار بہ خط عماد الکتاب

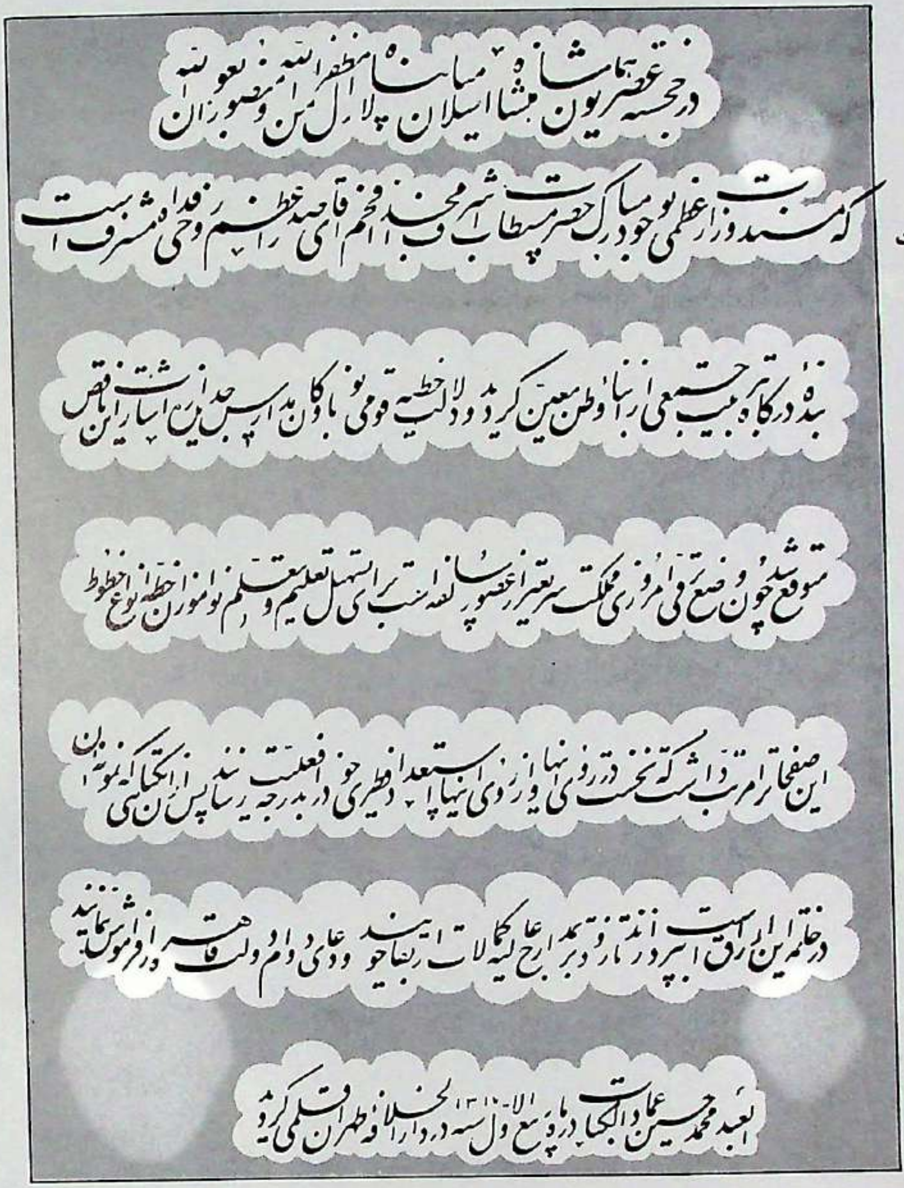

☐ شاہ ایران کے نام عماد الکتاب کی درخواست

جب تک ایرانی تمدن اور خطاطی کی تاریخ باقی ہے اور جب تک دنیا میں فارسی تحریر موجود ہے اس باکمال استاد کا نام باقی رہے گا۔ ان کے فنی نوادر میں شاہنامہ فردوسی کی کتابت اور فردوسی کے مقبرے کے کتبے قدرتِ قلم کی عمدہ مثال ہیں۔ ان کے دوسرے خطّی آثار میں استانلی کا سفرنامہ افریقہ، ہاتف اصفہانی کا ترجیع بند اور کتاب اوصاف الاشراف طبع ہو چکے ہیں (۷)۔ اسی طرح تہران میں مسجد سپہ سالار کے دروازے کے کتبے، صفی علی شاہ کے مقبرے، خانقاہ اور صحن کے کتبے اور حدیث مبارک جو درگاہ عبدالعظیم میں حمزہ بن موسیٰ بن جعفر کے مقبرہ کے صحن کے مقابل ہے نیز شہر رے میں شفاخانۂ فیروز آبادی کے دروازے کا کتبہ آپ کے یادر کھے جانے والے کاموں میں شامل ہیں (۸)۔

(۷) "تذکرۂ خوشنویسانِ معاصر جلد اول" از علی راہجیری، تہران ۱۳۶۴ھ ش مطابق ۱۹۸۵ء، ص ۳۹۔

(۸) تاریخ ہنرہای ملی و ہنرمندان ایرانی" ص ۱۰۲۲۔

بسم الله الرحمن الرحیم

بر ارباب خبرت و بصیرت و خداوندان همت و فتوت پوشیده و مستور نیست که عموم ملل حیه متمدنه بتجارب سنوات و قرون
عدیده دانسته و فهمیده اند که راه ترقی و تعالی امروز در دنیا برای نوع بشر منحصر برفع علوم و نشر معارف است هر قوم
و ملتی که از این بهره بی نصیب مانده رو باضمحلال و انقراض گذارده و طولی نکشیده است که آن طایفه و سلسله بعلم حیثیات
خود شان را بایک منظرهٔ وحشتناک و بیک حالت حزن انگیزی تسلیم اقوام و ملل عالمه متمدنه نموده زندگانی قومیت را وداع
گفته اند و بهمین جهت است که روزگار ما اهالی ایران باین تیرگی و سیاهی رسیده و هیچکس در راه ترویج معارف قدمی
برنداشته و تخم سعادتی نکاشته و اگر هم گاهی از گوشه و کنار بدبختی پیدا شده و خواسته است در این راه قدمی بردارد
از آن بیچاره احدی حمایت نکرده و کسی همراهی ننموده است چنانکه این بنده بمقداری که سالهای سال عمر خود را در راه انواع
خطوط ایرانی صرف و با هزاران خون جگر و مصائب این فن را بحدی که شاید موجب تجدید بعضی معارف پروران باشد
رسانیده ام بخیال تسهیل تحصیل خط که سالهاست ابنای این آب و خاک دچار ند افتاده از هر کس استعانت جسته جز
فرمایشات یأس آمیز نشنفت بالاخره از فرط عشقی که در انجام این کار داشت تمام دارائی خود را فروخته و خود را مستغرق
قرض و پریشانی کرده دورهٔ رسم المشق را ترتیب داده و بطبع رسانید اینک که سه چهار سال است از این مقدمه میگذرد
آن مقداری را که بطبع رسانیده بود فروخته و ضمناً معلوماتی در تکمیل و رفع نواقص آن حاصل کرده است که اگر آقایان و سروران این قوم
در این موقع با این بنده ناچیز معاضدت و مساعدت فرمایند اقدامی کافی و سعی وافی در طبع ثانوی رسم المشق نموده راه سهولت
تحصیل خط را بهتر و آسانتر از دورهٔ اول خواهد کرد شهر محرم سنه ۱۳۲۹ الاحقر محمد حسین عمادالکتاب

□ عمادالکتاب کے خط نستعلیق کا ایک نمونہ

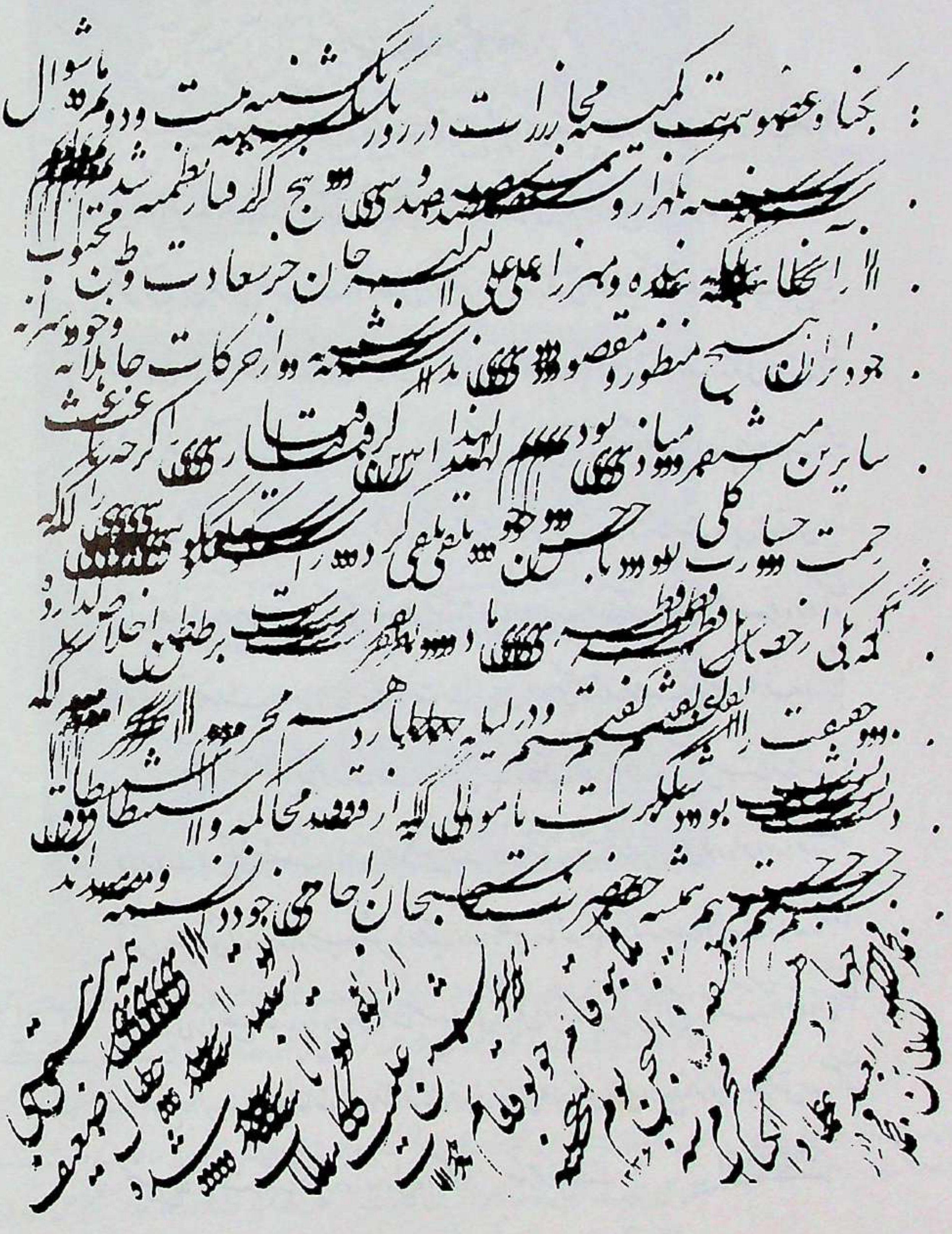

خط نستعلیق میں سیاہ مشق بہ خط عماد الکتاب

شیخ عبدالعزیز الرّفاعی

شیخ عبدالعزیزالرّفاعی

شیخ محمد عبدالعزیز الرفاعی موجودہ صدی کے اوائل میں ترکی کے عظیم خطّاط گزرے ہیں۔ آپ [illegible] میں ماچقہ (Machka) میں پیدا ہوئے، جو صوبہ ترابزون (Trabzon) کا ایک ضلع ہے [1]۔ بچپن ہی میں آپ آبائی قصبے سے استنبول کے گاؤں قاضی خان، منتقل ہوگئے۔ آپ نے فن خطّاطی کا آغاز ابتدائی تعلیم کے دوران ہی کر دیا اور مشہور خطّاط عارف آفندی کے ساتھ بغرضِ تربیت کام شروع کیا۔ بعد میں آپ نے نوری عثمانی مدرسۂ خطّاطی، قاضی خان میں کئی برس تک مختلف خطوط سیکھے۔ خط ثلث اور خط نسخ میں مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ کو اپنے اساتذہ عارف آفندیؒ اور محسن زادہ عبداللہ بے (خطّاطِ اعلیٰ) کی جانب سے اجازہ (ڈپلوما) دیا گیا۔ اسی دوران آپ نے خطِ تعلیق کی تعلیم خطّاط حسن حسنی آفندی سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ کو خطِ تعلیق اور خط ثلث میں مزید مہارت اس عہد کے عظیم خطّاط سامی آفندی کی رفاقت میں حاصل ہوئی۔ سامی آفندی ترک خطّاطوں میں اپنے خوبصورت خط اور مختلف خطوط میں کی گئی اجتہادی تبدیلیوں کی وجہ سے مشہور و معروف ہیں [2]۔

فن خطّاطی میں باقاعدہ تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ نے پہلی ملازمت شیخ الاسلام کے دفتر میں بحیثیت محرر (Clerk) کی۔ کچھ عرصے بعد آپ کو اپنے خوبصورت خط، ذاتی محنت، حسنِ اخلاق اور اعلیٰ کارکردگی کے اعتراف میں ترقی دی گئی اور چوتھے درجے کا تمغۂ مجیدیہ (4th Degree Mejidia Medal) بھی عطا کیا گیا [3]۔ شیخ الاسلام کے دفتر میں خطّاطی کے کام کے علاوہ آپ نے اسلحہ خانے کے مدرسے اور محمودیہ ہائی اسکول میں بھی طلبا کو فن خطّاطی کی تعلیم دی۔ شیخ عبدالعزیز الرفاعی کو خطّاطی کے علاوہ تصوف سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ ترکی کے قیام کے دوران آپ کا ادارۂ مشیختِ اسلام سے برابر تعلق قائم رہا۔ اس سلسلے میں آپ نے صوفی احمد آفندی کے خطبات میں باقاعدہ شرکت کی اور علماء کی جانب سے سند بھی حاصل کی۔ بعد ازاں ام کنعان درگاہ کے سجادہ نشین کنعان [illegible] تصوف کی سند

(۱) "فن الخط" مرتبہ مصطفی او غور درمان ص ۲۱۵

(۲) HATTAT AZIZ EFENDI, Page. 44

(۳) HATTAT AZIZ EFENDI, Page. 44

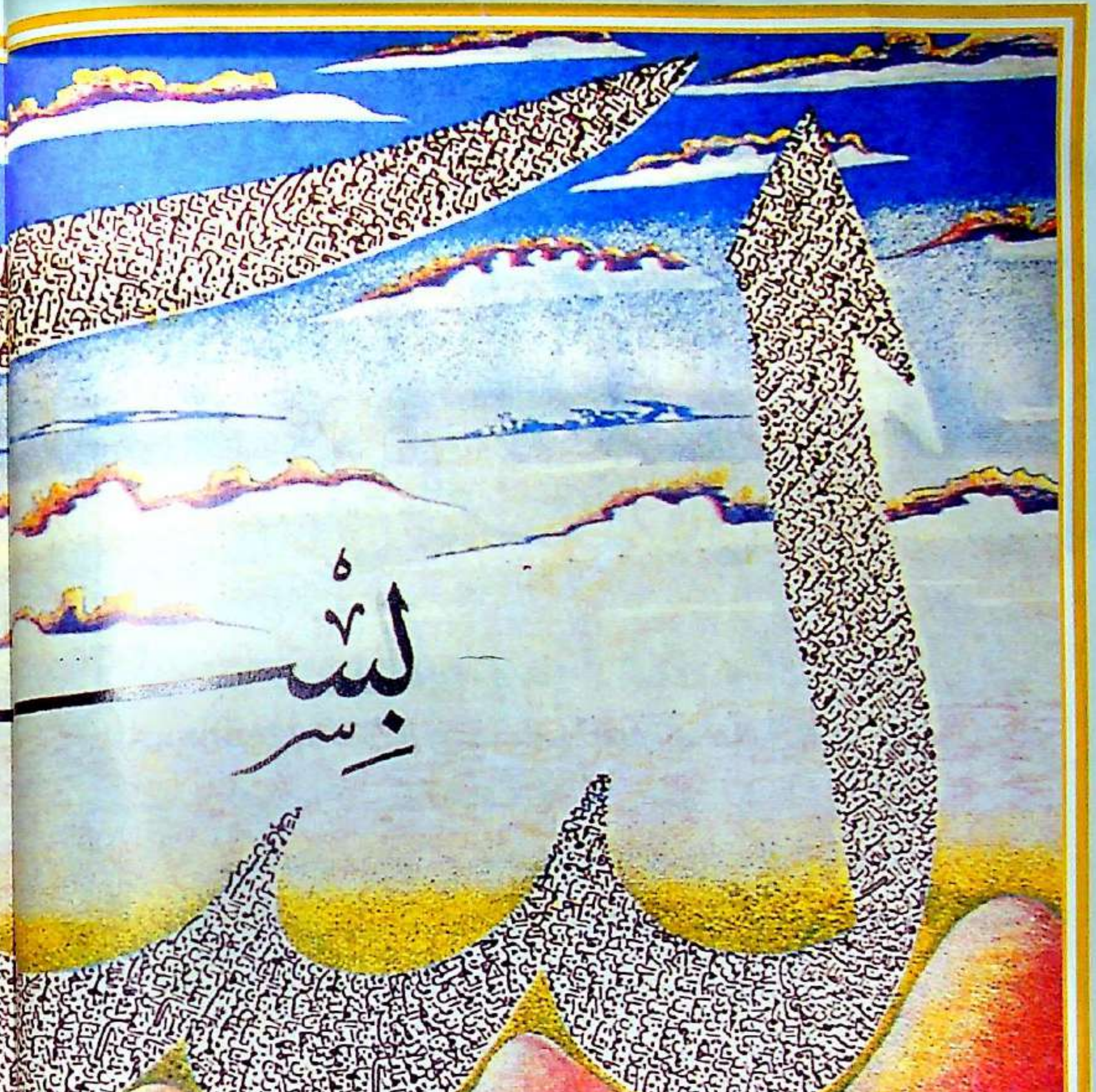

☐ شیخ عبدالعزیز الرفاعی کے کمالِ فن کا ایک نادر نمونہ

جس میں: خطِ ثلث جلی میں بسم اللہ اور بڑے دائرے میں والقرآن الحکیم، لفظ یٰس کی آؤٹ لائن کے اندر مکمل سورۂ یٰس اور "ی" کے دو نقطوں میں آیۃ الکرسی لکھی ہے۔
چھوٹے دائرے میں رسول اللہ ﷺ کا شجرہ اور اوپر مد میں علی الترتیب سورۃ الضحٰی، سورۃ الانشراح، سورۃ القدر، سورۃ النصر، سورۃ الاحد، سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۂ فاتحہ انتہائی مہارت سے لکھی ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم
والقرآن الحكيم

□ عثمانی ترکی میں ایک عبارت جسے خطِ ثلث جلی میں شیخ عبدالعزیز الرفاعی نے خوب صورت انداز سے لکھا۔

حاصل کی (۴)۔

مصر کے شاہ احمد فواد اوّل نے ۱۹۲۰ء میں کسی ماہر خطّاط سے قرآن مجید کی خوبصورت کتابت کرانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ شاہی عملے نے اس مقصد کی خاطر کسی ماہر خطّاط کی تلاش شروع کر دی۔ بالآخر یہ طے پایا کہ عزیز الرفاعی ہی دنیا بھر میں وہ خطّاط ہیں، جو اس کام کو بطریقِ احسن انجام دے سکتے ہیں، چنانچہ شاہ کی جناب سے آپ کو مصر آنے کی دعوت دی گئی۔ اس زمانے میں آپ شیخ الاسلام کے دفتر میں ملازم تھے۔ شیخ الاسلام نے آپ کو چھے ماہ مصر میں قیام کی اجازت دی، چنانچہ اس کارِ نیک کی خاطر آپ ترکی سے مصر پہنچ گئے۔ شاہ فواد کی خواہش تھی کہ اس قرآن مجید کو سونے کے پانی سے مرصّع (Inlayed) کیا جائے، چنانچہ آپ کو آٹھ ماہ مزید مصر میں قیام کرنے کی دفترِ شیخ الاسلام سے اجازت دی گئی۔ اسی عرصے میں ترکی میں خلافت کے خاتمے کا حادثہ ہوا اور ترکی کو جمہوریہ قرار دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں شیخ الاسلام کے عہدے کو بھی ختم کر دیا گیا۔ ان حالات میں مصری حکومت کی جانب سے آپ کو مصر ہی میں قیام کی پیشکش کی گئی تاکہ آپ کے ذریعے مصر میں فن خطّاطی کو فروغ حاصل ہو۔ عزیز الرفاعی نے اس پیشکش کو منظور کر لیا اور قاہرہ

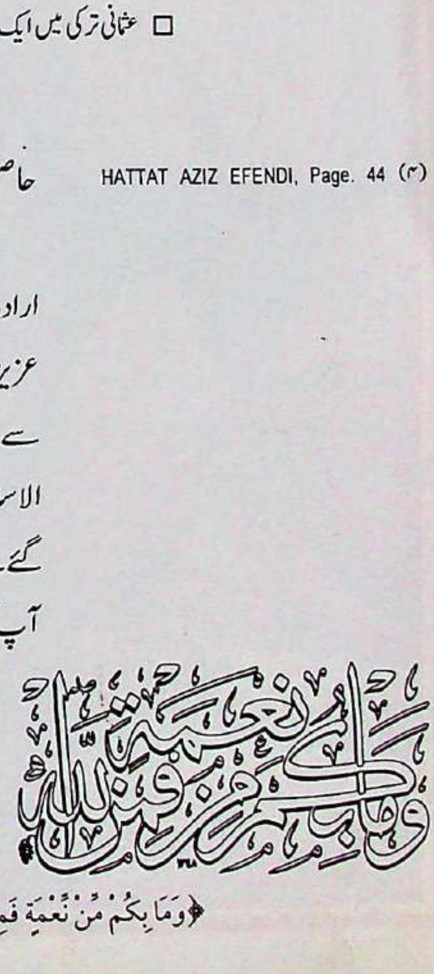

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ﴾

(۴) HATTAT AZIZ EFENDI, Page. 44

﴿ألا إلى اللهِ تَصِيرُ الأمُورُ﴾

یا مُفتّحَ الأبوابِ افتحْ لنا خیرَ البابِ

□ بہ خط شیخ عبدالعزیز الرفاعی

القَناعةُ کنزٌ لا یفنٰی

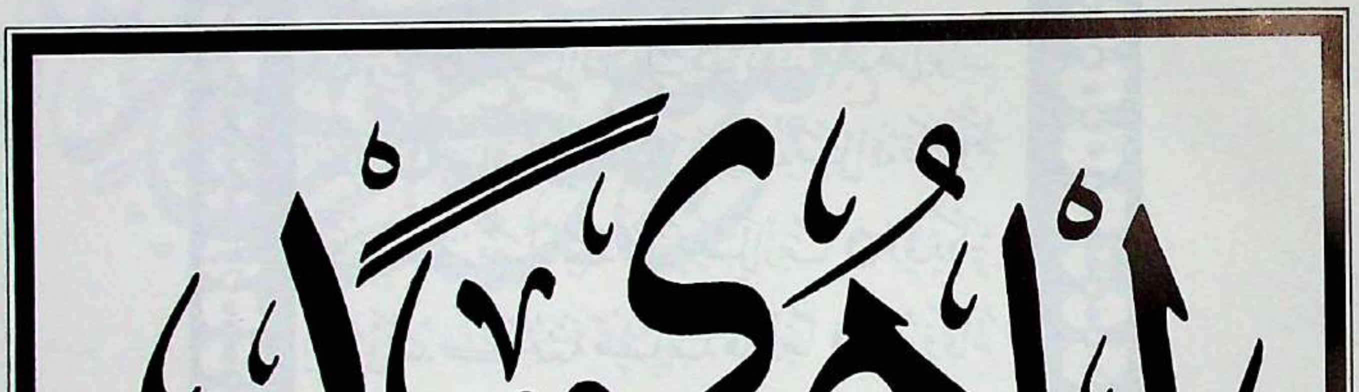

□ خط ثلث جلی میں هُدیً لِلمُتّقِین بہ خط شیخ عبدالعزیز الرفاعی

توكلنا على رب السماء

عن ام حبيبة قالت سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
يقول من حافظ على اربع ركعات قبل الظهر واربع بعدها حرمه
الله تعالى على النار ۞ عن ابي ايوب رض ۞ قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ۞ اربع قبل الظهر ليس فيهن تسليم تفتح لهن ابواب
السماء ۞ عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل اربعا ۞ وفي رواية
اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا ۞ وروي انه
صلى الله عليه وسلم كان يصلي اربع ركعات بعد
الزوال لا يسلم الا في اخرهن وقال انها ساعة تفتح ابواب السماء
فاحب ان يصعد لي فيها عمل صالح ۞ اللهم صل وسلم على نبي الرحمة
كتبه الفقير السيد الشيخ محمد عبد العزيز الرفاعي غفر الله ذنوبه

وسلمنا باسباب القضاء

□ خط ثلث ونسخ کا خوبصورت نمونہ بہ خط شیخ عبدالعزیز الرفاعی

﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴾ (سورة یٰس آیت ۳۸)

کے محلے خلیل آغا میں خطّاطی کا اسکول قائم کیا۔ ساتھ ہی شیخ صالح مدرسے میں خطّاطی کی تعلیم کا آغاز کیا۔ اس کے علاوہ مدرسۂ تحسین الخطوط کے قیام کی کوششیں کیں۔ اس مشہور عالم ادارے کے قیام کے بعد آپ اس کے پہلے سربراہ مقرر ہوئے۔ محققین فنِ خطّاطی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کا قاہرہ میں گیارہ سالہ قیام ہی مصر اور دیگر عرب ممالک میں فن خطّاطی کی ترویج کا سبب بنا(۵)۔ بعد ازاں خرابیٔ صحت کی بنا پر آپ وطن واپس پہنچ گئے، جہاں ۱۶، اگست ۱۹۳۴ء کو آسمانِ خطّاطی کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ آپ کی تدفین ادرنہ کاپی قبرستان، استنبول میں ہوئی(۶)۔

شیخ عبدالعزیز الرفاعی کو تمام خطوط پر مہارت حاصل تھی۔ ساتھ ہی فن تذہیب (Illumina-tion) سے بھی خوب واقف تھے۔ ابتدا میں آپ ''عبدالعزیز ایوبی'' یا صرف ''عزیز'' کے نام سے اپنے تیار کیے گئے نمونوں پر دستخط کرتے تھے، بعد کے ادوار میں ''شیخ محمد عبدالعزیز الرفاعی'' لکھنے لگے۔ آپ نے فنِ خطّاطی کے بے شمار شہ پارے تخلیق کیے جن میں سے چند یہ ہیں: برصہ کی جامع مسجد میں دو عدد فریم شدہ کتبات، ۱۲ عدد قرآن مجید کے نسخے، ۶ عدد حلیہ ہائے مبارکہ جنہیں مختلف خطوط میں لکھا، قصیدۂ بردہ شریف

(۵) شیخ عبدالعزیز الرفاعی کے دورانِ قیام قاہرہ، جن تلامذہ نے آپ سے فن خطّاطی میں استفادہ کیا ان کے نام یہ ہیں: طاہر الکردی، محمد علی مکاوی، محمد آفندی الشحات، محمد احمد عبد العال، محمد رزق موسیٰ، محمد آفندی حافظ، عبدالقادر آفندی، نجم الدین آفندی، عبدالرزاق سالم، احمد آفندی مختار اور عبدالرحمٰن حافظ۔

بعد کے ادوار میں ان خطّاطوں نے مصر و دیگر ممالک میں فن خطّاطی کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے۔

HAT.TAT AZIZ EFENDI, Page.37

شیخ عبدالعزیز الرفاعی کا فنی فیض مصر و دیگر عرب ممالک تک تو پہنچا ہی، اہل پاکستان بھی اس سے محروم نہ رہے۔ اس

بارے میں سید نفیس الحسینی مد ظلہ راوی ہیں کہ ریلوے روڈ، لاہور پر واقع "عرب ہوٹل" میں شیخ عبدالعزیز الرفاعی کے مصر میں مطبوعہ کتبے بڑی تعداد میں آویزاں تھے۔اس ہوٹل میں حافظ محمد یوسف سدیدی اور سید نفیس الحسینی اکثر جاتے اور ان کتبوں کا بغور مشاہدہ کرتے۔انہی کتبوں کو دیکھ دیکھ کر ہمارے عہد کے یہ دو عظیم خطاط عربی خطوط عالمی معیار کے مطابق لکھنے کی طرف مائل ہوئے ورنہ ان سے قبل ہمارے ہاں عربی خطوط قدیم انداز سے لکھے جاتے تھے۔ پاکستان میں معیاری عربی خطوط رائج کرنے کا سہرا انہی بزرگ خطاطوں کے سر ہے۔ شیخ عبدالعزیز الرفاعی کے دورانِ قیامِ مصر، محمد توفیق اور محمد نجیب نے آپ کی خطاطی کے کئی نمونے بڑی تعداد میں شایع کرائے تھے۔ یہی کتبے برصغیر سے حجاز مقدس جانے والے حضرات واپسی پر اپنے ہمراہ لاتے اور فریم کراکے آویزاں کرتے تھے۔

هذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ

خوبصورت خط تعلیق میں، خطِ ثلث و نسخ میں قصیدۂ میمیہ۔اس کے علاوہ ۲۰ سے زائد کراسے (خطاطی سیکھنے کے لیے رہنما کتب) لکھے۔ان میں سے ایک کراسہ راقم کے پاس موجود ہے، جس میں خط ثلث اور خط نسخ سیکھنے والوں کے لیے مفید مشقیں درج ہیں۔ان کتب میں سے بیشتر مصر میں طبع ہوئیں۔ آپ کی خطاطی کے

(٦) "فن الخط" مرتبہ مصطفی اوغور درمان ، ص ٢١٥

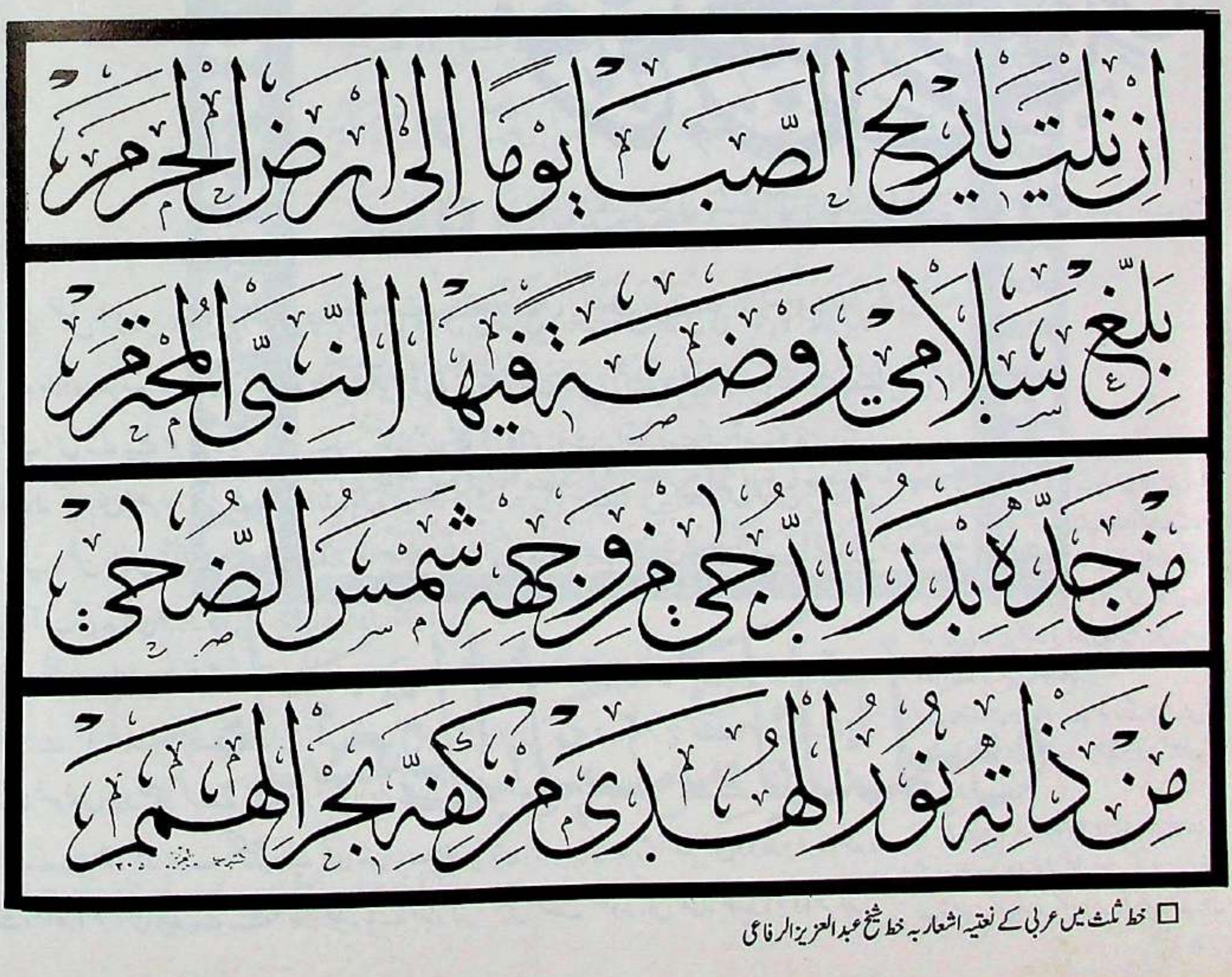

☐ خط ثلث میں عربی کے نعتیہ اشعار بہ خط شیخ عبدالعزیز الرفاعی

□ شیخ عبدالعزیز الرفاعی کے خط میں قطعہ جس میں اوپر خط ثلث میں آیت قرآنی اور نیچے نسخ میں حدیث مبارک لکھی ہے

نمونے ترکی، مصر اور دیگر ممالک کے عجائب خانوں اور ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہیں [۷]۔ عزیز الرفاعی کے صاحبزادے اکرم حقی ایوردی ترکی کے مشہور معمار (Architect) اور نوادر خطاطی جمع کرنے کے شوقین گزرے ہیں۔ ان کے ذاتی ذخیرے میں عزیز الرفاعی کے فنّی آثار بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ عزیز الرفاعی کے پوتے ڈاکٹر علی گل ایوردی اسلامی تاریخ وفنون کے محقق تھے، جن کا انتقال استنبول میں ۱۹۸۶ء میں ہوا [۸]۔ عزیز الرفاعی کے حالات زندگی اور فنی آثار کا خوبصورت مجموعہ ترکی زبان میں ”خطّاط عزیز آفندی“ (Hattat Aziz Efendi) کے نام سے ۱۹۸۸ء میں استنبول سے شائع ہو چکا ہے۔

(۷) HATTAT AZIZ EFENDI, Page. 44

(۸) IRCICA Newsletter istanbul No. 11, April 1986, Page. 32

اَلنَّجاۃُ فِی الصِّدْقِ

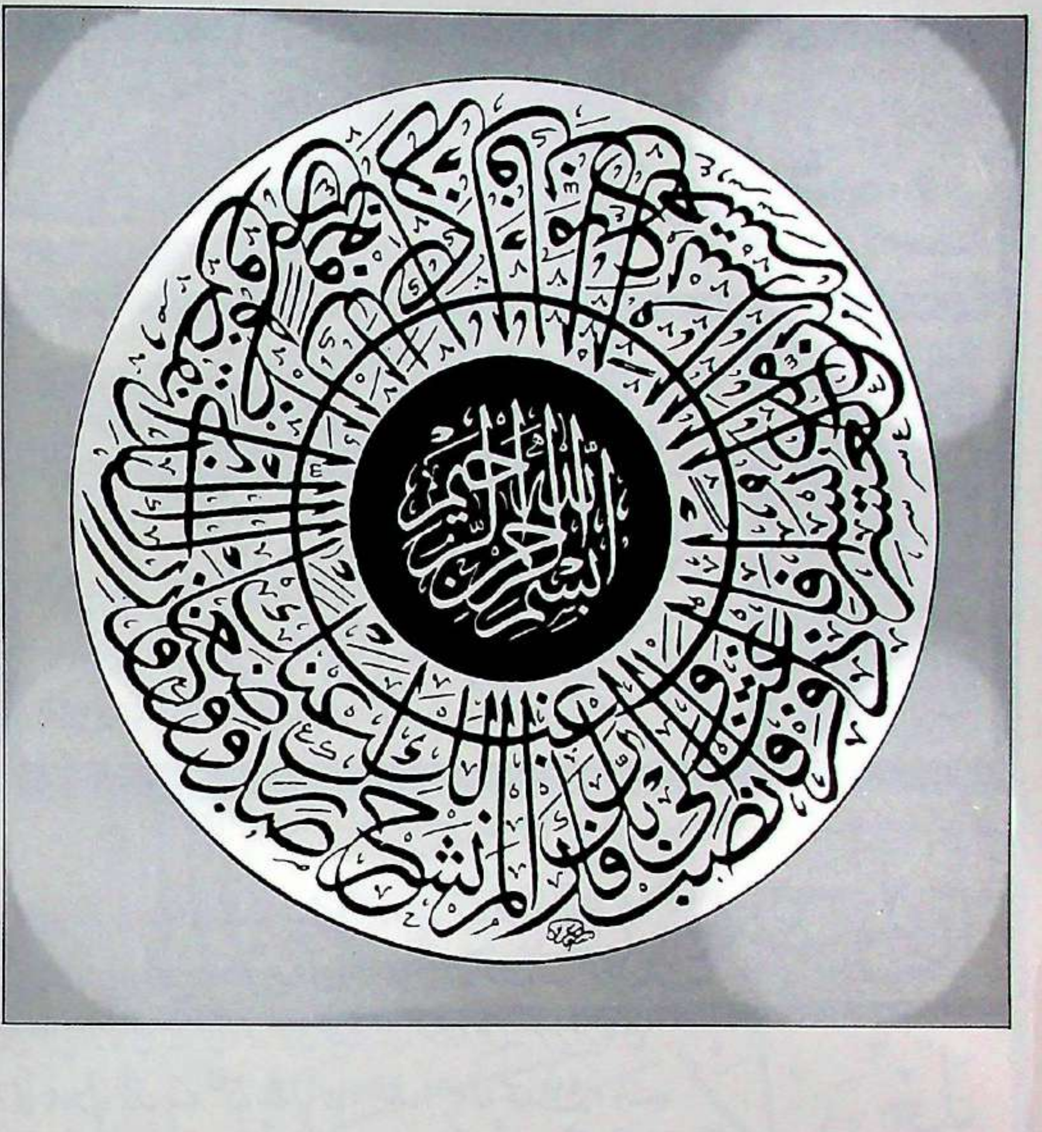

خط ثلث میں سورۃ الانشراح
بہ خط شیخ عبدالعزیز الرفاعی،
دائرہ کی شکل میں۔ فارغب کے
"ب" کو انتہائی خوبصورتی سے
دائرہ کی شکل میں پیش کیا ہے۔

الطُرُقُ کُلُّها آداب

اسماعیل حقّی آفندی

اسماعیل حقی آفندی

بیسویں صدی عیسوی کے معروف ترک خطاطوں میں اسماعیل حقی آفندی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔
آپ کی پیدائش ۹، فروری ۱۸۷۳ء کو استنبول کے محلے قورو چشمہ میں ہوئی[۱]۔ آپ کے بزرگوں میں پانچ پشتوں تک خطاط گزرے ہیں۔ ابتدائی مکتب کی تعلیم کے بعد "فاتح" نامی اعلیٰ تعلیمی ادارے سے آپ نے سند حاصل کی۔ فن خطاطی میں سب سے پہلے اپنے والد محمد علمی آفندی سے ثلث و نسخ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اس دور کے معروف ترک خطاط سامی آفندی سے خطِ دیوانی جلی دیوانی، طغرانویسی اور ثلث کی مزید تعلیم حاصل کی[۲]۔ اسماعیل حقی فن خطاطی میں اعلیٰ مہارت کے ساتھ ساتھ فن تذہیب میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اس فن میں پہلے اپنے والد سے تربیت حاصل کی، بعد ازاں ترکی کے اس دور کے ماہر مذہّب اور مجلّد بہاء الدین آفندی سے اس فن کی مزید تحصیل کی اور اس فن میں کمال حاصل کیا[۳]۔

۱۸۹۰ء میں آپ نے شاہی ملازمت حاصل کی، جہاں آپ کو طغرا کش (طغرا لکھنے والے) کا عہدہ دیا گیا، اسی وجہ سے طغرا کش آپ کے نام کا جزو بن گیا اور آج بھی آپ اسماعیل حقی طغرا کش کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے فنون لطیفہ کے ادارے میں بھی خطاطی کی تعلیم پائی اور سند حاصل کی[۴]۔ ۱۸۹۸ء میں آپ طوپ قاپو (استنبول کا مشہور عجائب گھر، جو پہلے شاہی محل تھا) میں رسم (تصویر سازی) کے استاد مقرر ہوئے۔ اس کے بعد آپ کا تبادلہ شاہی ادارے میں کر دیا گیا، جہاں سات سال کام کرنے کے بعد آپ نے استعفا دے دیا۔ ۱۹۱۱ء میں آپ استنبول کے ادارے دار المعلّمین میں استاد خطاطی مقرر کیے گئے اور دس سال تک اس عہدے پر کام کیا۔ اس کے بعد آپ مدرسۃ الخطاطین میں طغرا اور جلی خط کے استاد مقرر ہوئے۔ اسی دوران ترکی میں کمالی انقلاب آگیا۔ عربی رسم الخط کو بجبر ترک کر دیا گیا نتیجتاً آپ کی ملازمت کا بھی خاتمہ ہو گیا[۵]۔ ۱۹۳۶ء کے بعد آپ اکادمی فنونِ جمیلہ میں فنِ زخرفہ سکھاتے رہے[۶]۔

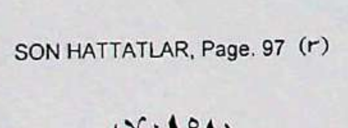

(۱) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۲۰۔

(۲) SON HATTATLAR, Page. 97

(۳) SON HATTATLAR, Page. 97

(۴) SON HATTATLAR, Page. 97

(۵) SON HATTATLAR, Page. 97

(۶) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۲۰۔

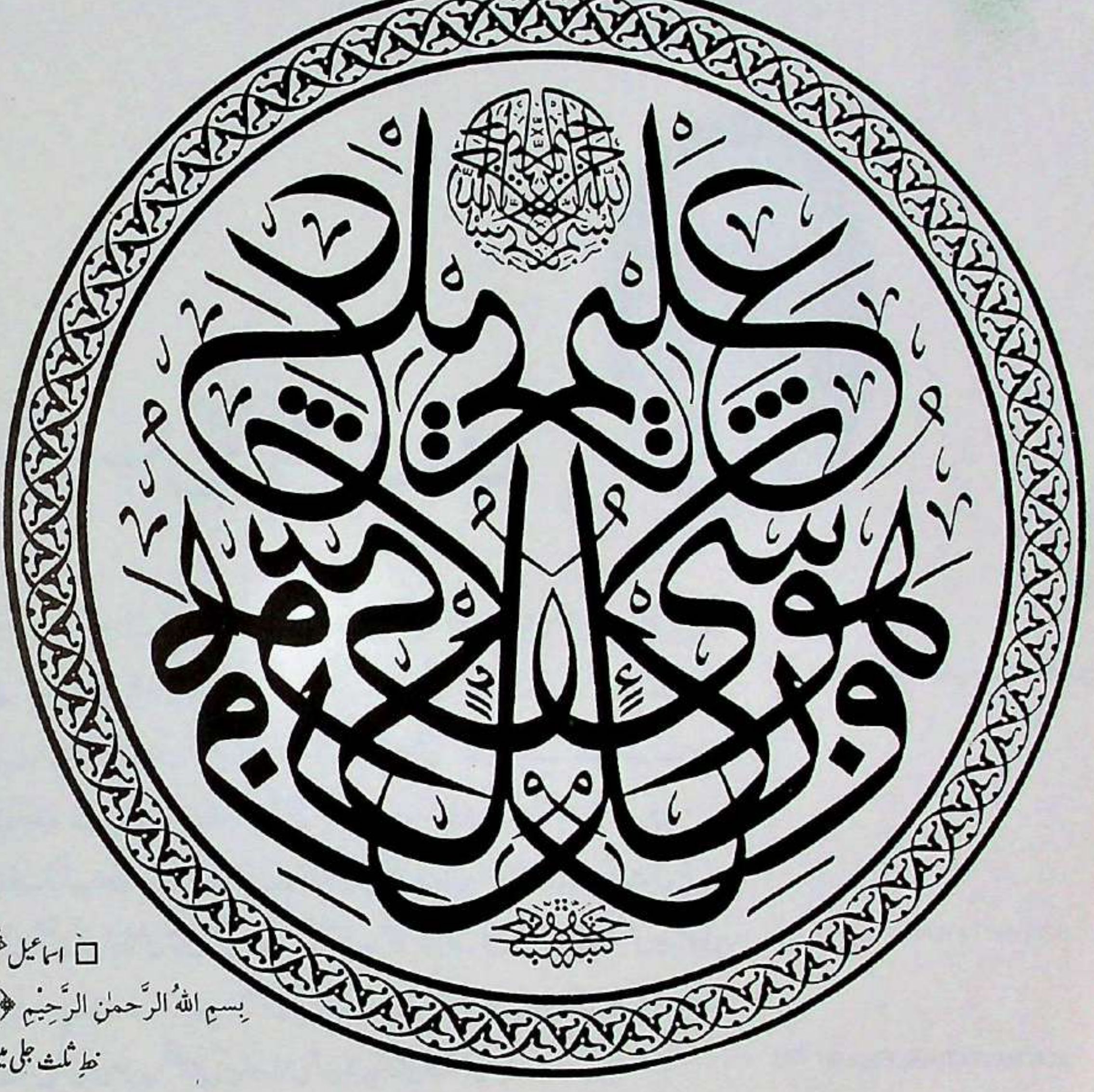

□ اسماعیل حقی کے قلم سے
بِسمِ اللهُ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم﴾
خطِ ثلث جلی میں بشکل متناظرہ۔

اسماعیل حقی اپنے عہد میں صف اول کے خطاط، مذہب اور رسام تھے۔ آپ نے کئی شاگردوں کو خطاطی وطغرانویسی میں تربیت دی۔ آپ اپنے شاگردوں سے انتہائی شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے اور انہیں اپنے بچوں کی طرح رکھتے اور ان کی فنّی ترقی کے لیے آپ برابر کوشاں رہتے (۷)۔ آپ کے تخلیق کردہ ہر شہ پارے سے فنونِ لطیفہ میں آپ کی اعلیٰ مہارت اور فطری استعداد کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ترکی کی کئی معروف مساجد بشمول جامع سلیمیہ، ادرنہ قاپی، زینب سلطان، عبدی سوباشی، لالہ لی، شمسی پاشا اور آغا نامی جامع مسجدوں میں آپ کی خطاطی کے مختلف نمونے آپ کے کمالِ فن کے شاہد ہیں (۸)۔

آخری عمر میں اسماعیل حقی کو مرضِ سرطان لاحق ہو گیا تھا۔ اسی مرض میں آپ کا انتقال ۱۹، جولائی ۱۹۴۶ء کو ہوا۔ آپ کی آخری آرام گاہ استنبول کے معروف قبرستان قرہ جہ احمد میں واقع ہے (۹)۔

(۷) IRCICA Newsletter Istanbul No. 40, August 1996, Page. 25

(۸) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۲۰۔

(۹) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۲۰۔

﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُمْ﴾

□ بقلم اسماعیل حقی آفندی

هُوَ اللهُ لا إِلٰهَ إِلا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ

□ اسماعیل حقی کے قلم سے

□ یہ خط اسماعیل حقی قرآنی آیت
«رأسُ الحِکمۃِ مَخافۃُ اللہِ»
دائرے کی شکل میں

﴿إنَّ اللہَ علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیرٌ﴾
(سورة البقرة آیت ۲۰)

□ یہ خط اسماعیل حقی آفندی

الرِّزْقُ عَلَى اللهِ

﴿وَاللهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ﴾

﴿فَاللهُ خَيْرٌ حَافِظًا
وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾

□ اسماعیل حقی کے قلم سے خط ثلث جلی میں
﴿ نُورٌ عَلٰی نُورٍ ﴾ (سورۃ نور آیت ۳۵)
دائرہ کی صورت میں

□ بہ خط اسماعیل حقی خط ثلث جلی میں
رُتبَۃُ العِلمِ أعلَی الرُّتَبِ
اس میں اسماعیل حقی نے دونوں "ع" مکمل صورت میں
اور درمیان میں نہایت خوبصورت انداز سے لکھے۔

حامد الآمدی

حامد الآمدی

حامد الآمدی عہد سلطنت عثمانیہ کے خطاطوں کے سلسلے کے آخری عظیم خطاط تھے۔ آپ کا اصل نام شیخ موسیٰ عزمی تھا، مگر آپ ساری دنیا میں حامد الآمدی یا حامد ایتاچ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۸۹۱ء میں آمد (Amid) میں ہوئی، جو ترک صوبہ دیار بکر کا ایک قریہ ہے [۱]۔ بچپن سے ہی آپ کو فنِ خطاطی سے دلچسپی تھی۔ ایک روز، ابتدائی مدرسے کی تعلیم کے دوران آپ قرآن مجید کے حاشیے پر قرآنی آیت کی خطاطی کر رہے تھے۔ استاد نے ایسا کرنے پر آپ کو سزا دی، کیوں کہ انہیں قرآن پاک پر لکھنا پسند نہ آیا۔ اس سزا کا نتیجہ یہ نکلا کہ حامد الآمدی کا شوق مزید بڑھ گیا اور آپ نے آمد ہی میں مسلسل مختلف خطوط کی مشق جاری رکھی [۲]۔

اُس عہد میں استنبول فنِ خطاطی کا بہت بڑا مرکز تھا۔ حامد الآمدی بھی اپنے شوق کی تکمیل اور فنِ خطاطی میں مزید تحصیل کی خاطر پندرہ سال کی عمر میں آمد سے استنبول پہنچ گئے [۳] یہاں آپ نے خطاط مدحت بے کے مشورے اور حوصلہ افزائی کی بنا پر فنون لطیفہ کی اکادمی میں داخلہ لے لیا۔ اسی دوران آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ان مشکل حالات میں آپ کو ایک سرکاری اسکول میں ڈرائنگ اور خوشنویسی (Penman-ship) کے استاد کی حیثیت سے ملازمت کرنا پڑی۔ بعد ازاں انکم ٹیکس آفس میں بھی ملازمت کی۔ کچھ عرصے بعد آپ کو مکتبۂ حربیہ (وزارتِ جنگ) کے مطبع میں خطاط کی حیثیت سے ملازمت مل گئی، یہاں آپ نے استاد نظیف بے سے تلمذ اختیار کیا اور ان سے خوب فیض اٹھایا۔ نظیف بے اسی دفتر میں خطاط اعلیٰ تھے۔ نظیف بے سامی آفندی کے مایہ ناز شاگرد تھے [۴]۔ نظیف بے کے انتقال کے بعد حامد الآمدی کو اسی عہدے پر مامور کیا گیا۔ اس مطبع میں آپ نے سات سال تک کام کیا۔ اسی دوران پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہو گیا، چنانچہ آپ جرمنی چلے گئے اور فوجی نقشوں کی تیاری کے سلسلے میں ایک سال تک خدمات انجام دیں [۵]۔ جرمنی سے واپسی کے بعد آپ نے ملازمت ترک کر دی اور استنبول کی مشہور شارع، بابِ عالی پر ذاتی دفتر کا آغاز کیا اور

(۱) "حامد آخر الخطاطين العظام" بقلم الدكتور محمدحرب، مجله العربی کویت، جنوری ۱۹۸۳ء ص ۷٦.

(۲) ایضاً۔

(۳) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان میں آپ کی استنبول آمد کا سال ۱۹۰۸ء لکھا ہے (دیکھیے مذکورہ کتاب ص ۲۲۴)

(۴) محمد نظیف بے کا تعلق بلغاریہ کے شہر روسچق سے تھا۔ آپ اسی شہر میں ۱۸۴٦ء میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصے بعد آپ کے والد مصطفیٰ آفندی آپ کو استنبول لے آئے۔ استنبول آمد کے بعد آپ نے خطاطی کی تعلیم کا آغاز کیا۔ ابتدا میں خطاط محمد شفیق بے سے ثلث و نسخ کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں اس دور کے باکمال خطاط سامی آفندی سے

تعلیق، دیوانی جلی، طغرا اور ثلث جلی کی تعلیم حاصل کی۔ اسکے بعد آپ نے اپنی مہارت فن کی بنا پر "دائرۂ ارکان حربیہ" میں ملازمت حاصل کرلی۔ آپ تمام معروف خطوط میں انتہائی مہارت اور خوبصورتی سے لکھنے پر قادر تھے۔ ترکی اور بیرون ترکی آپ کے نوادر خطاطی آج بھی عجائب گھروں اور ذاتی ذخیروں میں محفوظ ہیں۔ نظیف بے کے بارے میں ان کے استاد سامی آفندی کے یہ الفاظ سند کا درجہ رکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے نظیف کو فنِ خطاطی کو مزید خوبصورت بنانے کے لیے پیدا کیا ہے"۔ اس باکمال خطاط کا انتقال استنبول میں ۸، مارچ ۱۹۱۳ء کو ہوا۔ تدفین استنبول کے علاقے بے شکطاش میں قبرستان یحییٰ آفندی میں ہوئی۔

"حامد" کے مستعار نام سے خطاطی کے کام کی ابتدا کی۔ کسے معلوم تھا کہ آگے جا کر یہی مستعار نام اس قدر مشہور ہوگا کہ لوگ اصل نام بھول جائیں گے۔ آپ اپنے مستعار نام "حامد" کے بارے میں اکثر کہا کرتے "جب میں نے فنِ خطاطی سیکھنے کا عزم کیا تو میں "عزمی" تھا اور جب میں نے اس فن میں مہارت حاصل کرلی تو میں اس نعمت کے شکرانے کے طور پر اللہ کی حمد بیان کرنے والا یعنی "حامد" بن گیا"۔ استنبول میں قیام کے دوران اس باعزم نوجوان نے اس دور کے بڑے بڑے خطاطوں سے گہرے رابطے قائم کرلیے اور ان سے مزید فیض اٹھایا۔ ان خطاطوں میں اسماعیل حقی آفندی، خلوصی آفندی، امین آفندی اور رئیس الخطاطین احمد کامل آفندی شامل ہیں (٦)۔

حامد الآمدی کو تمام مروجہ خطوط پر عبور حاصل تھا، البتہ خط ثلث جلی میں جیسا معیاری کام آپ نے پیش کیا ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ آپ نے قرآن مجید کی دو مرتبہ کتابت کی۔ یہ دونوں نسخے آپ کے کمالِ فن کے شاہکار ہیں۔ ان نسخوں کی طباعت ترکی اور جرمنی میں ہوئی ہے (٧)۔ ان میں سے ایک نسخہ، مطبوعہ استنبول، راقم کے پاس موجود ہے۔ اس میں خط ثلث اور خط نسخ اس قدر خوبصورتی سے لکھا ہے کہ نظر نہیں ہٹتی۔ ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ پورے قرآن میں جہاں جہاں لفظ جلالہ "اللہ" یا لفظ "رب" آیا ہے وہ سب ایک کے نیچے ایک اور سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔ پورے قرآن میں یہ اہتمام رکھنا انتہائی مشکل تھا۔ حامد الآمدی نے قرآن کی کتابت ترکی کی معروف روحانی شخصیت اور "رسائل نور" کے مصنف

(٥) مجلّہ العربی کا مذکورہ بالا مضمون ص ۷۹۔

(٦) ایضاً۔

(٧) مجلّہ العربی کا مذکورہ بالا مضمون ص ۸۰۔

هُوَ اللهُ لا إلٰهَ إلا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ

□ حامد الآمدی کے قلم سے

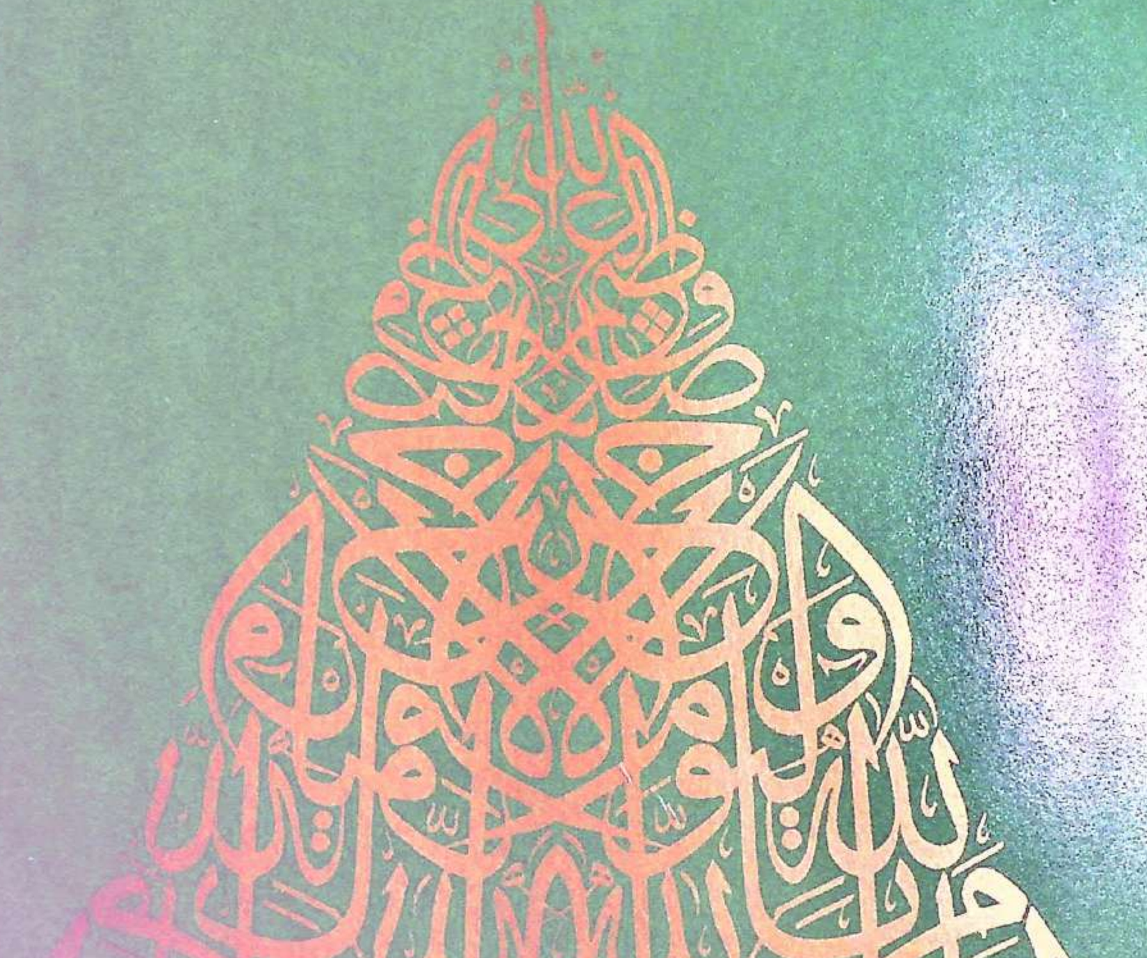

﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ﴾ (سورة توبة آیت ۱۸)

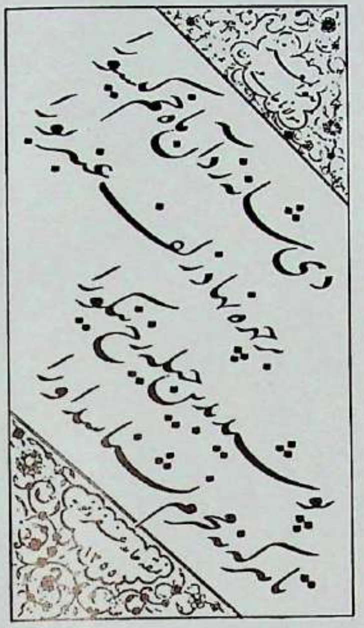

□ حامد الآمدی کے خط میں
مولانا جامی کے فارسی اشعار

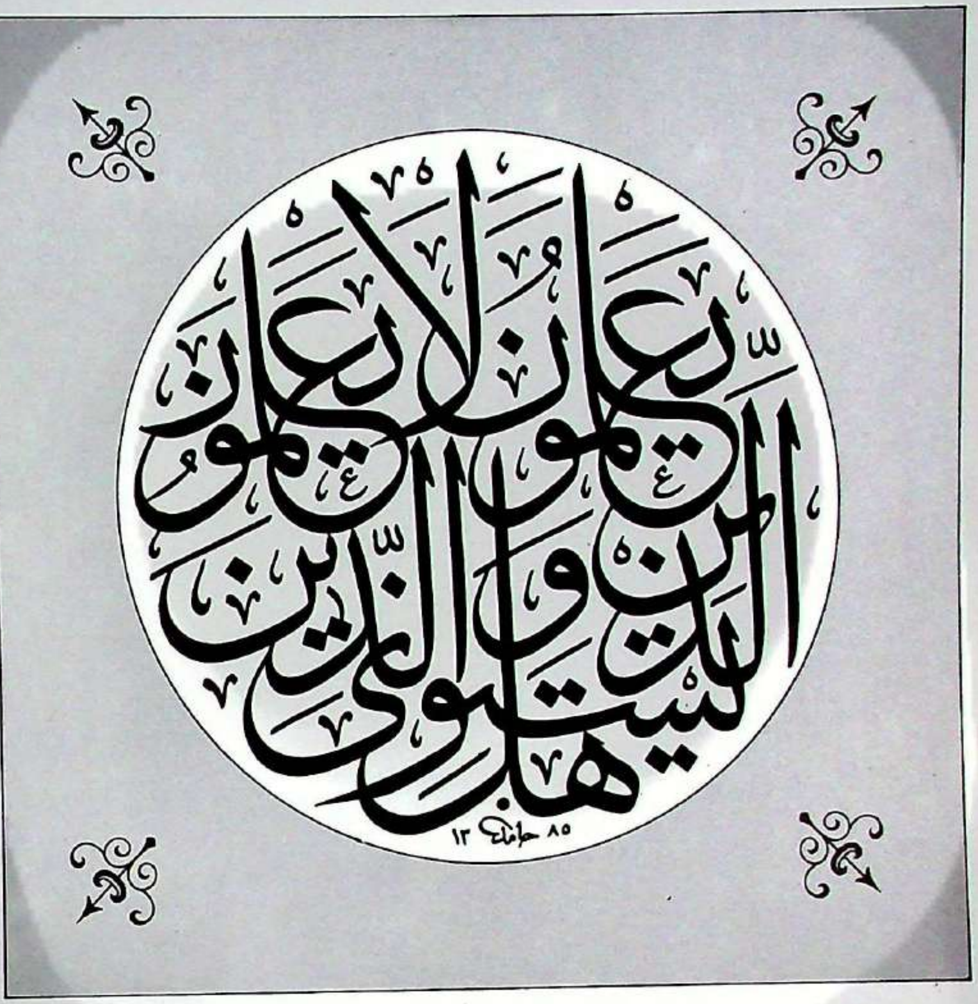

﴿ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْن لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورۃ زمر آیت ۹)

□۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۰۳ خط ثلث اور نسخ میں بہ خط استاد حامد الآمدی

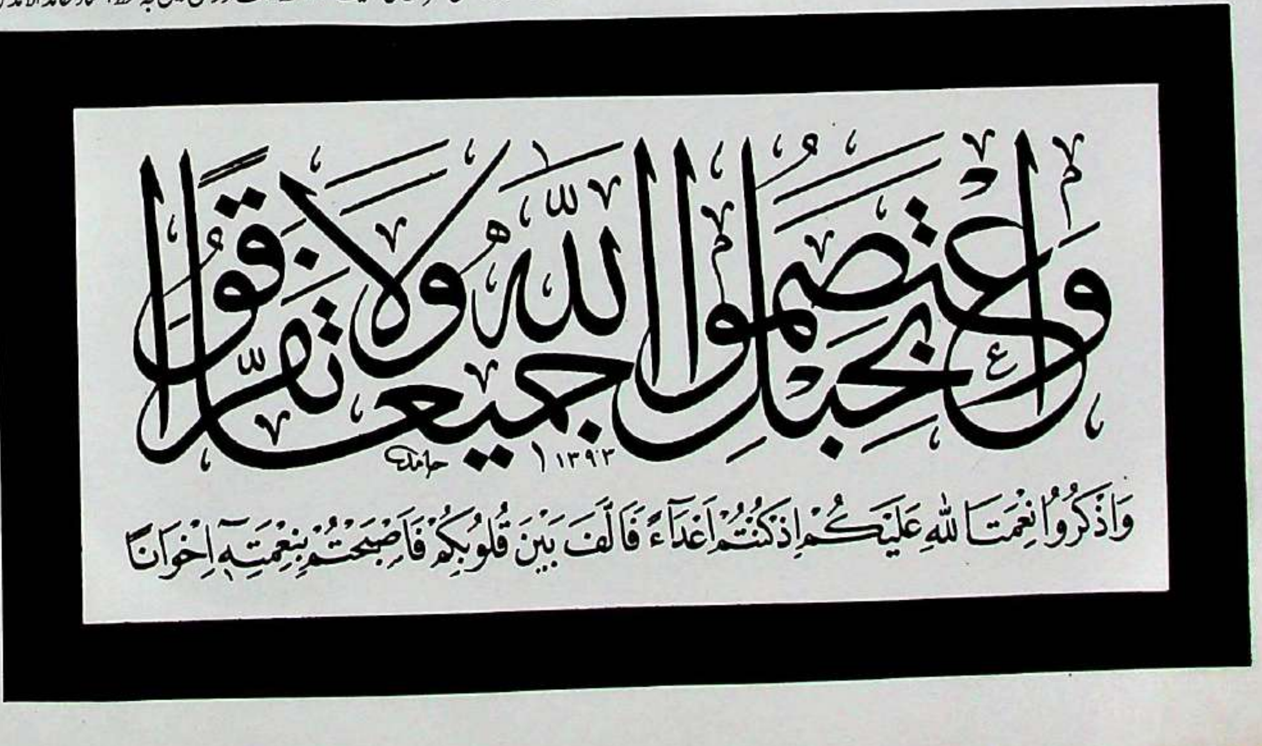

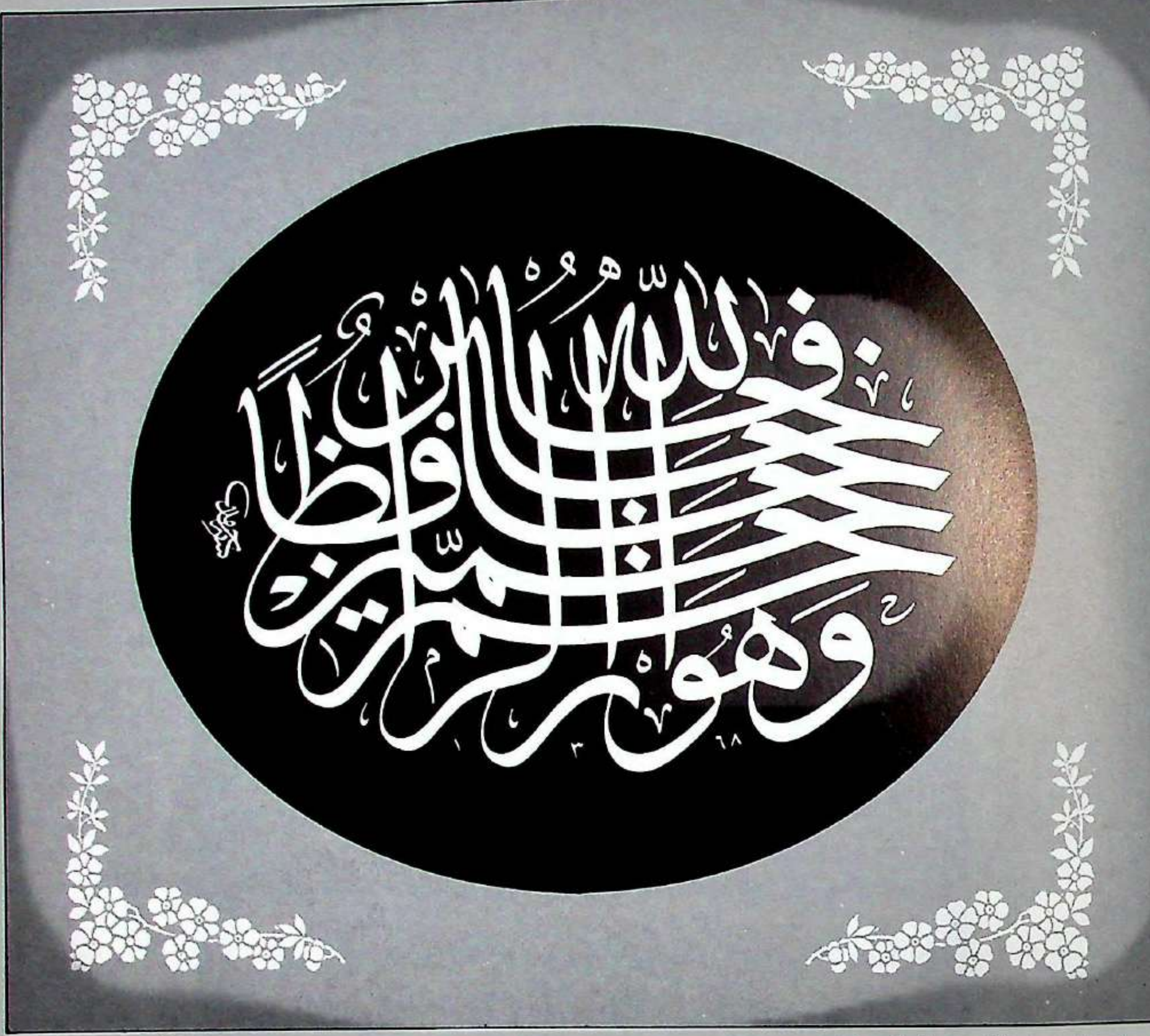

﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِمِيْنَ﴾

□ حامد الآمدی کے قلم سے خط ثلث جلی میں

شیخ بدیع الزماں سعید نورسی کے مشورے پر کی تھی۔ بعد میں اسی نسخے کو سعودی حکومت کی جانب سے کثیر تعداد میں طبع کرایا گیا۔ ۱۹۸۲ء میں طائف میں منعقدہ اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر اس وقت کے سعودی فرماں روا شاہ خالد بن عبدالعزیز نے تمام اسلامی ممالک کے سربراہوں کو اسی قرآن کا ایک ایک نسخہ پیش کیا تھا[۸]۔ حامد الآمدی نے رسول اللہ ﷺ کی چالیس احادیث مختلف خطوط میں لکھیں، جن کا خوبصورت مجموعہ KIRK HADIS کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ نے مختلف سربراہانِ مملکت کے طغرے بھی تیار کیے جن میں ترکی کے سلطان عبدالحمید ثانی، سعودی عرب کے شاہ فیصل اور ایران کے رضا شاہ پہلوی کے طغرے معروف ہیں[۹]۔

حامد الآمدی نے ترکی کی کئی مساجد میں خطاطی کی ہے۔ ان میں، استنبول میں جامع مسجد شیشلی، جامع

(۸) The Art of Turkish Calligraphy by Muammer Ulker, page. 90

(۹) مجلّہ العربی کا مذکورہ بالا مضمون ص ۸۰۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ
يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا مُبِينًا ٣٦ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ
عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا
اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا
قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ
أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ٣٧ مَا
كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ سُنَّةَ اللّٰهِ
فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَقْدُورًا
٣٨ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا
يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ وَكَفَى بِاللّٰهِ حَسِيبًا ٣٩ مَا كَانَ
مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ
اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ٤٠ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ٤١
وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ٤٢ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ
لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ٤٣

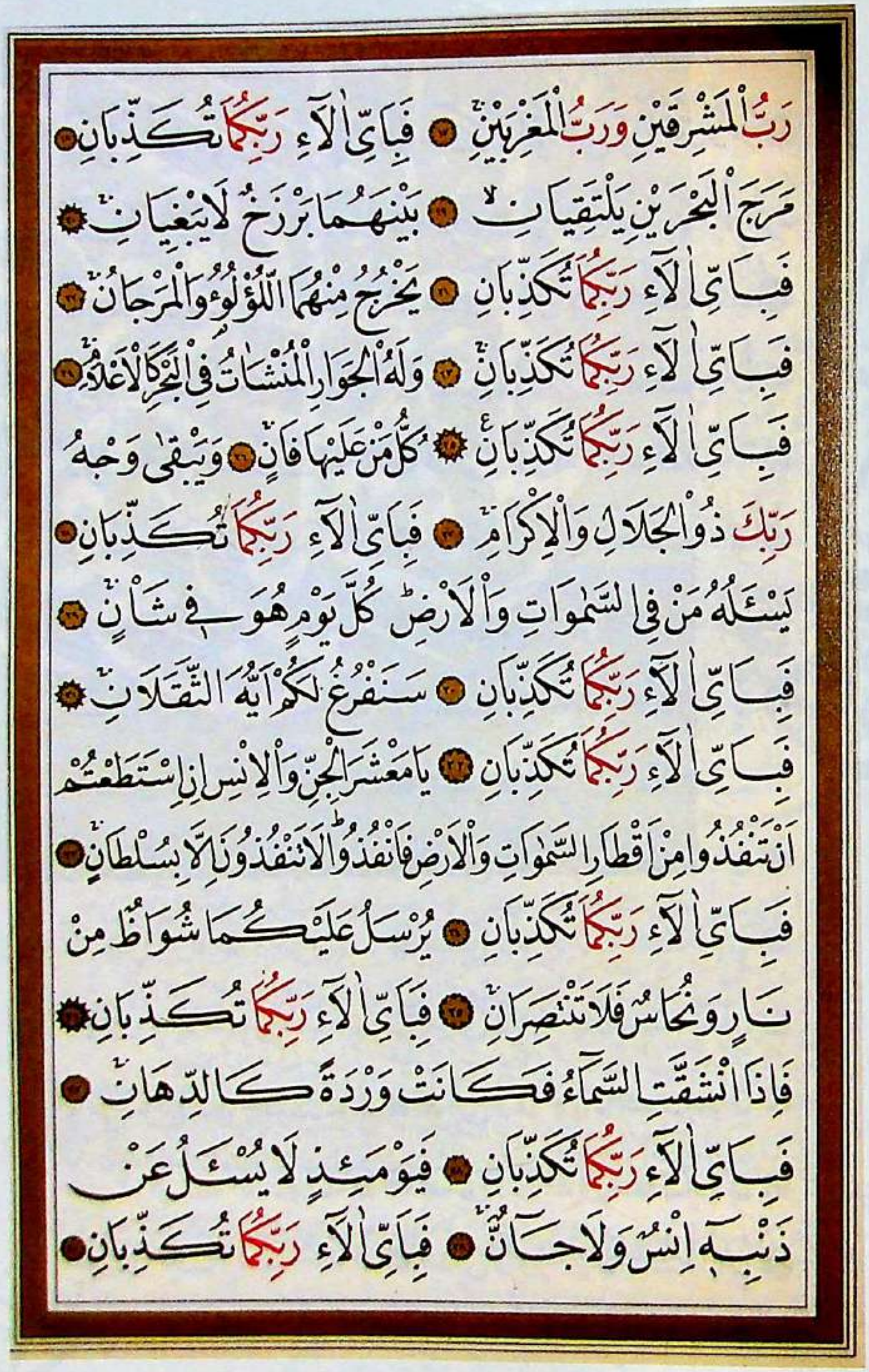
رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ
رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝
يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ
أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ
نَارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝
فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ
ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

☐ حامد الآمدی کے کتابت کردہ قرآن مجید کے دو صفحے۔
پہلے صفحے میں لفظ جلالہ "اللہ" اور دوسرے میں لفظ رب (اور ربکما) ایک خاص ترتیب سے لکھا ہے۔
پورے قرآن مجید میں یہی صنعت استعمال کی ہے۔

□ بہ خط حامد الآمدی ﴿وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا﴾ (سورۃ الفرقان آیت ۳۱)

مسجد حضرت ابو ایوب انصاریؓ، انقرہ میں مسجد باغچہ اور استنبول کی دیگر مساجد شامل ہیں۔ جامع مسجد شیشلی میں کی گئی خطاطی کے اعلیٰ معیار پر آپ کو تمام عمر فخر رہا۔ اس مسجد میں کام کے دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا جسے ہم حامد الآمدی کے ہی الفاظ میں یہاں نقل کرتے ہیں۔

"جامع مسجد شیشلی میں خطاطی کے کام کے دوران ایک روز میں اپنے ساتھی خطاط نجم الدین آفندی کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ میں نے مسجد کے صدر دروازے پر خطاطی کے لیے سورۂ توبہ کی آیت ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ منتخب کی۔ کئی دن اس آیت کو خوبصورت شکل میں لکھنے میں لگ گئے، مگر ایک مشکل حل نہ ہو سکی۔ میں اس آیت میں موجود حروف "الف" اور "لام" کو درست مقام پر نہ لکھ سکا۔ بار بار کی کوشش کے بعد میں نڈھال ہو کر بیٹھ گیا اور مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اسی عالم میں یہ دونوں حروف

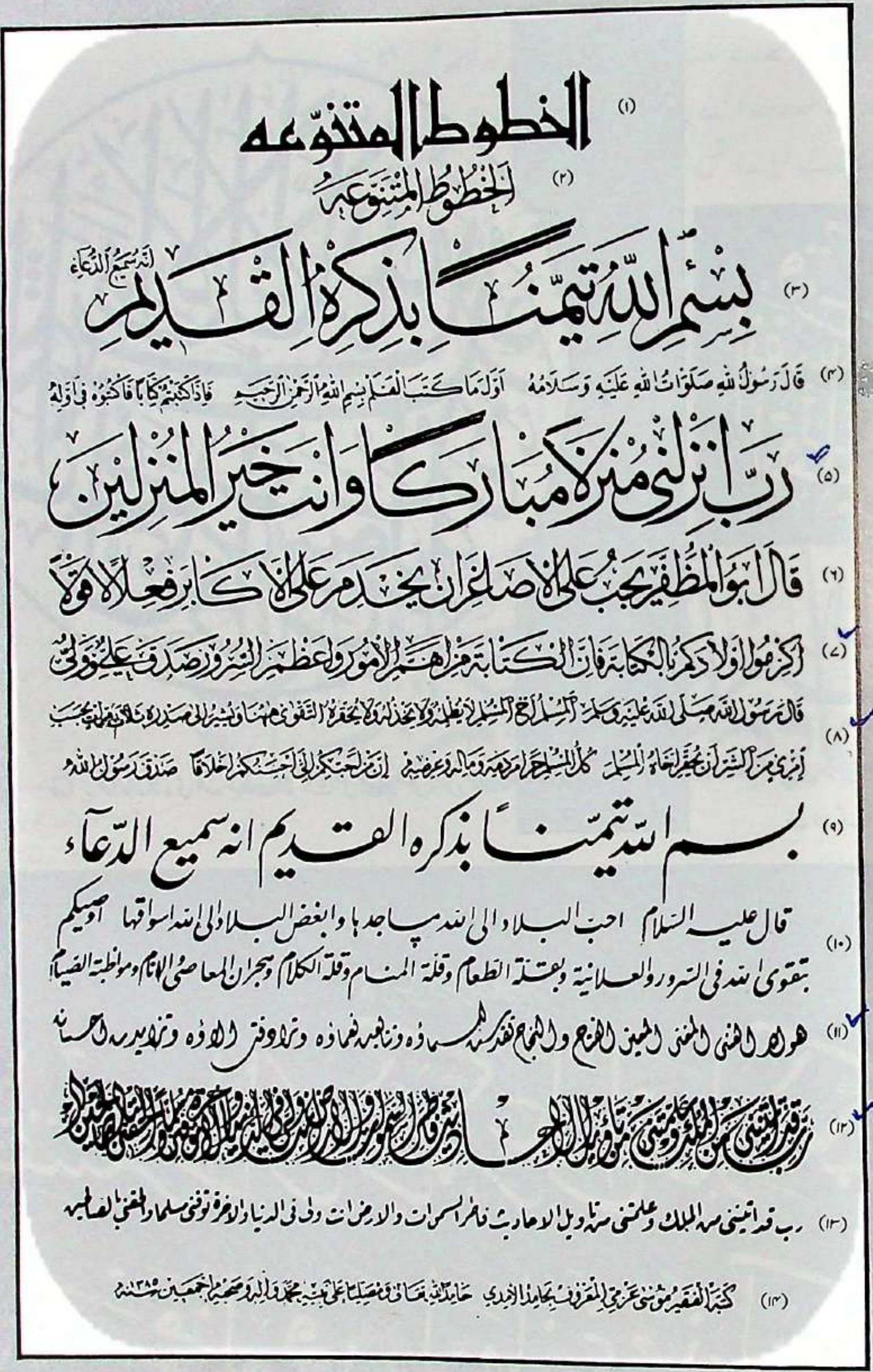

□ حامد الآمدی کے قلم سے مختلف خطوط علی الترتیب (۱) کوفی (۲) توقیع (۳) ثلث جلی (۴) نسخ (۵) محقق (۶) ثلث (۷) توقیع (۸) رقاع (۹) تعلیق جلی (۱۰) تعلیق (۱۱) دیوانی (۱۲) جلی دیوانی (۱۳) رقعہ (۱۴) اجازہ۔

□ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کلام جسے خط ثلث میں حامد الآمدی نے لکھا۔

□ بہ خط حامد الآمدی کلمۂ شہادت خط ثلث جلی میں بہ شکل دائرہ

اپنے صحیح مقام پر میرے سامنے موجود ہیں۔ میں نے فوراُٹھ کر یہ شکل نوٹ کر لی
اور مسجد کے صدر دروازے پر اسی طرح لکھا۔ حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی جانب
سے میرے لیے غیبی مدد تھی، جس پر میں اس کا شکر گزار ہوں (١٠)"۔

حامد الآمدی نے کئی ترک اور غیر ترک شعراء کے کلام کو بھی خوب صورت خط میں لکھا۔ ان میں یونس ایمرے، فضولی بغدادی، شیخ غالب (مرزا غالب کے ہم عصر ترکی شاعر)، نابی، یحییٰ کمال اور شاعرِ مشرق علامہ اقبال شامل ہیں (١١)۔ حامد الآمدی کے شاگرد ترکی کے علاوہ کئی بیرونی ممالک میں موجود ہیں، یہاں تک کہ ایک جاپانی نژاد خاتون بینا کو بھی آپ کی شاگرد ہیں۔ ترکی میں مصطفیٰ حلیم آفندی مرحوم (١٢)،

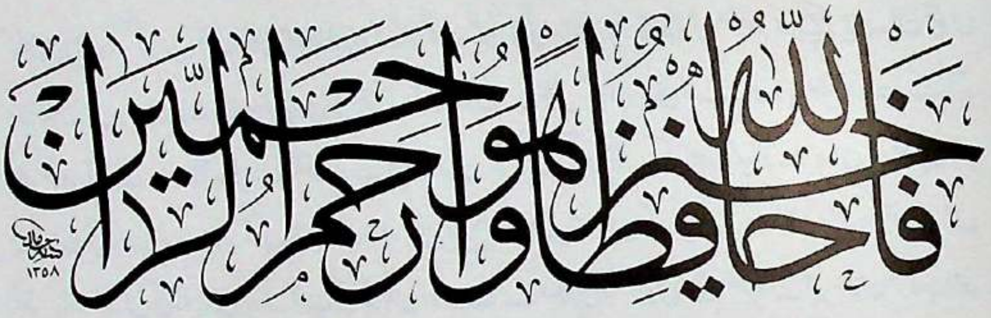

﴿ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ﴾ (سورة يوسف آيت ٦٤) □ حامد الآمدی کا خط ثلث جلی میں

حسن چلبی، خسرو سوباشی، حسین قوتلو، احمد فاتح، ضیاء آئدین، خطاط رفعت مشہور ہیں۔ سعودی عرب میں احمد ضیاء ابراہیم، عراق میں ہاشم محمد مرحوم (عہد جدید میں عراق کے سب سے بڑے خطاط)، یوسف ذنون، علی راوی، مروان الحرب، محترمہ جنت اور محترمہ عزت مشہور خطاط ہیں (١٣)۔

استنبول میں واقع تحقیقی مرکز برائے تاریخ، فنون و ثقافت اسلامی (IRCICA) نے حامد الآمدی کے حالات زندگی اور فنی آثار پر مشتمل نصف گھنٹہ دورانیہ کی وڈیو فلم بزبانِ عربی تیار کی ہے، جو قیمتاً دستیاب ہے۔ اس کے برادر ثقافتی ادارے، عالمی کمیشن برائے تحفظ اسلامی ثقافتی ورثہ (ICIPICH) کے تحت ١٩٨٦ء میں پہلا عالمی مقابلہ خطاطی حامد الآمدی کے نام پر منعقد کیا گیا۔ حامد الآمدی نے تقریباً اسّی برس تک اپنے خونِ جگر سے شجرِ خطاطی کی آبیاری کی۔ یہ آپ ہی کی محنت اور ایثار کا نتیجہ ہے کہ ترکی میں یہ فن معدوم ہونے سے بچ گیا، چنانچہ آج ترکی میں اس فن کے احیاء کے لیے آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد

(١٠) مجلہ العربی کا مذکورہ بالا مضمون ص ٨٠۔ یہی واقعہ حامد الآمدی کے حالاتِ زندگی اور خدمات پر تیار کی گئی وڈیو فلم میں بھی آپ ہی کی زبانی دکھایا گیا ہے۔

(١١) IRCICA Newsletter Istanbul, No. 2, 1988. Page 11.

(١٢) استاد حامد الآمدی مرحوم سے ترکی اور بیرون ترکی کے بے شمار افراد نے کسبِ فیض کیا مگر ان میں کوئی بھی مہارتِ فن میں مصطفیٰ حلیم آفندی سے آگے نہ بڑھ سکا۔ عجیب اتفاق ہے کہ نہ تو مصطفیٰ حلیم کے والد کا تعلق ترکی سے تھا اور نہ ہی والدہ کا۔ آپ کے والد حلیم آفندی "قرم" سے استنبول آئے جو آجکل روس میں شامل ہے جبکہ آپ کی والدہ نے سوڈان (افریقہ) سے استنبول ہجرت کی تھی۔ مصطفیٰ حلیم ١٤، جنوری ١٨٩٨ء کو استنبول میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمری سے آپ کو فن خطاطی سے خاص شغف تھا۔ ابتدائی تعلیم کے دوران ہی آپ نے استاد حامد الآمدی سے خطِ رقعہ کی تعلیم حاصل کی۔ ١٩١٤ء میں استنبول میں "مدرسة الخطاطين" کا آغاز کیا گیا۔ آپ اس ادارے کے ابتدائی طلبہ میں شامل تھے۔ اس دوران آپ نے اس عہد کے معروف اساتذۂ خطاطی احمد کامل آفندی، خلوصی آفندی، اسماعیل حقی آفندی اور فرید بے سے مختلف خطوط میں استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ فنِ زخرفہ اور فن تذہیب کی تحصیل بھی کی۔ خطاطی میں مہارت حاصل کرنے کے بعد فوجی مطبع میں ملازمت حاصل کی۔

١٩٢٨ء میں ترکی میں عربی رسم الخط پر پابندی عائد کی گئی اور لاطینی رسم الخط رائج کیا گیا۔ اس وقت ترکی میں کئی نامور خطاط موجود تھے۔ رسم الخط پر پابندی کی وجہ سے کئی خطاطوں نے یہ کام عارضی طور پر ترک کردیا۔ ان میں مصطفیٰ حلیم بھی شامل تھے۔ ١٩٣٦ء میں آپ کو فنون جمیلہ کی اکیڈمی میں استاد خطاطی کا عہدہ تفویض کیا گیا۔ یہاں آپ نے ١٩٦٣ء تک فرائض ادا کیے۔ مصطفےٰ حلیم کا انتقال ٣٠، ستمبر ١٩٦٤ء کو استنبول میں ہوا۔ تدفین قبرستان قوزتو، استنبول میں ہوئی۔ استنبول اور ترکی کے کئی مقامات پر مساجد، عوامی عمارات اور فواروں پر آپ کی خوبصورت خطاطی آج بھی دعوت نظارہ دیتی ہے۔ (فن الخط ص ٢٢٢)

(١٣) مجلہ العربی کا مذکورہ بالا مضمون، ص ٨١۔

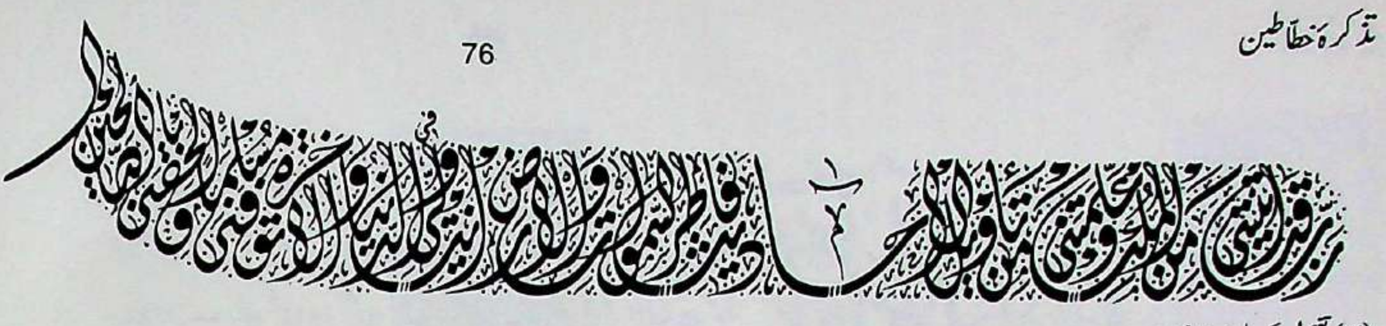

☐ حامد الآمدی کے
قلم سے خطِ دیوانی جلی میں

﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴾ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۱)

کوشاں ہیں (١٤)۔ اب تک (ICIPICH) کے تحت تین عالمی مقابلہ ہائے خطاطی منعقد ہو چکے ہیں۔ ان تینوں مقابلوں میں سب سے زیادہ معیاری کام ترک نوجوانوں نے پیش کیا اور وہی سب سے زیادہ انعامات کے حق دار قرار پائے۔ حامد الآمدی نے انتقال سے ایک سال قبل تک قلم نہیں رکھا اور اکیانوے برس کی طویل عمر تک خطاطی کرتے رہے۔ آپ کا انتقال ۱۸، مئی ۱۹۸۲ء کو شبِ معراج کی مبارک ساعتوں میں استنبول میں تقریباً ۹۲ برس کی عمر میں ہوا۔ آپ کی تدفین، وصیت کے مطابق، استنبول کے معروف قبرستان قرہ جہ احمد میں عظیم ترک خطاط شیخ حمد اللہ (١٥) (۱۴۲۹ء۔۱۵۲۰ء) کے مزار کے قریب ہوئی (١٦)۔

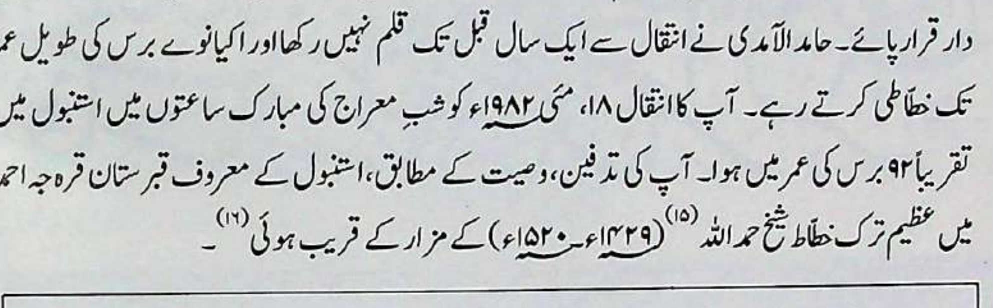

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ

☐ بہ خط حامد الآمدی خط ثلث جلی میں حدیث مبارک

(١٤) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے:
"Young Turks of the Art of Calligraphy " by Ekmeleddin Ihsanoglu, Arts and the Islamic World, London Spring- summer 1987 Page. 76.

(١٥) شیخ حمد اللہ عہدِ سلطنتِ عثمانیہ کے عظیم خطاط تھے۔ آپ ۱۴۲۹ء میں اماسیا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد، مصطفیٰ دودہ کا تعلق بخارا سے تھا جو سلسلۂ سہروردیہ کے شیخ تھے۔ وہ بخارا سے ہجرت کر کے اماسیا میں آبسے تھے۔ آپ نے ابتدا میں خیر الدین المرعشی سے خطاطی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے معروف خطاط عبد اللہ الصیرفی کے کام کا بہ نظرِ عمیق مطالعہ کیا۔ اس عہد میں سلطان بایزید ثانی بن سلطان محمد فاتح اماسیا کا گورنر تھا چنانچہ شیخ حمد اللہ کا سلطان بایزید سے تعلق ہو گیا اور اس نے آپ سے خطاطی کی تعلیم حاصل کی۔ جب سلطان محمد فاتح کے انتقال کے بعد ۱۴۸۱ء میں سلطان بایزید خلیفہ بنا تو اس نے شیخ حمد اللہ کو استنبول بلا لیا اور انہیں شاہی محل میں خطاطِ اعلیٰ کا عہدہ تفویض کیا۔ سلطان بایزید شیخ حمد اللہ کی خطاطی اس قدر پسند کرتا اور ان کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ جب وہ لکھتے تو سلطان سیاہی کی شیشی پکڑے کھڑا رہتا۔ سلطان کی خواہش پر شیخ حمد اللہ نے یاقوت المستعصمی کی روش کا بہ غور مطالعہ کیا اور ۱۴۸۵ء میں اس سے زیادہ خوبصورت روش ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ شیخ حمد اللہ مروجہ تمام خطوط میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے زندگی کا بیشتر وقت کتابتِ کلامِ الٰہی میں صرف کیا اور کل سینتالیس (۴۷) مصحف یادگار چھوڑے۔ اس کے علاوہ کئی مرتبہ سورۂ انعام، مرقعات، اور قطعے بھی لکھے۔ استنبول کی جن معروف مساجد میں آپ نے خطاطی کی ان میں مسجد بایزید، مسجد فیروز آغا اور مسجد داؤد پاشا شامل ہیں۔
شیخ حمد اللہ سے بے شمار طالبانِ فن نے کسبِ فیض کیا جن میں مصطفیٰ دودہ اور شکر اللہ خلیفہ زیادہ معروف ہیں۔ شیخ حمد اللہ کا انتقال ۱۵۲۰ء میں ہوا۔ آپ کا جنازہ شیخ الاسلام زنبیلی احمد آفندی نے تاریخی مسجد ایا صوفیہ میں پڑھایا اور تدفین قرہ جہ احمد قبرستان، استنبول میں ہوئی۔ بعد کے ادوار میں ترک خطاط شیخ حمد اللہ کے مزار کے نزد تدفین کی وصیت کرتے اور اسے اپنے لیے اعزاز سمجھتے تھے۔ بعض خطاط اپنے قلم کو شیخ حمد اللہ کے مزار کے نزدیک ایک ہفتے تک مٹی میں گاڑے رکھتے تاکہ شیخ کی برکت سے ان کے خط میں بھی حسن پیدا ہو جائے۔
مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:
Shaikh Hamdullah Calligraphy Competition- Rules & Regulation, Istanbul, 1997, Page. 5

(١٦) "فن الخط" مرتبہ مصطفی او غوردرمان، ص ۲۲۳۔

محمدؐ یوسف دہلوی

محمدؐ یوسف دہلوی

محمد یوسف دہلوی خطاطان پاک و ہند کے مسلّم الثبوت استاد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ آپ کے والد منشی محمد الدین جنڈیالوی [1] ایک ماہر خوشنویس تھے، جو گذشتہ صدی کے اواخر میں جنڈیالہ ڈھاب والا، ضلع گوجرانوالہ سے منتقل ہو کر دہلی جا بسے تھے۔ منشی محمد الدین جنڈیالوی برصغیر کے واحد خوشنویس تھے جنہیں غلافِ کعبہ کے لیے خطاطی کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ کام انہوں نے ۱۹۳۲ء میں کیا تھا [2]۔ غلافِ کعبہ کے لیے خطاطی ان کی زندگی کا آخری کام تھا۔ اس کے بعد ان کی بینائی جاتی رہی [3]۔ ان کی اولاد میں محمد یوسف دہلوی اور محترمہ فاطمۃ الکبریٰ نے بحیثیت خوشنویس بڑا نام پیدا کیا۔ محترمہ فاطمۃ الکبریٰ نے تین حمائلیں اور ایک مصحف کی کتابت بھی کی۔ منشی محمد الدین کے بڑے صاحبزادے منشی عبد القدیر بھی ایک ماہر خوشنویس تھے۔

محمد یوسف دہلوی کی پیدائش ۳، ربیع الاول ۱۳۱۲ھ مطابق ۴، ستمبر ۱۸۹۴ء کو دہلی میں ہوئی [4]۔ انہیں بچپن ہی سے فنِ خطاطی سے خاص لگاؤ تھا۔ ان کی والدہ بہت عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ آپ کے والد بڑی محنت سے کتابت کرتے، مگر یافت کم ہوتی، اس لیے والدہ کی خواہش تھی کہ یوسف، کسی اور شعبے میں اپنی صلاحیتیں صرف کریں، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ یوسف جب بچپن میں قلم سے مشق کرتے تو ان کی والدہ قلم توڑ دیتیں، مگر اس سختی نے فنِ خطاطی سے ان کا تعلق اور مضبوط کر دیا اور بعد میں اسی شعبے میں ان کی تمام صلاحیتیں مرکوز ہو گئیں [5]۔ محمد یوسف دہلوی نے دہلی کے مشہور تعلیمی ادارے سینٹ اسٹی فینس کالج (Saint Stephens College) سے ۱۹۱۱ء میں بی اے کیا۔ یہاں ان کے استادوں میں سی ایف اینڈریوز، مولوی ذکاء اللہ اور لارنس آف عریبیا کے بھائی ٹی۔ ایس۔ لارنس شامل تھے۔ اس کے کچھ عرصے بعد آپ نے محکمۂ ڈاک میں پوسٹ ماسٹر کی ملازمت بھی کی۔

اگرچہ محمد یوسف دہلوی کے والد دہلی کے نامور خوشنویس تھے مگر آپ نے اپنے والد کی تقلید کرنے کے بجائے عہدِ شاہجہانی کے مشہور خطاط عبد الرشید دیلمی کے کام کا بہ نظر عمیق مطالعہ کیا اور اپنی اجتہادی

(۱) منشی محمد الدین کا اصل تعلق جنڈیالہ ڈھاب والا (ضلع گوجرانوالہ) سے تھا۔ آپ ۱۸۷۵ء میں جنڈیالہ سے منتقل ہو کر دہلی جا بسے تھے۔ پھر دہلی شہر کے آپ اس قدر گرویدہ ہو گئے کہ اپنے نام کے بعد "ثم الدہلوی" لکھنے میں دلی مسرت محسوس کرنے لگے۔ دہلی میں قیام کے دوران آپ کا اس عہد کی مشہور شخصیات خصوصاً ڈپٹی نذیر احمد، مولوی سید احمد دہلوی، مولوی ذکاء اللہ، مولانا الطاف حسین حالی، مفتی کفایت اللہ، وغیرہ سے قریبی تعلق ہو گیا۔ اس دوران آپ نے جن کتابوں کی کتابت کی ان میں دیوانِ حالی (پہلا ایڈیشن)، الحقوق والفرائض (پہلا ایڈیشن)، قرآن مجید (ترجمہ مولوی نذیر احمد)، ترجمان القرآن (مولانا ابو الکلام آزاد) کے علاوہ مولانا محمد علی جوہر کے اخبار "ہمدرد" اور مولانا آزاد کے "الہلال" و "البلاغ" کی چھوٹی بڑی تمام سرخیاں منشی صاحب کے قلم ہی سے لکھی گئیں۔ اسکے علاوہ علی گڑھ یونیورسٹی کی جامع مسجد اور جامع مسجد قصور کی سورتوں کی خطاطی بھی آپ ہی نے کی۔ آپ نے الفی قرآن مجید بھی لکھا جو کتب خانہ سالار جنگ، حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے اس مصحف کی ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے۔ (بحوالہ "کتابت مصاحف میں صنائع و بدائع کا تنوع" از حافظ احمد یار، سہ ماہی اقبال لاہور، جلد ۱۸ شمارہ ۲، اکتوبر ۱۹۶۹ء ص ۴۳) آپ کا کتابت کردہ قرآن مجید الفی میور پریس، دہلی سے ۱۹۱۱ء میں لالہ بلاقی داس نے چھاپا جس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور کے شعبہ بیت القرآن میں محفوظ ہے۔ منشی محمد الدین کی زندگی کا آخری کام غلافِ کعبہ کے لیے خطاطی ہے۔ یہ کام آپ نے ۱۹۳۲ء میں کیا تھا۔ اس کے بعد آپ کی بینائی جاتی رہی۔ منشی محمد الدین کا انتقال ۱۳، جولائی ۱۹۴۳ء کو دہلی میں ہوا اور وہیں تاریخی قبرستان مہندیاں میں آپ کی تدفین ہوئی۔

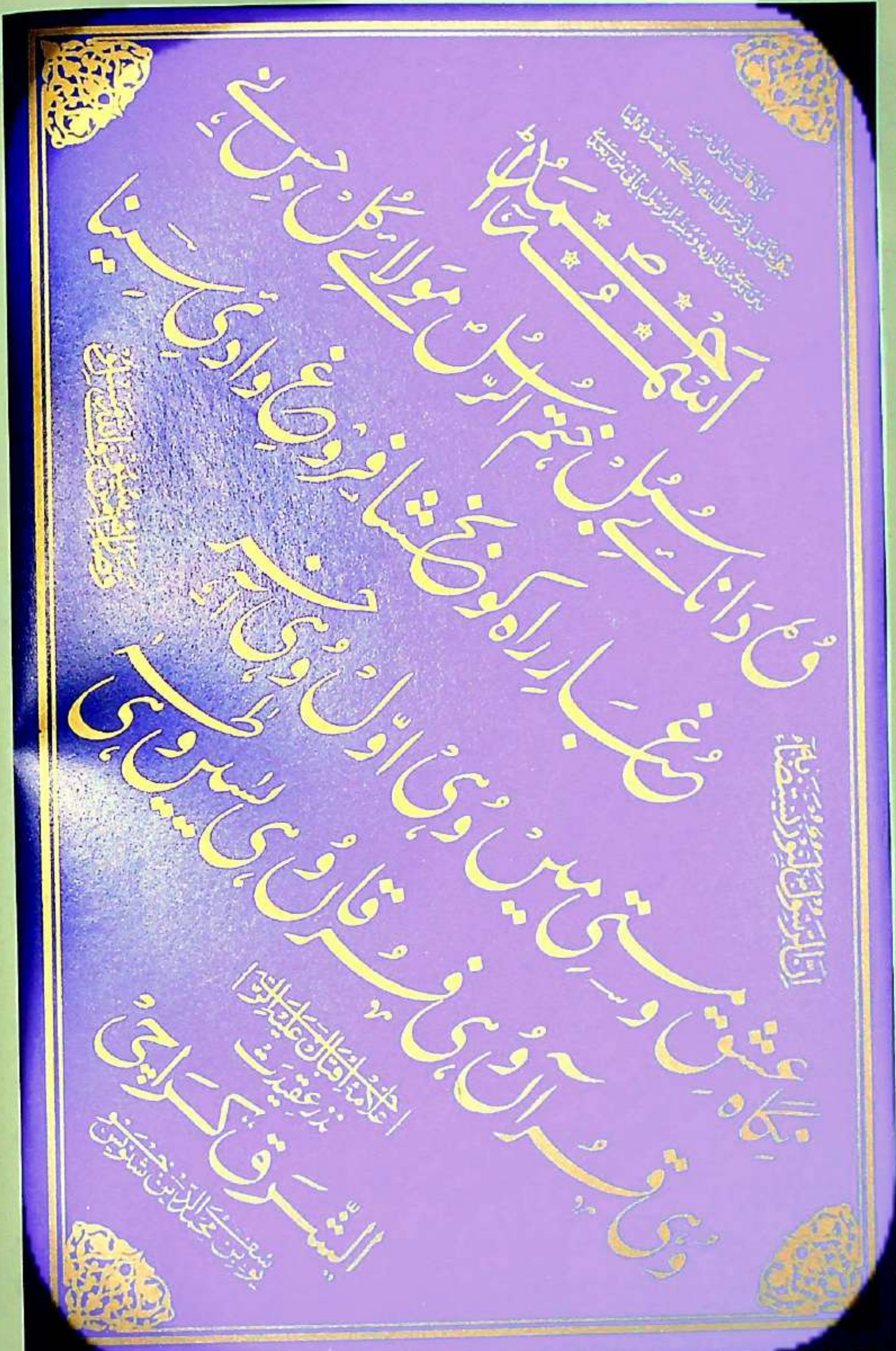

☐ علامہ اقبال کی مشہور نعتیہ رباعی بہ خط یوسف دہلوی۔

اس رباعی میں خطاط نے الفاظ کی بناوٹ اور نشست کا انتہائی بلند معیار پیش کیا ہے۔ پہلے شعر کی ابتدا میں "و" اور "ع" کے دائروں کے درمیان اور دوسرے شعر کے آخر میں "آخر" اور "طہ" کی کششوں میں توازن (Balance) پیش کیا ہے۔

(مفصل حالات کے لیے دیکھیے "عظمت رفتہ" از ضیاالدین برنی، تعلیمی مرکز، کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۴۵۳)

منشی محمد الدین تو ایک باکمال انسان تھے ہی، آپ کی اولاد میں بھی کئی صاحبِ کمال ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ یہاں ہم آپ کی اولاد میں سے معروف شخصیات کے حالات پیش کرتے ہیں:

منشی عبدالقدیر: منشی عبدالقدیر، منشی محمد الدین کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۸۷۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول، دہلی میں حاصل کی۔ زندگی بھر مختلف تحریکوں سے وابستہ رہے مثلاً تحریکِ خلافت، تحریکِ ترک موالات، تحریک آزادئ ہند وغیرہ۔ اس دوران برصغیر کی مختلف جیلوں میں اسیری کا زمانہ بھی گزارا۔ مختلف ادوار میں ہفتہ وار "دار العلوم" اور ہفتہ وار "قاصد"، دہلی کی ادارت کی۔ دہلی سے چلتا پھرتا اخبار بھی نکالا اور میسرز عبدالقدیر والا خوان، ناشران و تاجرانِ کتب کے نام سے اشاعتی ادارہ بھی چلایا۔ آپ ایک ماہر خوشنویس تھے مگر اس فن کو کبھی ذریعہ آمدنی نہ بنایا۔ متعدد مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف یادگار چھوڑیں جن میں ارضِ فلسطین، تاریخ آزاد ہند فوج، کشمیر جنت نظیر، خان بہادر کا جنازہ اور تسہیل الاملا مطبوعہ ہیں۔ غیر مطبوعہ تصانیف میں اردو لغات (۸ جلدیں)، لغات محاوراتِ اردو اور دلی میں پچھتر برس (خود نوشت) شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۲۵، جنوری ۱۹۶۹ء کو دہلی میں ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔ منشی عبدالقدیر کا ذکر ملا واحدی کی کتاب "میرے زمانے کی دلی"، دیوان سنگھ مفتون کی کتاب "نا قابلِ فراموش" اور زیڈ۔ اے بخاری کی خود نوشت "سرگزشت" میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ضیاالدین برنی: ضیاالدین برنی عمر میں منشی عبدالقدیر سے چھوٹے اور محمد یوسف دہلوی سے بڑے تھے۔ آپ ۳، فروری ۱۸۹۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کو برنی کا لقب خواجہ حسن نظامی نے عطا کیا تھا۔ ابتدائی تعلیم دہلی ہی میں حاصل کی اور مشہور تعلیمی ادارے سینٹ اسٹیفنز کالج، دہلی سے گریجویشن کیا۔ ابتدا میں مولانا محمد علی جوہر کے مشہور اخبار "ہمدرد" سے وابستہ رہے۔ پھر آپ ۱۹۱۸ء میں بمبئی چلے گئے جہاں اورینٹل ٹرانسلیٹر آفس (Oriental Translator's Office) میں طویل عرصہ بحیثیت سینئر اردو مترجم گزارا۔ تقسیم برصغیر کے بعد آپ کراچی تشریف لے آئے۔ قیامِ کراچی کے دوران آپ نے تعلیمی مرکز کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا اور کئی برس تک رسالہ "کتابی دنیا" کی ادارت کی۔ یہیں ۴، مئی ۱۹۶۹ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ آپ نے کئی تصانیف و تراجم بطور یادگار چھوڑے جن میں جہاں آرا بیگم، لائف آف محمد علی، غدر

کے صبح وشام، تعلیم کے چار پہلو، جرمنی اور آئندہ جنگ، سلطان محمود غزنوی، شریف ترک، جمال الدین افغانی، سی ایف اینڈریوز، تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی اور Romance of Oriental Translator's Office شامل ہیں۔ ان کتب کے علاوہ شخصی خاکوں پر آپ نے اپنی کتاب "عظمت رفتہ" ۱۹۶۱ء میں شایع کی جس میں ۹۴ شخصیات کے خاکے درج ہیں۔ یہ کتاب اردو میں خاکہ نگاری پر لکھی گئی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کتاب میں آپ نے کئی نادر ونایاب تصاویر بھی شامل کیں۔ آپ کی آخری کتاب "مولانا محمد علی جوہر کی سوانح" ہے جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کتاب میں آپ نے ذاتی تعلقات کی بنیاد پر مولانا سے متعلق ایسی معلومات پیش کی ہیں جو کسی اور کتاب میں درج نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے قلمی تحریر "میری کتابیں" مخزونہ کتب خانہ مشفق خواجہ، کراچی اور فلیپ "عظمتِ رفتہ" از ضیاالدین برنی۔)

محترمہ فاطمۃ الکبریٰ: محترمہ فاطمۃ الکبریٰ ۱۸۸۲ء میں دہلی میں پیدا ہوئیں۔ آپ محمد یوسف دہلوی کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔ آپ برصغیر کی وہ پہلی خاتون تھیں جنہیں کلام پاک کی متعدد بار کتابت کی سعادت حاصل ہوئی۔ متعدد پنج سورے اور سورتوں کے علاوہ مولوی فتح محمد جالندھری اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی ترجمہ والی حمائل کی آپ نے کتابت کی اور خود ہی شایع کیا۔ حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ والی حمائل کو اس کی فنی خوبیوں کی وجہ سے مکتبۂ جامعہ، دہلی نے اپنی مطبوعات میں شامل کرلیا تھا۔ آپ کی فنی خدمات کے اعتراف میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایت اسلام ودیگر اداروں نے نقرئی وطلائی تمغے عطا کیے۔ ۱۹۲۷ء میں نظام دکن نے تاعمر وظیفہ سے نوازا اور ہزہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال نے ازراہ قدردانی اپنی جڑاؤ پہنچیاں عطا کیں۔ محترمہ فاطمۃ الکبریٰ کی شدید خواہش تھی کہ معرا کلام پاک کی کتابت کریں چنانچہ یہ کام آپ نے تقسیم سے قبل ہی مکمل کردیا تھا مگر بوجوہ اب تک زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکا۔ تقسیم برصغیر کے بعد آپ کراچی تشریف لے آئیں۔ آپ نہایت پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں۔ کراچی آمد کے بعد آپ نے اپنی زندگی دین کی تبلیغ اور اصلاح رسوم کے لیے وقف کردی تھی۔ بالآخر وقتِ موعود آگیا اور اس پاک باز خاتون نے ۱۹، دسمبر ۱۹۶۷ء مطابق ۱۶، رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ کو اپنی زندگی کا آخری سانس لیا۔ تدفین کراچی میں ہوئی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے رسالہ "کتابی دنیا" کراچی بابت اکتوبر نومبر، دسمبر ۱۹۶۷ء)

(۲) "خطاطان قرآن" از سید انور حسین، نفیس رقم،

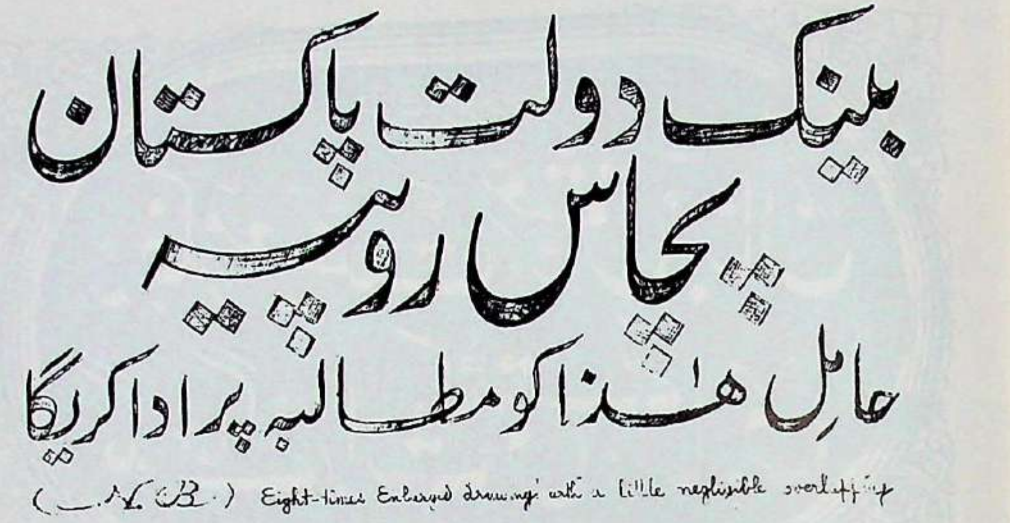

☐ یوسف دہلوی کے خط میں پچاس روپے والے نوٹ کا پنسل اسکیچ

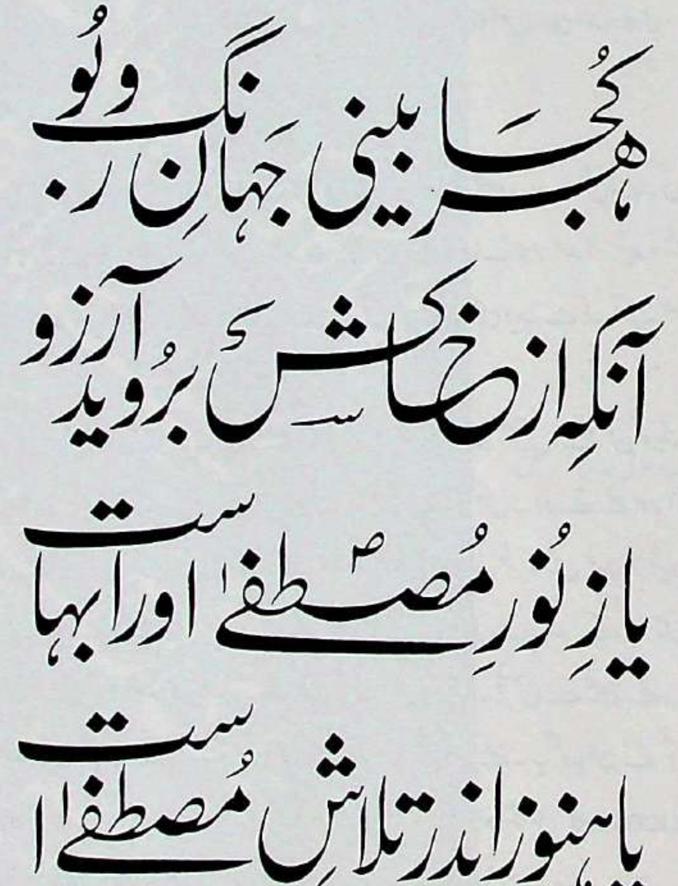

☐ علامہ اقبال کا فارسی کلام بہ خط یوسف دہلوی

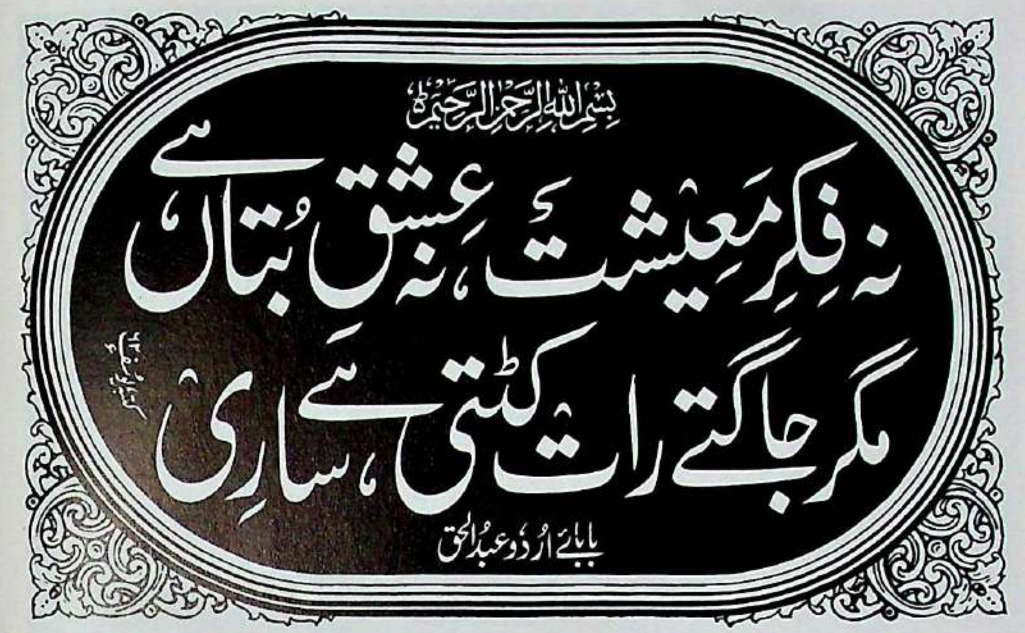

☐ بابائے اردو مولوی عبدالحق کا شعر بہ خط یوسف دہلوی

صلاحیتوں کو کام میں لا کر خطِ نستعلیق کی ایک نئی اور خوبصورت روش ایجاد کی جسے "دہلوی طرز نستعلیق"، کہا جاتا ہے۔ قیامِ دہلی کے دوران آپ بار بار لال قلعہ جاتے اور عبدالرشید دیلمی کے قطعات اور کتبوں کا دیر تک مطالعہ کرتے۔ پھر گھر آکر ان کی مشق کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صرف عبدالرشید دیلمی ہی کو اپنا استاد تسلیم کرتے تھے (۶)۔

یوسف صاحب نے اپنے ذہن و جسم کی تمام صلاحیتیں اپنے فن کو بلند سے بلند تر سطح پر پہنچانے میں صرف کردی تھیں۔ وہ کبھی اپنے لکھے ہوئے سے مطمئن نہ ہوتے تھے اور اس کی نوک پلک درست کرتے رہتے۔ ان کے فن کے مختلف دور ہیں ابتداء میں ایرانی طرز میں عبدالرشید دیلمی اور امام ویردی کے انداز میں قلم سے لکھتے، پھر بانس سے جلی لکھنے کا دور آیا۔ اس کے بعد کے دور میں وہ دو پنسلوں کو جوڑ کر لکھتے اور الفاظ یا بیک گراؤنڈ کو سیاہ کرتے۔ آخری دور میں وہ ایک پنسل سے لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ باریک خطاطی بھی ایک ہی پنسل سے کرتے اور وہی بلند معیار برقرار رکھتے۔ یہ گویا ان کے فنی سفر کا نقطۂ عروج تھا۔ یوسف صاحب کے خط کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اسے خواہ کتنا ہی چھوٹا (Reduce) کر کے چھپایا جاتا، نہ تو حروف والفاظ کا باہمی تناسب بگڑتا اور نہ ہی کسی لفظ کا کوئی حصہ غائب ہوتا۔

یوسف صاحب، فنِ خطاطی کے جس بلند مقام پر پہنچ چکے تھے اس کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ اس

ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ، لاہور، قرآن نمبر جلد دوم، ص ۸۲۰۔

(۳) بہ روایت علاءالدین خالد صاحب۔

(۴) محمد یوسف دہلوی مرحوم کی جائے پیدائش اور عمر سے متعلق کئی غلط فہمیاں موجود ہیں۔ راقم الحروف کی نظر سے بعض ایسی تحریریں گزری ہیں جن میں مذکور ہے کہ یوسف صاحب کی پیدائش گوجرانوالہ میں ہوئی اور تقریباً پندرہ برس کی عمر میں وہ اپنے والد گرامی کے ہمراہ دہلی منتقل ہوگئے۔ اسی طرح ان کے بعض تلامذہ اس بات کے قائل ہیں کہ انتقال کے وقت ان کی عمر سو سال ہوچکی تھی۔ راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق یہ دونوں باتیں خلافِ حقیقت ہیں۔ یوسف صاحب کی کوئی اولاد نہیں تھی اسلیے ان کے بارے میں مستند حالات معلوم کرنے کا واحد ذریعہ ان کے برادرزادے جناب علاءالدین خالد (فرزند منشی عبدالقدیر) ہیں۔ خالد صاحب کے بقول نہ صرف یوسف صاحب بلکہ منشی محمد الدین کی تمام اولاد کی جائے پیدائش دہلی ہے اور یوسف صاحب کی درست تاریخ پیدائش ۳، ربیع الاول ۱۳۱۲ھ مطابق ۴، ستمبر ۱۸۹۴ء ہے۔ اسکی تصدیق خالد صاحب کی پاس موجود اس تاریخی بیاض سے بھی ہوتی ہے جس میں منشی محمد الدین کے خانوادے کے افراد کی درست تاریخ ہائے پیدائش و دیگر تفصیلات درج ہیں۔ اس کے علاوہ خالد صاحب اور یوسف صاحب کے معروف تلامذہ محمد رضی دہلوی اور نسیم الحق عثمانی نے اپنے مضامین میں ان کی جائے پیدائش و تاریخ پیدائش وہی لکھی ہے جو ہم نے متن میں درج کی ہے (دیکھیے رسالہ "کتابی دنیا" کراچی بابت فروری مارچ ۱۹۹۱ء)

(۵) یوسف صاحب فن خطاطی کے اس بلند مرتبے پر پہنچ چکے تھے جہاں انگلیوں کی معمولی جنبش، شاہکار کی تخلیق کے لیے کافی ہوتی ہے۔ جن حضرات نے آپ سے اصلاح لی یا اصلاح دیتے ہوئے دیکھا، بیان کرتے ہیں کہ قلم یا پنسل کی معمولی جنبشوں (Strokes) سے آپ اصلاح طلب نمونے کو شہ پارہ بنادیتے تھے۔

(۶) "فن خطاطی کا محسن اعظم۔ یوسف دہلوی" از نسیم الحق عثمانی، ماہنامہ "کتابی دنیا" کراچی، جلد ۱۸ شمارہ ۱۲، فروری، مارچ ۱۹۹۱ء، ص ۹۔

□ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا

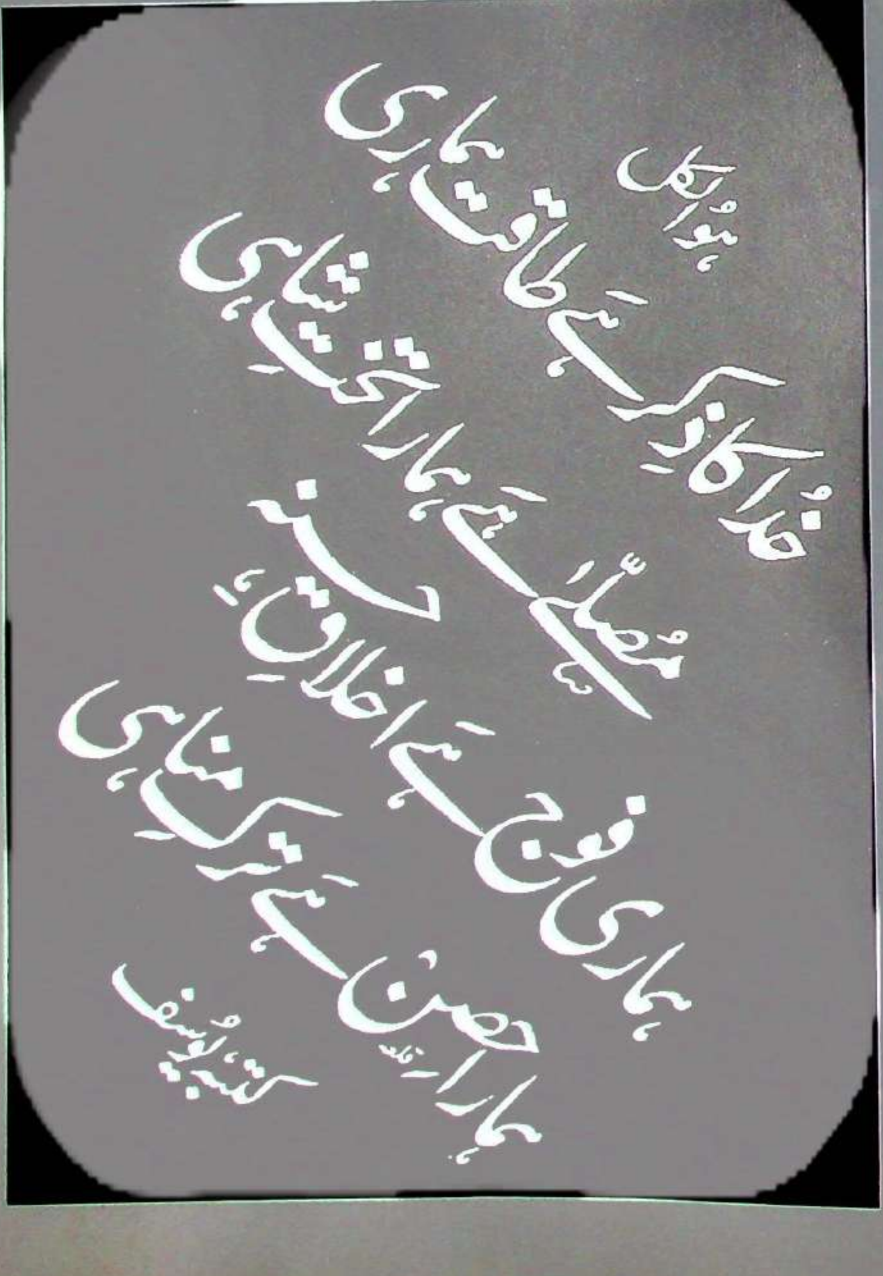

□ حمدیہ اشعار بہ خط یوسف دہلوی جدید طرز میں

ادب گاہیست زیرِ آسماں، از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید، جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

کتبہٗ یوسف

☐ عزت بخاری کا
مشہور نعتیہ شعر
بہ خط یوسف دہلوی

بارے میں آپ کی غیر معمولی صلاحیتوں کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، جن میں سے یہاں صرف ایک واقعے کا ذکر کیا جاتا ہے جسے ان کے شاگرد، نسیم الحق عثمانی نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

"یوسف صاحب جب دہلی بلی ماران کے ایک کوٹھے پر بیٹھتے تو اس وقت کے ممتاز خطاط وہاں روزانہ حاضری دیتے۔ حضرت باقی امروہوی جو نہ صرف بہت اچھے خوشنویس تھے بلکہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے، آپ کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ سب دوستوں کے مشورے سے باقی صاحب نے یوسف صاحب کے سامنے ایک تجویز رکھی کہ آج خطاطی کا مقابلہ ہوگا اور جو ہار جائے وہ سب کو بٹیر کھلائے گا۔ یوسف صاحب نے یہ شرط منظور کرلی اور سب دوست وقت معینہ پر جمنا کے کنارے پہنچ گئے۔ سب سے پہلے یوسف صاحب نے لکھنا شروع کیا اور

☐ علامہ اقبال کا مشہور شعر
بہ خط یوسف دہلوی

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ، ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

علامہ اقبالؒ

کتبہٗ یوسف

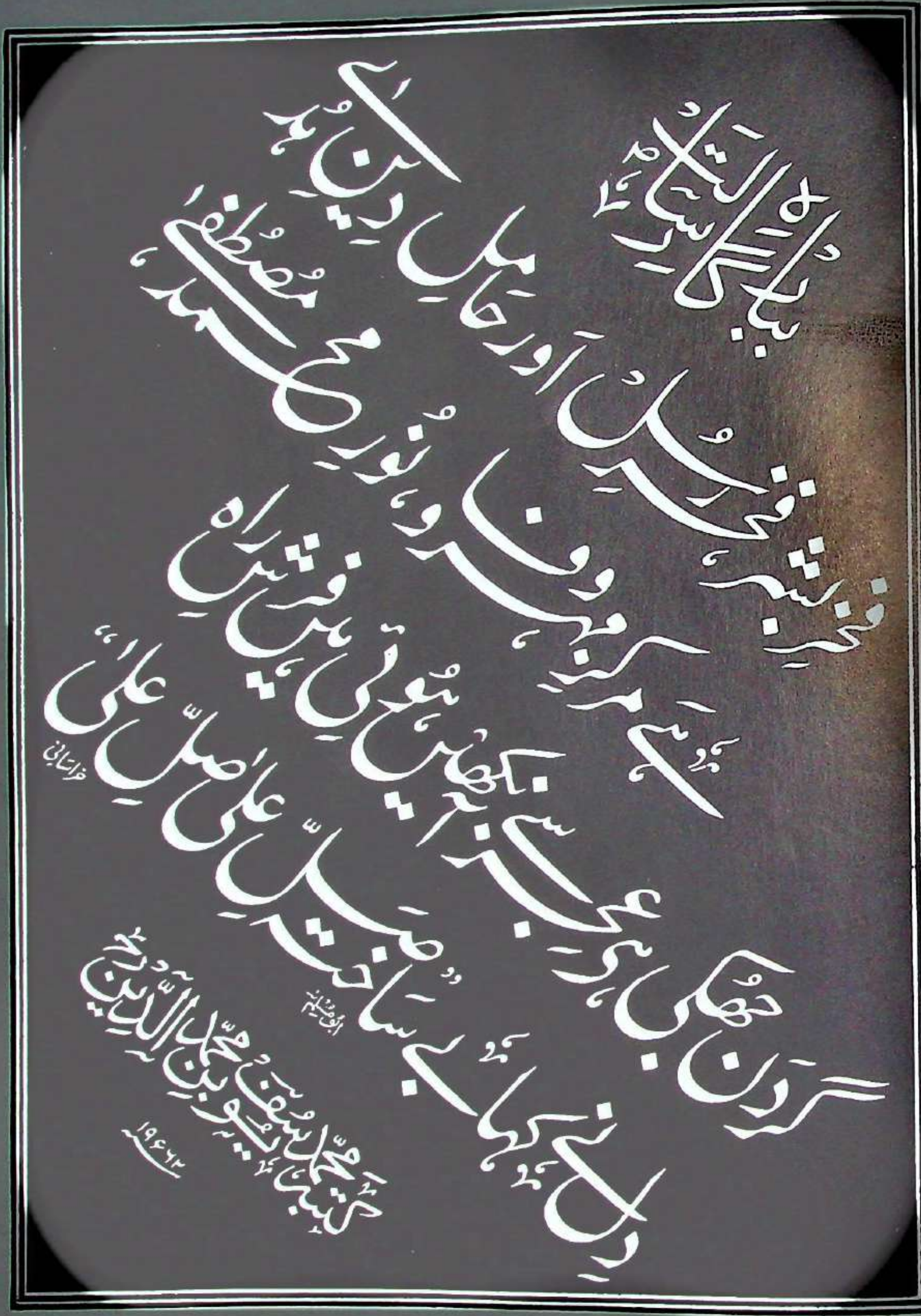

□ یوسف دہلوی کے فن کا خط نستعلیق میں منفرد نمونہ جسے صرف ایک پنسل سے لکھا گیا اور بعد میں سیاہی بھری گئی۔

مچھلی کے شکار کی چھڑی سے حروف تہجی (ا۔ب۔ت۔ج) لکھنے شروع کردیے۔ ابھی س۔ش تک ہی پہنچے تھے کہ کئی فرلانگ کا سفر طے ہوگیا۔ اس پر سب لوگوں نے کہا کہ خدا کے لیے بس کرو۔ تم جیتے اور ہم ہارے، لیکن یوسف صاحب کا تقاضا تھا کہ نہیں پورے حروف لکھے بغیر نہیں مانوں گا خواہ آگرے تک جانا پڑے۔ اور پھر بڑی منت سماجت کے بعد منشی جی اپنی ضد سے باز آئے اور بعد میں فرمایا کہ اس ریت پر جو حروف میں نے لکھے ہیں اس کی تصویر جہاز کے ذریعے لے لی جائے اور تصویر مین اگر کوئی حرف فنِ کتابت کے اصولوں کے خلاف ہو تو میں خطاوار[(۷)]۔

نئی دہلی کی سرکاری عمارتوں کی تعمیر کے دوران یہ فیصلہ کیا گیا کہ کسی ماہر خطّاط سے ان پر خطّاطی کرائی جائے۔ مشہور ماہر تعمیرات سرہربرٹ، سرایڈون لیون اور سر والٹر جارج نے نئی دہلی کی منصوبہ بندی میں حصہ لیا تھا۔ بعض عمارات پر متعدد زبانوں میں خطّاطی کرنا تھی۔ اس کام کی خاطر نظرِ انتخاب یوسف دہلوی پر پڑی۔ آپ اس کام کے لیے راضی ہوگئے، چنانچہ انہوں نے نئی دہلی کے وائسریگل لاج (موجودہ راشٹرپتی بھون) پارلیمنٹ بلڈنگ، انڈیا گیٹ، سکریٹریٹ نارتھ اور ساؤتھ بلاک پر اپنی خطّاطی کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ ان عمارتوں پر آپ نے ۱۳ زبانوں میں خطّاطی کی اور محرابوں پر قرآن، بائبل، تورات، گیتا اور دیگر مذہبی کتابوں کی آیات اور اقتباسات تحریر کیے[(۸)]۔ اس کام کی خاطر پتھروں کی کٹائی کے لیے اٹلی کے ماہرین کی خدمات حاصل کی گئیں تاکہ غلط کٹائی، خطّاطی کو متاثر نہ کرے[(۹)]۔ یہ کام ابھی جاری تھا کہ انگریز چیف انجینئر کا تبادلہ ہوگیا۔ نیا چیف انجینئر یوسف صاحب کے مزاج سے ناواقف تھا۔ اس کی کوئی بات آپ کو ناگوار گزری اور وہ اسی وقت کام چھوڑ کر گھر آگئے۔ بہت کوشش کی گئی، مگر یوسف صاحب راضی نہ ہوئے۔ اس انگریز کو بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اعتراف کیا کہ اگر یوسف، اس کام کو مکمل نہیں کریں گے تو کوئی خطّاط ایسا نہیں، جو ان کے قلم سے قلم ملا سکے اور بقیہ کام مکمل کرسکے، چنانچہ یہی ہوا۔ وائسریگل لاج کی، جس محراب پر خطّاطی کو یوسف صاحب ادھوری چھوڑ کر آئے تھے وہ آج تک ادھوری ہے۔

تقسیم کے وقت یوسف صاحب دہلی میں تھے۔ تقسیم کے بعد کے اندوہناک حالات خصوصاً مسلمانوں کے جانی اور مالی نقصانات کا ان کے حساس دل پر بے حد اثر تھا۔ ادھر پاکستان کی نئی مملکت کے لیے سکّوں اور نوٹوں کی تیاری کے لیے کسی ماہر خطّاط کی خدمات درکار تھیں۔ وزیرِاعظم لیاقت علی خاں نے اس وقت کے پاکستانی ہائی کمشنر مقیم دہلی، جناب زاہد حسین کے ذریعے یوسف صاحب کو پیغام بھجوایا، مگر وہ رضامند نہ ہوئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر ذاکر حسین کو پیغام بھجوایا گیا کہ کسی طرح یہ کام کرائیں۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، یوسف صاحب کے مزاج سے واقف تھے، وہ انہیں کسی طرح جامعہ نگر، دہلی لے گئے۔ یہاں آپ نے سکوں

(۷) ''فنِ خطّاطی کا محسن اعظم۔ یوسف دہلوی'' از نسیم الحق عثمانی، ماہنامہ ''کتابی دنیا'' کراچی، جلد ۱۸ شمارہ ۱۲، فروری، مارچ ۱۹۹۱ء، ص ۸۔

(۸) ''بابائے خطّاطی استاد محمد یوسف دہلوی'' از محمد رضی دہلوی، ماہنامہ ''کتابی دنیا'' کراچی، جلد ۱۸ شمارہ ۱۲، فروری، مارچ ۱۹۹۱ء، ص ۱۳۔

(۹) ''استاد یوسف دہلوی مرحوم'' از قاضی عبد السلیم، روزنامہ جنگ کراچی، ۱۸، مارچ ۱۹۷۷ء۔

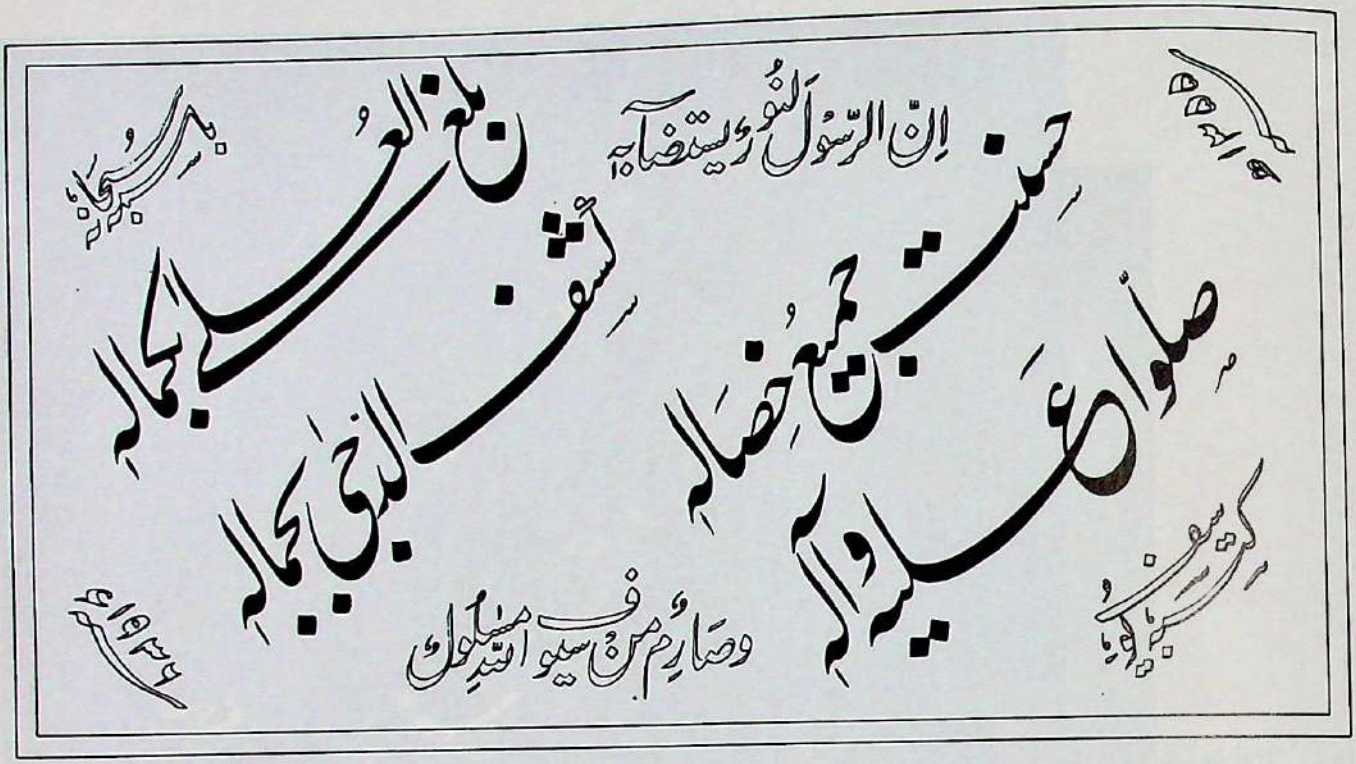

□ شیخ سعدیؒ کی مشہور رباعی جسے یوسف دہلوی نے ۱۹۳۶ء میں لکھا۔

کے علاوہ ایک، دو، پانچ اور دس کے نوٹوں کی تزئین اور خطّاطی مکمل کی۔ ابھی پچاس اور سو کے نوٹوں کا کام باقی تھا۔ کچھ ہی عرصے بعد ۱۹۵۲ء میں آپ کے بھتیجے آپ کو دہلی سے کراچی لے آئے۔ یہاں سکّوں کے لیے طغرے، خطّاطی اور پچاس اور سو کے نوٹوں کا بقیہ کام آپ نے بابائے اردو مولوی عبدالحق کے اصرار پر مکمل کیا[۱۰]۔

(۱۰) یہ معلومات جناب علاءالدین خالد کی عنایت سے حاصل ہوئیں۔

یوسف صاحب فن کی جس بلندی پر پہنچ چکے تھے، وہاں سیم وزر کی چمک ماند پڑ جاتی ہے۔ وہ انتہائی حساس دل کے مالک تھے۔ انہوں نے کئی بیواؤں، یتیموں اور غریبوں کے مستقل وظائف باندھ رکھے تھے۔ انسانی ہمدردی کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ کبھی کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے، بلکہ حتی المقدور اس کی مدد کرتے۔ اگر راہ میں کوئی پتھر دیکھتے تو اسے اٹھا کر ایک طرف رکھتے خواہ پتھر کتنا ہی بھاری ہوتا۔ دہلی میں قیام کے دوران وہ اکثر شکار پر جاتے، مگر دورانِ شکار کسی ساتھی کو مور اور دوسرے چھوٹے، خوبصورت پرندوں کا شکار نہ کرنے دیتے، اگر کوئی ایسا کرتا تو خفا ہو جاتے۔ دہلی میں وہ فٹ بال کے بھی شوقین تھے، اچھے فٹ بالر تھے۔ آپ کا ینگ مین کلب، دہلی سے ہمیشہ تعلق رہا[۱۱]۔

(۱۱) بہ روایت علاءالدین خالد صاحب۔

تقسیم کے بعد کے افسوس ناک حالات کا یوسف صاحب کے حساس دل پر بے حد اثر تھا۔ وہ بہادر شاہ ظفر کی دہلی سے منتقل ہو کر بندر روڈ (موجودہ ایم اے جناح روڈ) کراچی کی بہادر شاہ مارکیٹ کے ایک چھوٹے سے کمرے میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ یہاں انہوں نے اردو اکیڈمی سندھ اور بعض دیگر اداروں

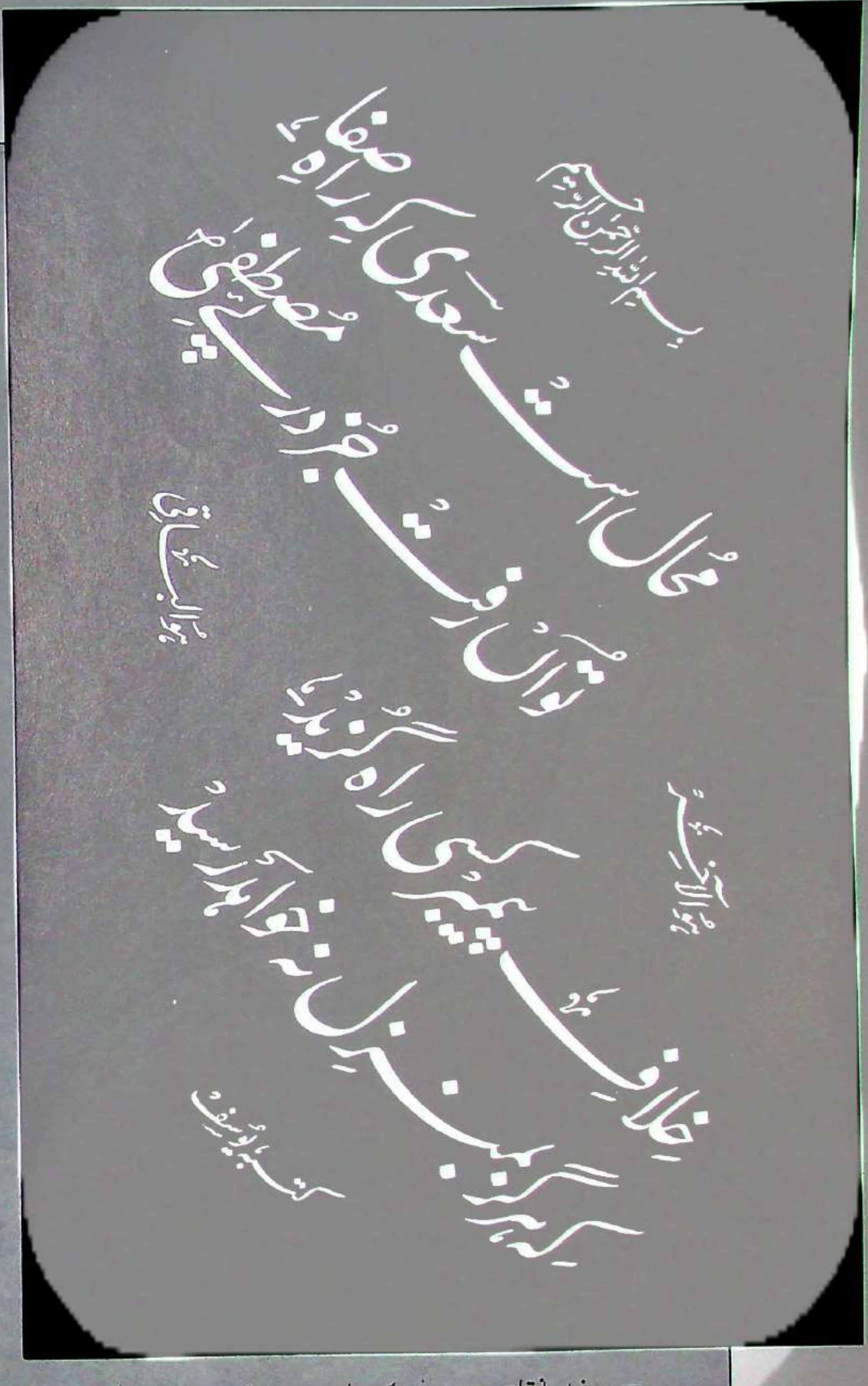

□ ایرانی طرز نستعلیق میں یوسف دہلوی کی خطاطی کا خوبصورت نمونہ، سعدی شیرازی کی نعتیہ رباعی

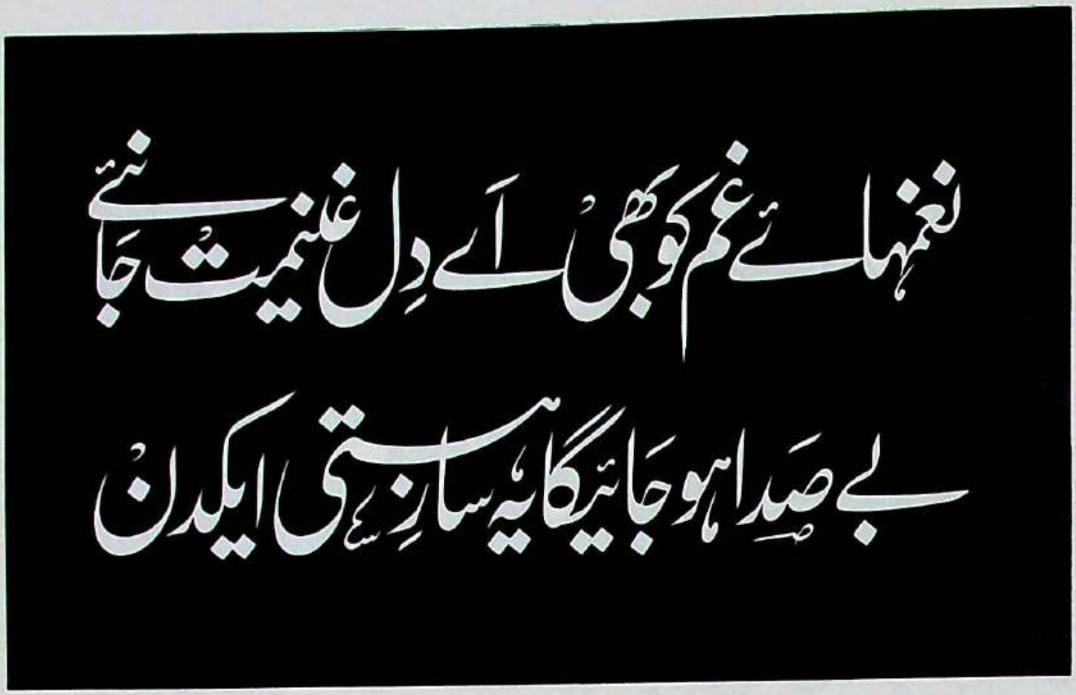

□ مرزا غالب کا شعر
بہ خط یوسف دہلوی

کی کئی مطبوعات کے خوبصورت سرورق تیار کیے۔ اس کے علاوہ گورنر جنرل ہاؤس (موجودہ گورنر ہاؤس، کراچی) میں بھی خطاطی کی۔ انہوں نے اپنی طویل فنی زندگی میں بے شمار آثار چھوڑے، جن میں سے چند یہ ہیں: مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی جامع مسجد پر کتبہ، پاکستان ٹیلی ویژن اور ریڈیو پاکستان کے مونوگرام، رسالہ "شمع" دہلی، رسالہ "ساقی" دہلی، اور ندوۃ المصنفین کا رسالہ "برہان" دہلی کی الواح، کتب خانۂ عزیزیہ اردو بازار دہلی کا بورڈ۔ اس کے علاوہ کراچی میں دیواروں اور سائن بورڈز پر کاموں میں: برنس روڈ پر شفیق الدین گھڑی ساز کا بورڈ، صدر میں چوہدری فرزند علی قلفی مرچنٹ کا بورڈ، بولٹن مارکیٹ میں جوبلی کلاتھ ہاؤس کا بورڈ، اردو بازار کراچی میں ایچ ایم سعید کمپنی اور قرآن محل کے لیے دیوار پر خطاطی اور اردو اکیڈمی سندھ کا سائن بورڈ نیز انار کلی بازار، لاہور میں ہمدرد دواخانہ کا بورڈ آج بھی اس عظیم خطاط کی یاد دلاتے ہیں۔

۱۱، مارچ ۱۹۷۷ء کو بندر روڈ پار کرتے ہوئے یوسف صاحب کو ایک موٹر نے ٹکر مار دی تھی۔ یہ حادثہ جان لیوا ثابت ہوا اور سول اسپتال، کراچی میں دنیائے خطاطی کا یہ عظیم فرد خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ تدفین سخی حسن ، کراچی کے قبرستان میں ہوئی۔ آج دنیا میں خطاط تو بہت سے ہیں مگر افسوس! دنیائے فن کے اس یوسفِ گم گشتہ کی طرح لکھنے والا کوئی نہیں۔ آپ کے انتقال کے دوسرے روز معروف شاعر جناب قمر ہاشمی نے آپ کے بارے میں نظم لکھی جس میں آپ کے فنی مقام اور آپ کی عادات و خصائل کا ذکر اس طرح کیا تھا:

فغاں کہ حرف کو بخشی تھی اس نے رعنائی
دیا تھا لفظ کو آئینۂ خود آرائی

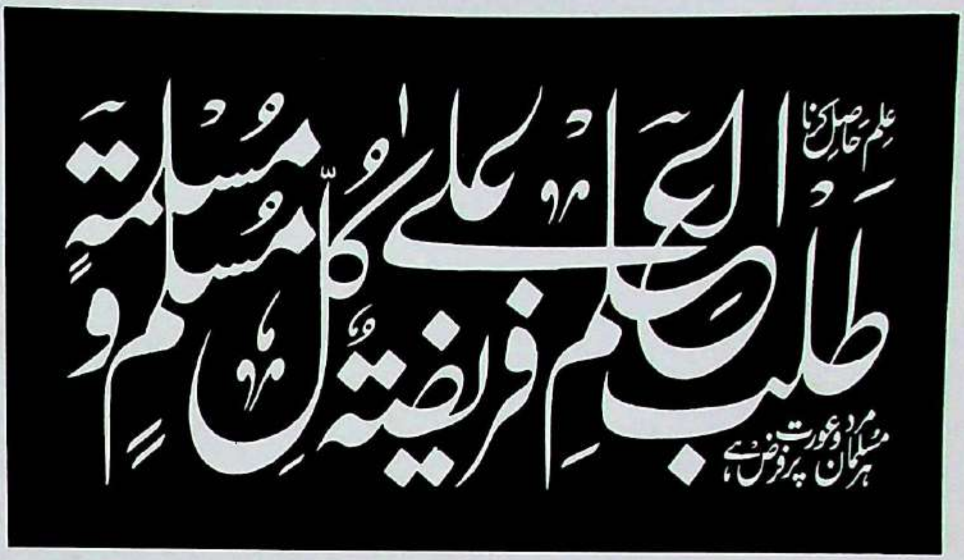

□ ایک معروف حدیث نبوی ﷺ اور اس کا
اردو ترجمہ بہ خط یوسف دہلوی

جمالِ نقطہ وتزئینِ دائرہ اس سے
نظر فروز ہمیشہ تھے یوسفی طغرے

بجا یہ رمز کہ وعدوں کی تھی کجی اس میں
عجیب مردِ قلندر کی تھی خودی اس میں

ادائے مہر میں بھی خوئے کج ادائی تھی
گزیز پائی میں بھی رسمِ آشنائی تھی

وہ بے نیاز تھا لیکن امامِ فن بھی تھا
وہ پاک باز تھا دلّی کا بانکپن بھی تھا

کرے گا تربتِ یوسف کی لوح کون رقم
صریرِ خامہ سے اٹھی ہے شورشِ ماتم (۱۲)

(۱۲) "تماشا طلب آزار" از قمر ہاشمی، کراچی رائٹرز ایسوسی ایشن، کراچی، ۱۹۸۷ء ص ۱۲۹۔

□ خطِ نستعلیق میں ایک اشتہار
بہ قلم محمد یوسف دہلوی

سیّد ابراہیم

سیّد ابراہیم

سیّد ابراہیم مصر کے عالمی شہرت یافتہ خطّاط تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۹۷ء میں مصر میں ہوئی[1]۔ اوائل عمر سے ہی فنِ خطّاطی سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ ابتدا میں آپ نے مختلف ترک خطّاطوں کے تحریر کردہ کرّاسوں کی مدد سے مختلف خطوط کی مسلسل مشق کی اور ان خطوط میں کافی مہارت حاصل کرلی۔ آپ نے فن خطّاطی کی مزید تعلیم جامعۂ ازہر میں حاصل کی اور یہیں سے ۱۹۱۷ء میں اجازہ (ڈپلوما) حاصل کیا۔ ۱۹۲۰ء سے آپ نے مصر کی قومی یونیورسٹی میں بلا معاوضہ خطّاطی کی تعلیم دینا شروع کی۔ سیّد ابراہیم ماہر خطّاط ہونے کے علاوہ علم و ادب کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ وہ عربی زبان کے شاعر اور نثر نگار بھی تھے۔ اس کے علاوہ مصر کی فنون و ادب کی کونسل کے رکن بھی تھے۔ عالمی شہرت یافتہ مصری شاعر احمد شوقی (مصنف "شوقیات") اور معروف ادیب عباس محمود العقاد سے آپ کے ذاتی تعلقات تھے۔ ان حضرات کی ادبی محافل میں سیّد ابراہیم باقاعدہ شرکت کرتے[2]۔ آپ کی منظومات کئی ادبی و علمی جرائد میں شائع ہو چکی ہیں[3]۔

سیّد ابراہیم نے قاہرہ کے معروف ادارے مدرسة تحسين الخطوط میں ۱۹۲۰ء سے ۱۹۹۰ء تک خطّاطی کی تعلیم دی[4]۔ آپ کے شاگردوں میں ہاشم محمد بغدادی مرحوم، محمد الشریفی (الجزائر) عبد اللہ العرب (بحرین) مصطفیٰ بن نخی (کویت) اور محمد مندی (متحدہ عرب امارات) شامل ہیں۔ آپ نے جامعۂ ازہر میں بھی برس ہا برس تک طلبہ کو اس فن کی تعلیم دی۔ اس کے علاوہ امریکی یونیورسٹی (قاہرہ) کے شعبۂ مطالعۂ عربی اور ادارہ مخطوطات عربی میں بھی شائقین کو خطّاطی کی تعلیم دی۔ آپ نے خطّاطی سیکھنے والوں کے لیے مشقی کتاب كُرّاسة فنّ الخطّ العَربی لکھی، جس میں تمام اہم خطوط کی تحصیل کے لیے مشقیں اور ہدایات ہیں۔ یہ کتاب سعودی عرب میں طبع ہوئی۔ سید ابراہیم نے خطّاطی کے کئی خوبصورت طغرے بھی تیار کیے۔ مصر میں مطبوعہ بیشتر دینی و علمی ادبی کتب کے ٹائیٹل آپ ہی کے تیار کردہ ہیں۔ اخیر عمر میں سیّد ابراہیم نابینا ہو گئے تھے۔ آپ کا انتقال جنوری ۱۹۹۴ء کو مصر میں ہوا[5]۔

(۱) IRCICA Newsletter Istanbul, No. 35, December 1994, Page.41

(۲) IRCICA Newsletter Istanbul, No. 35, December 1994, Page.41

(۳) سید ابراہیم کے تیار کردہ کراسے میں آپ کی کئی نظمیں آپ ہی کے خط میں موجود ہیں۔

(۴) IRCICA Newsletter Istanbul, No. 35, December 1994, Page. 41.

(۵) ایضاً۔ Newsletter میں شائع شدہ سید ابراہیم

کے بارے میں مذکورہ بالا مضمون کے مضمون نگار جناب عبد اللہ عثمان (مقیم کویت) ہیں۔ مضمون کے آخر میں تحریر ہے کہ انڈیا کی جامع مسجد کے کتبات بھی سید ابراہیم ہی کے خط میں ہے۔ یہاں مراد غالباً جامع مسجد دہلی ہے۔ راقم ۱۹۹۱ء میں جامع مسجد دہلی پر موجود کتبات کا تفصیلی مشاہدہ کرچکا ہے۔ وہاں سید ابراہیم کے خط میں کوئی کتبہ نظر نہ آیا۔ پوری مسجد پر سید ابراہیم کے نہیں بلکہ قدیم خطاطوں کے کتبات ہیں جنکی کچھ تفصیل کتاب "نقشِ پارسی براحجار ہند" مطبوعہ کلکتہ ۱۹۵۷ء میں موجود ہے۔ اس مضمون سے یہ واضح نہیں کہ انڈیا کی جامع مسجد سے مضمون نگار کی مراد کون سی مسجد ہے۔

سیّد ابراہیم سے متعلق تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ ICI-PICH کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۰ء میں استنبول میں پانچواں عالمی مقابلۂ خطاطی سیّد ابراہیم کے نام سے منعقد ہوگا۔ اس موقع پر اسی ادارے کے تحت سیّد ابراہیم کے حالاتِ زندگی اور کارناموں پر مفصل کتاب بھی شایع کی جائے گی۔
(دیکھیے IRCICA NEWSLETTER, NO. 42, April, 1997 Page. 38)

﴿فَسُبْحَانَ الَّذِیْ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ. وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ. یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾
صَدَقَ اللهُ الْعَظِیْمُ

□ سیّد ابراہیم کے قلم سے دیوانی جلی میں آیاتِ قرآنی

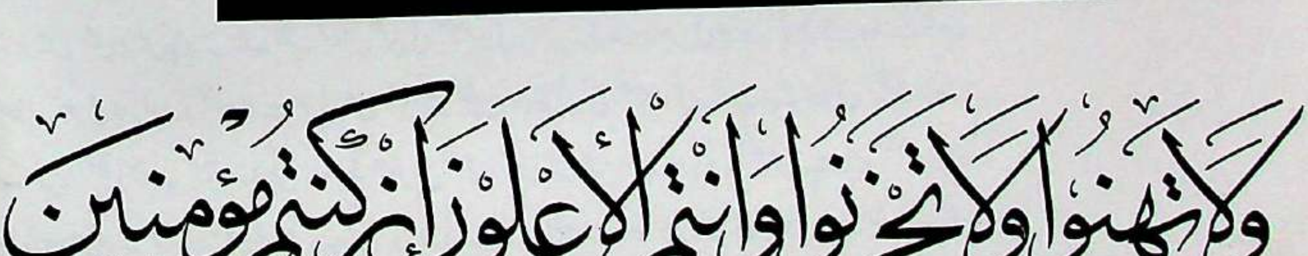

□ سید ابراہیم کے خط میں خط ثلث و نسخ میں قرآنی آیات

نتشرف بمناسبة العيد أن نقدم إلى إخواننا المسلمين في الهند هذه اللوحة

□ سید ابراہیم کے قلم سے مختلف خطوط کے نمونے

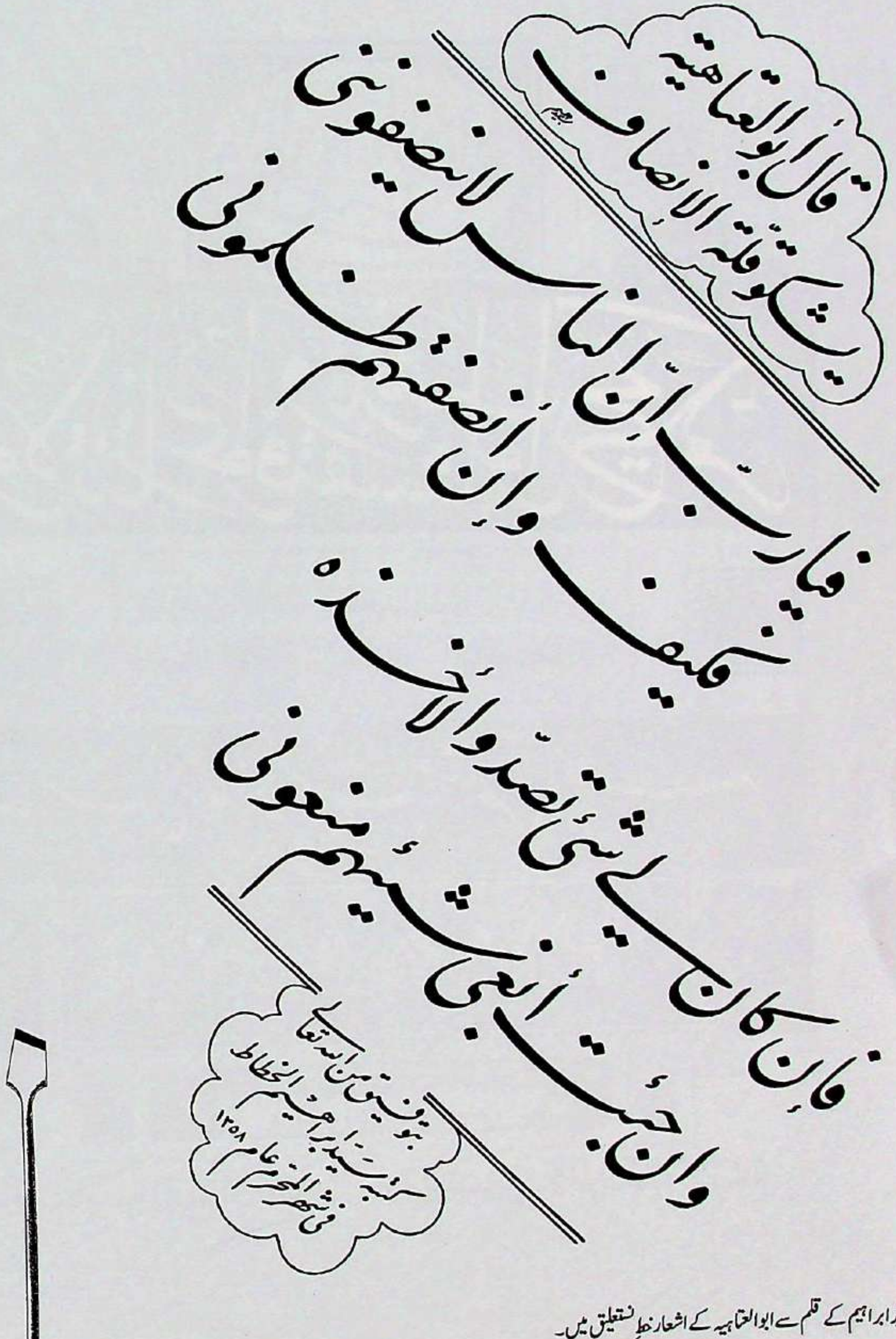

☐ سید ابراہیم کے قلم سے ابو العتاہیہ کے اشعار خطِ نستعلیق میں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

يا خالق الأرض والشمـ ـس والدجى والبدور
وخالق الروض والزهـ ـر والندى والغدير
ارجع إلى الخط عهدا من السنا والنور
عهد الفنون كما كا ن في قديم العصور
أيام يزهى بثوب على الزمان نضير
أيام يلقى من العر ب أحسن التقدير
يجله الترك والفر س في حنايا الصدور
يخلدون بديع الـ منظوم والمنثور
من رائعات المعاني والمنطق المأثور

الخط كنز فقير وزينة للأمير
كم زاد حقا وضوحا بقوة التحبير
ويبعث السحر في القو ل قوة التعبير
فكيف هان علينا ولم يفز بخطير
وكيف أصبح في مصـ ـر في المكان الأخير
يا رب فتح قلوبا لحسنه المستور
وأوله منك فضلا وحظه بالتيسير
فليس ينهض فن لم يغن بالتقدير
ويزدهي الروض إن جا ده الحيا بالنمير

من خط سيد ابراهيم ونظمه سنة ١٣٦٨

□ سید ابراہیم کے اشعار خط نسخ میں انہی کے قلم سے۔اوپر محقق میں بسم اللہ

وإنهم لهم المنصورون وإن جندنا لهم الغالبون

فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون ۞ وله الحمد في السماوات والأرض وعشيا وحين تظهرون
يخرج الحي من الميت ويخرج الميت من الحي ويحيي الأرض بعد موتها وكذلك تخرجون

□ سید ابراہیم کے خط میں قرآنی آیات ثلث اور نسخ میں۔

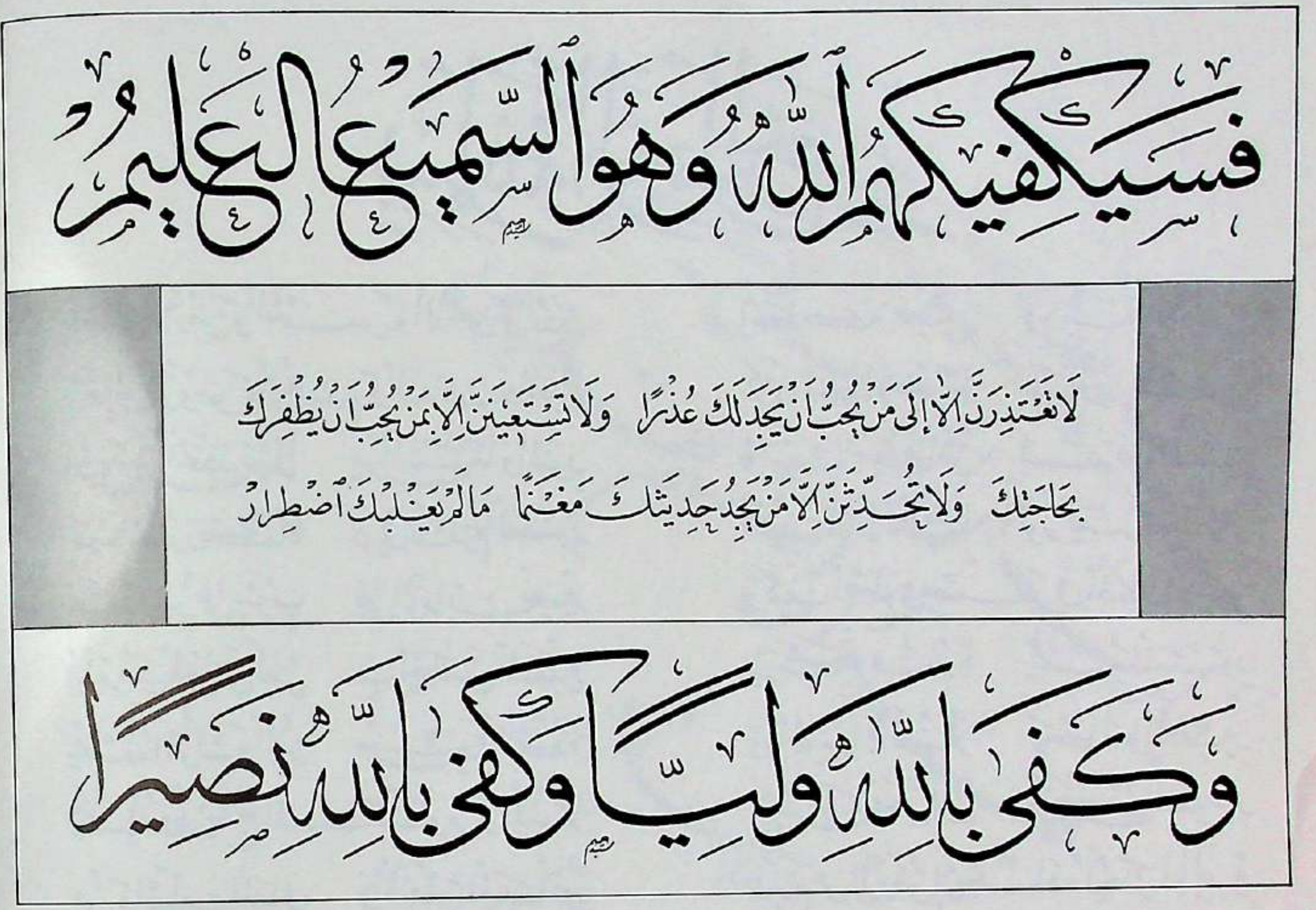

□ بہ خط سید ابراہیم قرآنی آیت خط جلی ثلث میں اور نسخ میں

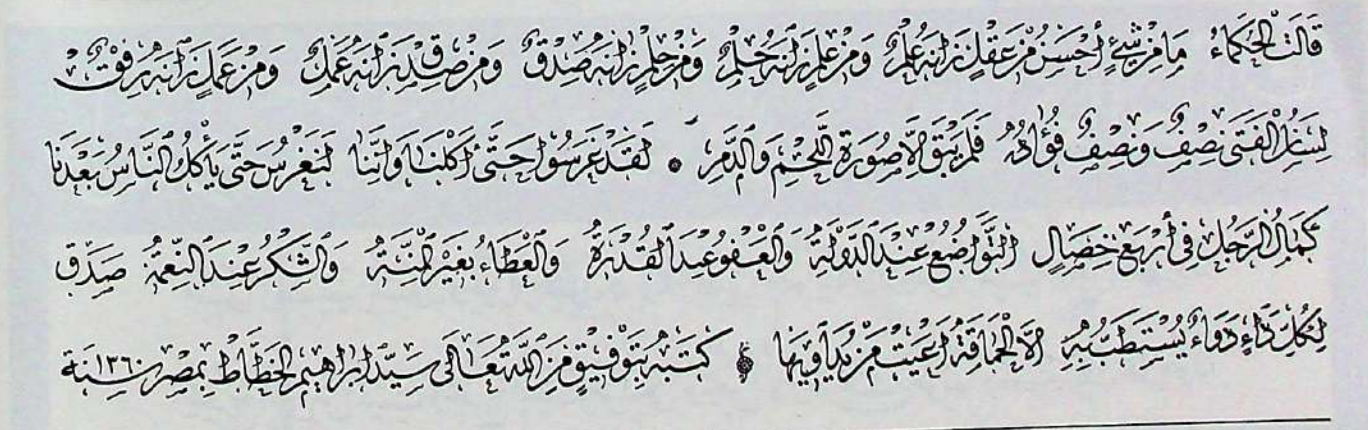

□ سید ابراہیم کے قلم سے خط اجازہ کا ایک نمونہ

عبدالمجید پرویں رقم

عبدالمجید پرویں رقم

عبدالمجید پرویں رقم برصغیر پاک وہند کے عظیم خطاط اور خط نستعلیق کی ایک مخصوص طرز یعنی لاہوری طرزِ نستعلیق کے موجد تھے۔ اس طرز کو جس قدر قبولِ عام حاصل ہوا اس کی مثال تاریخِ خطاطی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ آج پاکستان کے تقریباً ہر شہر، ہر قریے، ہر گاؤں میں بیشتر اخبارات ورسائل کی سرخیاں، سائن بورڈز اور دیگر کام اسی طرز پرویں میں لکھے جاتے ہیں۔

عبدالمجید پرویں رقم ۱۹۰۱ء میں ایمن آباد، ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں پشت در پشت سے سلسلہ خطاطی جاری تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب سات واسطوں سے مولوی حافظ محمد عارف، خوش نویس عہدِ مغلیہ سے ملتا ہے۔ اس خاندان کے بعض خطاطوں کو مغل شہزادوں کے معلم ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا[۱]۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اسی خاندان کے خطاط حافظ ہدایت اللہ نے اپنے فن کا لوہا منوایا اور زرّیں رقم کے لقب سے شہرت حاصل کی[۲]۔ عبدالمجید نے بھی اسی فن کی خاطر اپنی زندگی وقف کردی۔ خطاطی کی ابتدائی تعلیم ایمن آباد ہی میں حافظ خلیفہ نور احمد سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ لاہور آگئے۔ لاہور میں آپ کی ملاقات شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی سے ہوگئی۔ حکیم صاحب خود بھی ماہر خطاط ہونے کے علاوہ مختلف خطوط کے اسرار و رموز سے واقف تھے۔ حکیم صاحب ہی کے صائب مشوروں سے پرویں رقم نے حروف کی ساخت اور الفاظ کے پیوندوں کی پرداخت میں نہایت حسین ترامیم کیں، اس طرح آپ نے ایرانی نستعلیق میں جدت پیدا کی اور حروف ابجد کی ساخت، پیوندوں، دائروں اور کششوں میں وہ خوبصورتی پیدا کی کہ خطِ نستعلیق کو بامِ عروج پر پہنچادیا۔ پہلے حروف کے دائرے شمسی ہوتے تھے۔ آپ نے انہیں بیضوی کردیا، جس سے ان کے حسن میں از حد اضافہ ہوگیا۔ اس طرز نستعلیق کو قبول عام حاصل ہوا[۳]۔ پرویں رقم نے نہ صرف حروف والفاظ کی ظاہری شکل وصورت کا بہترین معیار پیش کیا بلکہ سطر میں الفاظ کی نشست (Setting) کا بھی نہایت اعلیٰ معیار پیش کیا۔ تحریر کی اسی خوبی کی وجہ سے آپ کم

(۱) "حواشی گنجینۂ گوہر" از محمد عالم مختار حق، ماہنامہ "الرشید" لاہور، اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۸۱۔

(۲) "امام فن خطاطِ مشرق صوفی عبدالمجید پرویں رقم"، سہ ماہی علم وفن گوجرانوالہ، جلد ۱ شمارہ ۴، مارچ اپریل مئی ۱۹۹۱ء ص ۵۸۔

(۳) کسی خط میں کی گئی اصلاحات اور ترمیمات کا صحیح اندازہ اس خط کی قبل اصلاح اور بعد اصلاح مختلف شکلوں کا بغور مطالعہ کرکے ہی کیا جاسکتا ہے۔ ان اصلاحات کو الفاظ میں

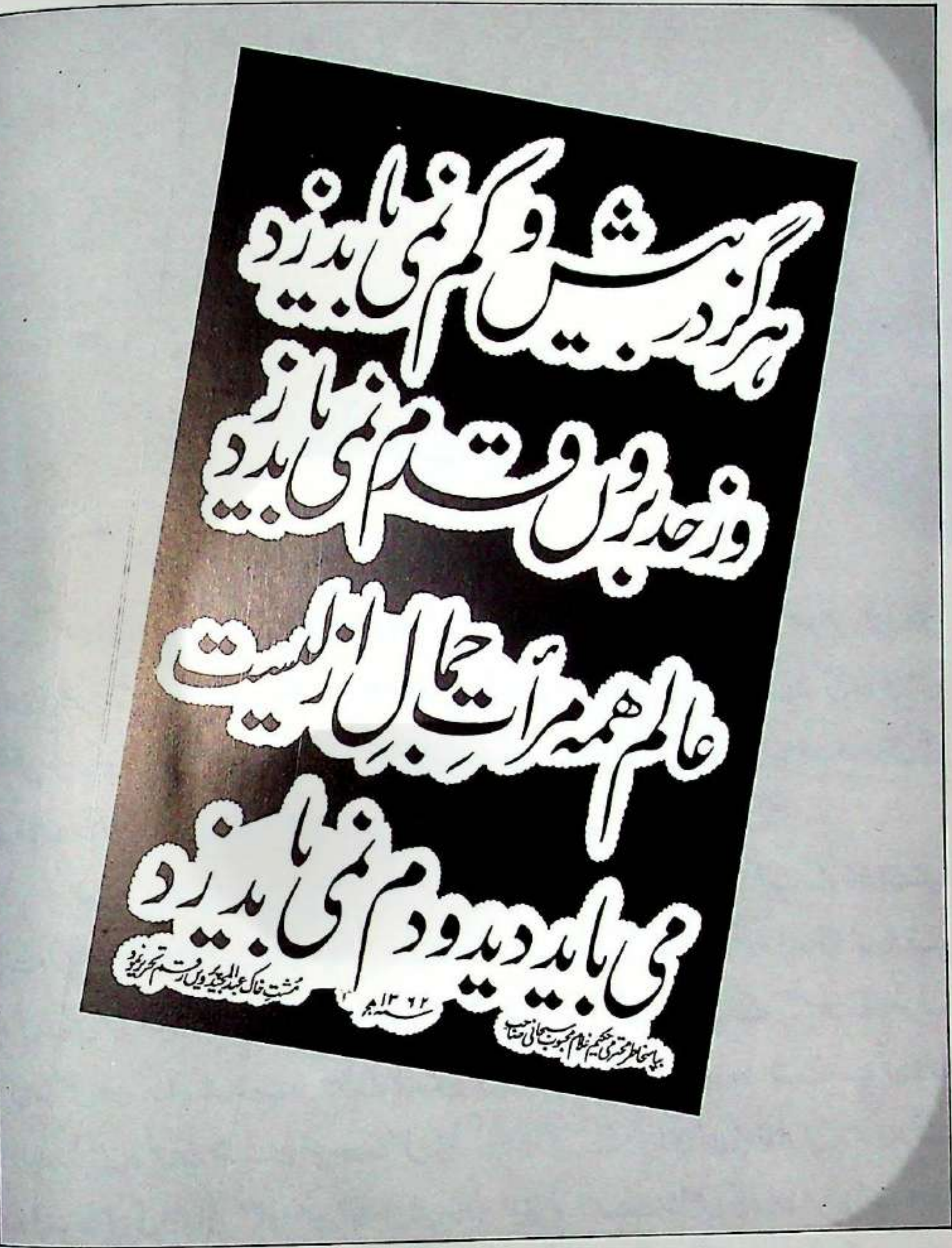

□ فارسی اشعار بہ خط پرویں رقم

جگہ (Space) میں زیادہ سے زیادہ مواد (Matter) لکھنے پر قادر تھے۔ یہ خوبی ان کے کتابت کردہ اشعار اور سرخیوں میں بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہے۔ پرویں رقم اس طرز کے بارے میں اکثر یہ کہا کرتے تھے "میری طرز میں خیال حکیم صاحب کا اور قلم میرا ہے"[(۴)]۔ آپ کو پرویں رقم کا خطاب معروف عالم و محقق مولانا غلام رسول مہر نے ۱۹۲۸ء میں عطا کیا[(۵)]۔ اسی سال آپ نے قدیم روش نستعلیق ترک کر کے جدید روش اختیار کی۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنی کتابوں کی کتابت کے لیے پرویں رقم کی خدمات حاصل کیں۔ اس

بیان کرنا آسان نہیں۔ عبدالمجید پرویں رقم کی خطِ نستعلیق میں کی گئی اصلاحات پر جن حضرات نے لکھا ہے ان میں سید نفیس الحسینی اور غلام نظام الدین شامل ہیں۔ اس بارے میں سید نفیس الحسینی لکھتے ہیں:

"پرویں رقم مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے اجتہادی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ انہوں نے اپنی خداداد استعداد سے خطِ نستعلیق کی "ابجد" کو "الف" سے لے کر "یا" تک فنی تراسیم کی سان پر چڑھایا۔ اس کے ایک ایک حرف کو سنوارا۔ ایک ایک شوشے کو نزاکتوں اور لطافتوں سے مزین کیا۔ الفاظ کے پیوندوں کی ساخت و پرداخت میں رعنائی و زیبائی پیدا کی۔ پرویں رقم کے شہ پاروں میں یہ دو وصلیاں "یا صاحب الجمال و یا سید البشر" اور "عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان وصلیوں میں ان کا فن اوج کمال پر نظر آتا ہے۔ جناب پرویں رقم کے اسلوب نگارش کو خطۂ پنجاب میں غایت درجہ قبول عام حاصل ہوا۔ ان کے شاگردوں کے علاوہ ان کے معاصرین نے بھی تتبع اختیار کیا۔ آج لاہور کا کتب خطاطی پروینی نستعلیق کا نمائندہ تسلیم کیا جاتا ہے۔"

(دیکھیے پیش لفظ برائے کتاب "نگارستان" مرتبہ محمد اعظم منور رقم، ادارۂ پرویں کتابت، لاہور، ۱۹۹۵ء)

پرویں رقم کی خطِ نستعلیق میں کی گئی اصطلاحات کے بارے میں غلام نظام الدین لکھتے ہیں:

"پرویں رقم نے نستعلیق کو اقلیدس کی غیر ضروری جکڑ بندی سے نکال کر نقطے میں ایک ہلکا سا خم پیدا کیا، جسے ہم قلم کا ارتعاش خفیف یا لرزش لطیف یا لغزش جمیل کہہ سکتے ہیں۔ ان کا نظریہ تھا کہ نقطہ یا قطر، جو خط کی اکائی ہے، اگر اس خم سے محروم ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ اقلیدس کی ایک باقاعدہ شکل ہے، جسے ایک اناڑی آدمی بھی پیمانے کی مدد سے بنا سکتا ہے۔ اور اس طرح پھر فنکار کی فضیلت کیا ہوئی؟ علاوہ دوسرے حرفوں کے پرویں رقم نے صرف دائرے کی اتنی تہذیب کی ہے کہ تاریخ میں کسی ایک فردِ واحد نے اس قسم کی مثال نہیں چھوڑی۔ پرویں رقم نے دائرے کو لمبوترا اور گہرا بنا دیا ہے جس سے دائرے میں زبردست جاذبیت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے مدات، جوڑ، پیوند اور نوک پلک غرض ہر چیز میں اچھوتی ترمیم و اصلاح کی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اس خط کو پروینی نستعلیق کا نام دیا جانا چاہیے۔"

(دیکھیے "میرا پسندیدہ فنکار یوسف سدیدی" از نظام الدین، ماہنامہ اوراق لاہور، جلد ۱ شمارہ ۲، ۱۹۶۶ء ص ۱۵۵)۔

(۴) پرویں رقم کے فنی مقام کے سلسلے میں دیوان گرامی کے فلیپ نگار کے یہ الفاظ بڑے متاثر کن ہیں:
"منشی عبدالمجید صاحب پرویں رقم ہندوستان کے مایۂ ناز خوشنویس ہیں جو فنِ خطاطی میں ایک خاص طرزِ جدید کے

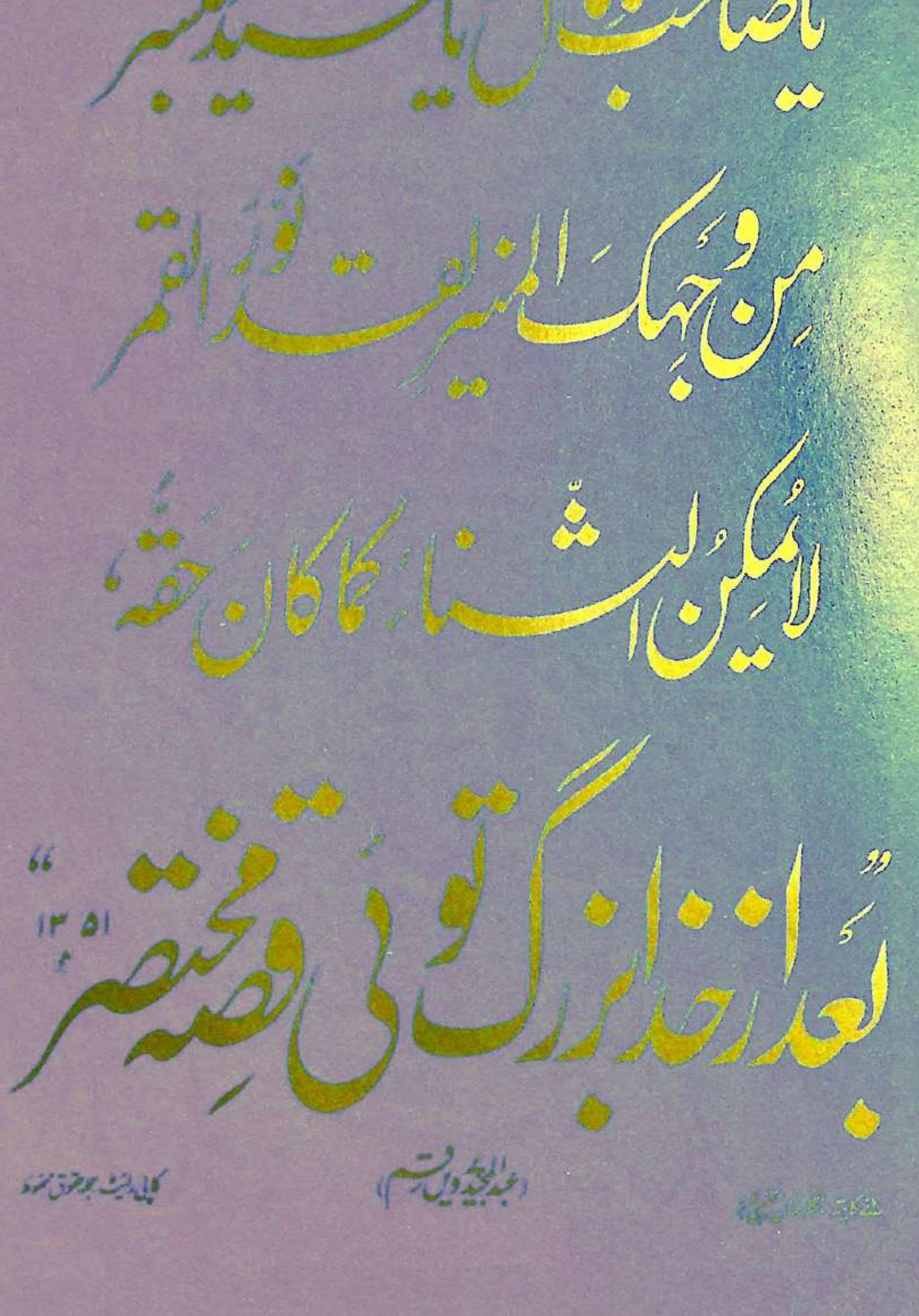

☐ عبدالمجید پروین رقم کے قلم سے نستعلیق میں شیخ سعدیؒ کی مشہور نعتیہ رباعی۔ اس رباعی میں پروین رقم کا حسن خط پورے عروج پر ہے۔
اسے پروین رقم نے خود ہی ''نگارستان ایجنسی'' سے شائع کرایا تھا۔

□ شیخ سعدیؒ کے اشعار
به خط عبدالمجید پرویں رقم

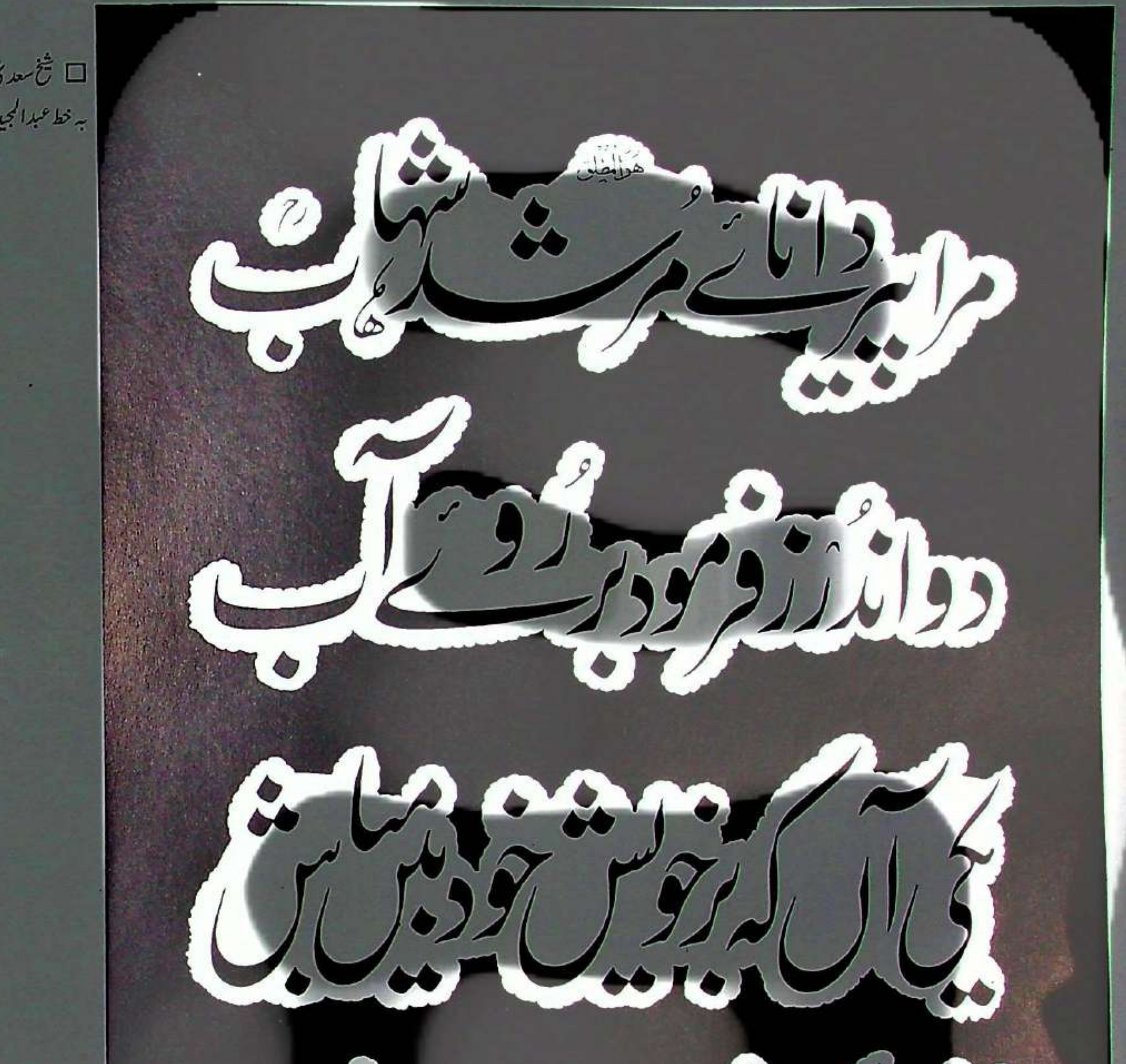

□ مثنوی مولانا رومؒ کا شعر بہ خط پرویں رقم

وقت پرویں رقم کی عمر محض اٹھارہ برس تھی۔ اس مختصر عمر میں بھی آپ ایرانی طرز نستعلیق خوبصورت انداز سے لکھتے تھے۔ علامہ اقبال کے نزدیک آپ لاہور کے بہترین کاتب تھے (۶)۔ پرویں رقم نے جدید طرز کی ایجاد سے قبل قدیم ایرانی طرز میں اقبال کی بعض کتابوں کی کتابت کی تھی۔ فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال نے کلیاتِ اقبال کی جدید اشاعت کے موقع پر پرویں رقم کے حسنِ خط کا ان الفاظ میں اعتراف کیا:

"علامہ مرحوم نے کتابت کے لیے جو خاص اہتمام ملحوظ رکھے تھے ان کا اندازہ کچھ اہلِ نظر ہی کر سکتے ہیں۔ اس دور کے بہترین خوش نویس جناب صوفی عبدالمجید صاحب پرویں رقم کے اعجاز اور علامہ کے شوق کی بدولت حسنِ کتابت وطباعت کا جو مرقع تیار ہوا تھا اس کا مثیل تو میرے لیے ممکن نہ تھا تاہم میں نے تابہ مقدور کوشش کی ہے کہ جدید کتابت وطباعت شاعرِ مشرق کے کلام کے شایانِ شان

موجد ہیں۔ انہیں ایرانی طرزِ تحریر میں یدِ طولیٰ حاصل ہے کہ ان کے لکھے ہوئے حروف مفردہ اور الفاظ مرکبہ اساتذہ حال کیلیے ایک سرمایۂ درسِ بصیرت ہوتے ہیں اور ناظر کی مشتاق آنکھوں میں جنت نظر کا سماں باندھ دیتے ہیں۔ سو الحمد للہ کہ رُباعیاتِ گرامی بھی ان ہی کے پنجۂ نگارین کا شاہکار ہیں۔ ؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"
(دیکھیے فلیپ "دیوان گرامی" شیخ مبارک علی ناشران وتاجران کتب، لاہور، س ن)

(۵) "حواشی گنجینۂ گوہر" از محمد عالم مختار حق، ماہنامہ الرشید لاہور، اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۸۱۔
مولانا غلام رسول مہر کے قدیم رفیق مولانا عبدالمجید سالک بھی پرویں رقم کے فنی مقام کے معترف تھے۔ اس بارے میں اپنی خودنوشت "سرگزشت" میں لکھتے ہیں:
"منشی عبدالمجید پرویں رقم کا انتقال ملک برکت علی کی وفات کے ایک روز پہلے ہوا۔ پنجاب میں کتابت وخوشنویسی کی شاندار روایات اس باکمال خطاط سے زندہ تھیں، اکثر آپ حکیم فقیر محمد صاحب کے ہاں بیٹھتے، دونوں ماہرینِ خطاطی بعض فنی نکات پر مشورہ کرتے اور دونوں ایک دوسرے کی مہارت کے قائل ومعترف تھے۔ علامہ اقبال کی اکثر کتابوں

ہو"(۷)۔

اسی طرح ماہرِ اقبالیات، پروفیسر مرزا محمد منور بھی کلیّاتِ اقبال کے جدید ترین ایڈیشن (اقبال اکیڈمی کی طرف سے شائع شدہ) کے مقدمے میں پرویں رقم کے حسنِ خط کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"اقبال نے اپنے مجموعوں کی کتابت میں بھرپور دلچسپی لی کیونکہ خراب کتابت شاعری کے حسن کو دھندلا کر دیتی ہے۔ ہمارے سامنے بھی اہم ترین مسئلہ یہی تھا کہ خوشنویسی کا وہ معیار کیوں کر برقرار رکھا جائے جو استادِ یگانہ مرحوم عبدالمجید پرویں رقم قائم کر گئے ہیں"(۸)۔

فنِ خطاطی کے علاوہ تصوف سے بھی پرویں رقم کا خاص تعلق تھا۔ آپ پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور حافظ غلام محی الدین قصوری سے بیعت تھے۔ عجیب اتفاق ہے کہ علامہ اقبال کی کتابوں کی کتابت کی سعادت، اگر پرویں رقم کے حصے میں آئی تو علامہ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف پرویں رقم کے شیخ طریقت حافظ غلام محی الدین کو حاصل ہوا، اور علامہ کے مزار پر خطاطی ابنِ پرویں رقم نے کی(۹)۔ پرویں رقم بیشتر وقت اوراد و ظائف میں گزارتے۔ توکل، قناعت اور ملنساری آپ کی خصوصیات تھیں۔

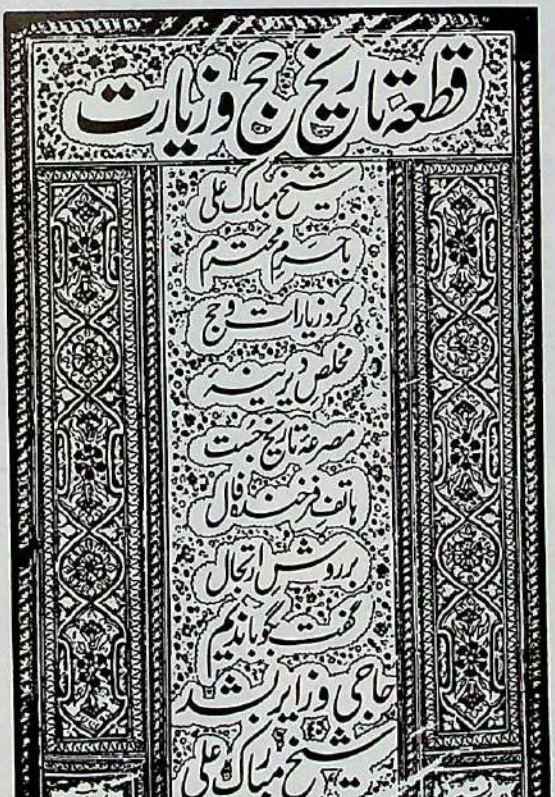

□ لاہور کے مشہور ناشر و تاجر کتب شیخ مبارک علی جب فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد واپس آئے تو بشیر نامی شاعر نے یہ قطعہ کہا جسے عبدالمجید پرویں رقم نے اپنے خوبصورت خط میں لکھا۔

کی کتابت منشی عبدالمجید نے کی تھی اور علامہ ممدوح ان کی بے حد قدر کرتے تھے۔ مرحوم کے صاحبزادے محمد اقبال آج کل اپنے باپ کے کمال کو زندہ رکھنے میں کوشاں ہیں اور ماشاءاللہ نہایت عمدہ خوشنویس ہیں۔"
(دیکھیے "سرگزشت" از عبدالمجید سالک، بار دوم، قومی کتب خانہ لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۵۲۰)۔

(۶) "علامہ اقبال کے غیر مطبوعہ رقعات بنام پرویں رقم" از رفیع الدین ہاشمی، سہ ماہی اقبال ریویو لاہور، جلد ۲۴ نمبر ۴، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۱۸۔
پرویں رقم مقدار کی خاطر معیار کم کرنے پر کبھی راضی نہ ہوئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ معیار بلند رکھنے کے لیے رفتار اور مقدار کم رکھنی پڑتی ہے۔ بعض اوقات علامہ اقبال کتابت کی کم مقدار پر اپنے عدم اطمینان کا اظہار بھی کرتے مثلاً پرویں رقم کے نام ایک رقعہ میں لکھتے ہیں: "آپ کے لکھنے کی رفتار بہت ست ہے۔ ۲۶ یا ۲۷ سطر یومیہ اوسط ہے۔ اگر یہ حال رہا تو کتاب مشکل سے ختم ہوگی۔ میرے خیال میں آپ کو کم از کم ایک کاپی روز لکھنی چاہیے، یہ کوئی مشکل کام نہیں" (دیکھیے "علامہ اقبال کے غیر مطبوعہ رقعات بنام پرویں رقم" از رفیع الدین ہاشمی، سہ ماہی اقبال ریویو لاہور، جلد ۲۴ نمبر ۴، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۱۸)۔ علامہ اقبال کا یہ رقعہ اور دو اور رقعات بنام پروین رقم علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل) لاہور میں محفوظ ہیں۔

(۷) "کلیات اقبال اردو"، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ ۱۹۷۳ء۔

(۸) "کلیات اقبال اردو" اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۔

(۹) "حواشی گنجینۂ گوہر" از محمد عالم مختار حق، ماہنامہ الرشید لاہور، اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۸۱۔

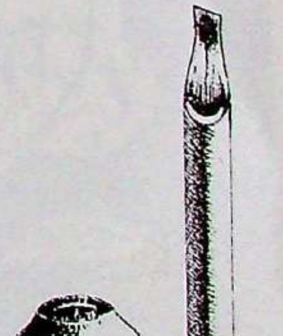

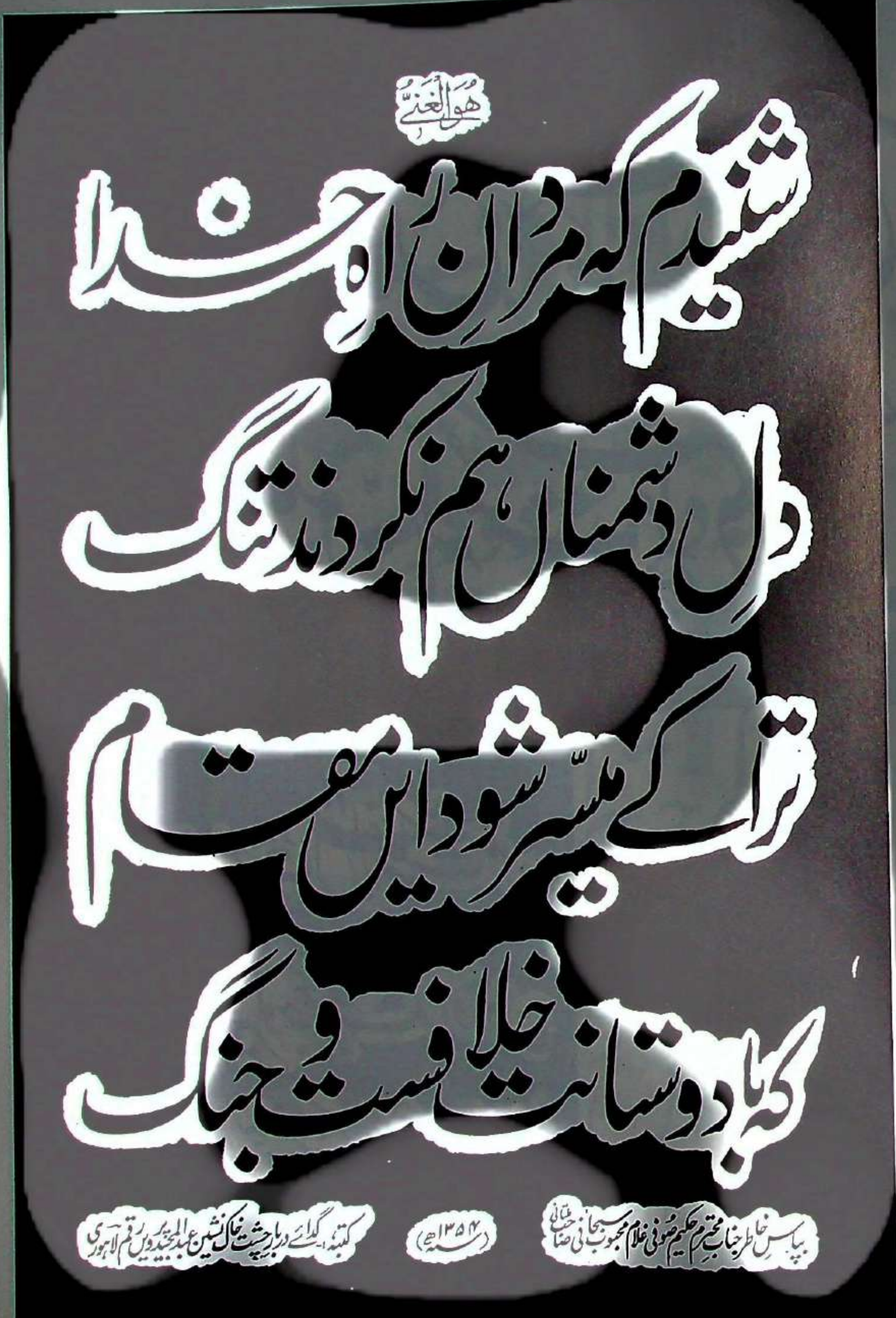

□ شیخ سعدیؒ کے اشعار
بہ خط پرویں رقم

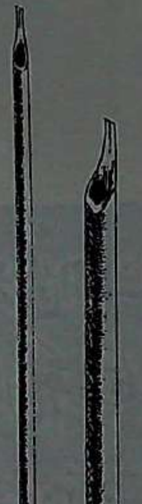

☐ خطِ نستعلیق میں فارسی شعر
بہ خط پرویں رقم

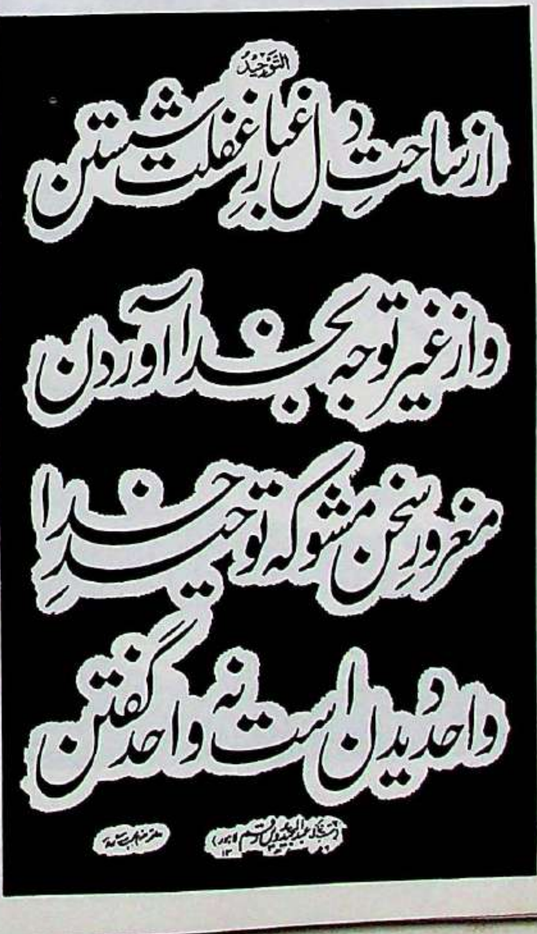

☐ فارسی اشعار
بہ خط پرویں رقم

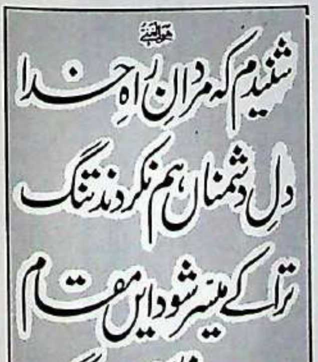

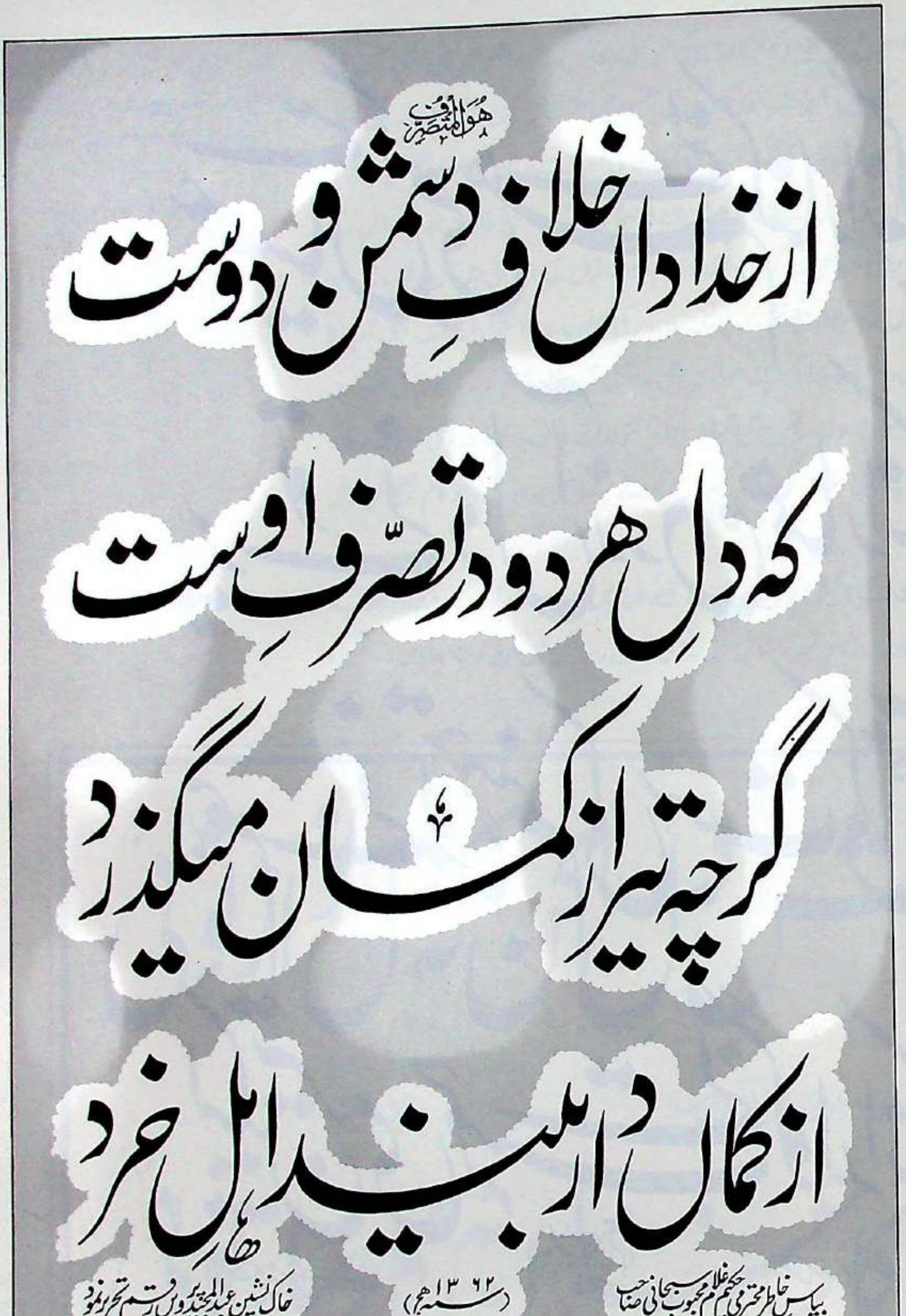

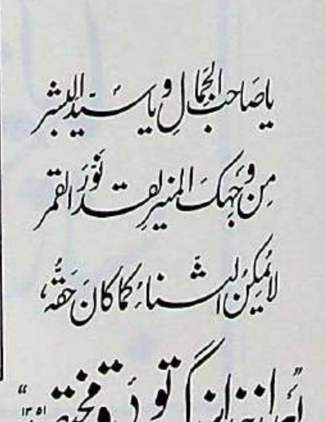

□ خطِ نستعلیق میں فارسی اشعار بہ خط پرویں رقم

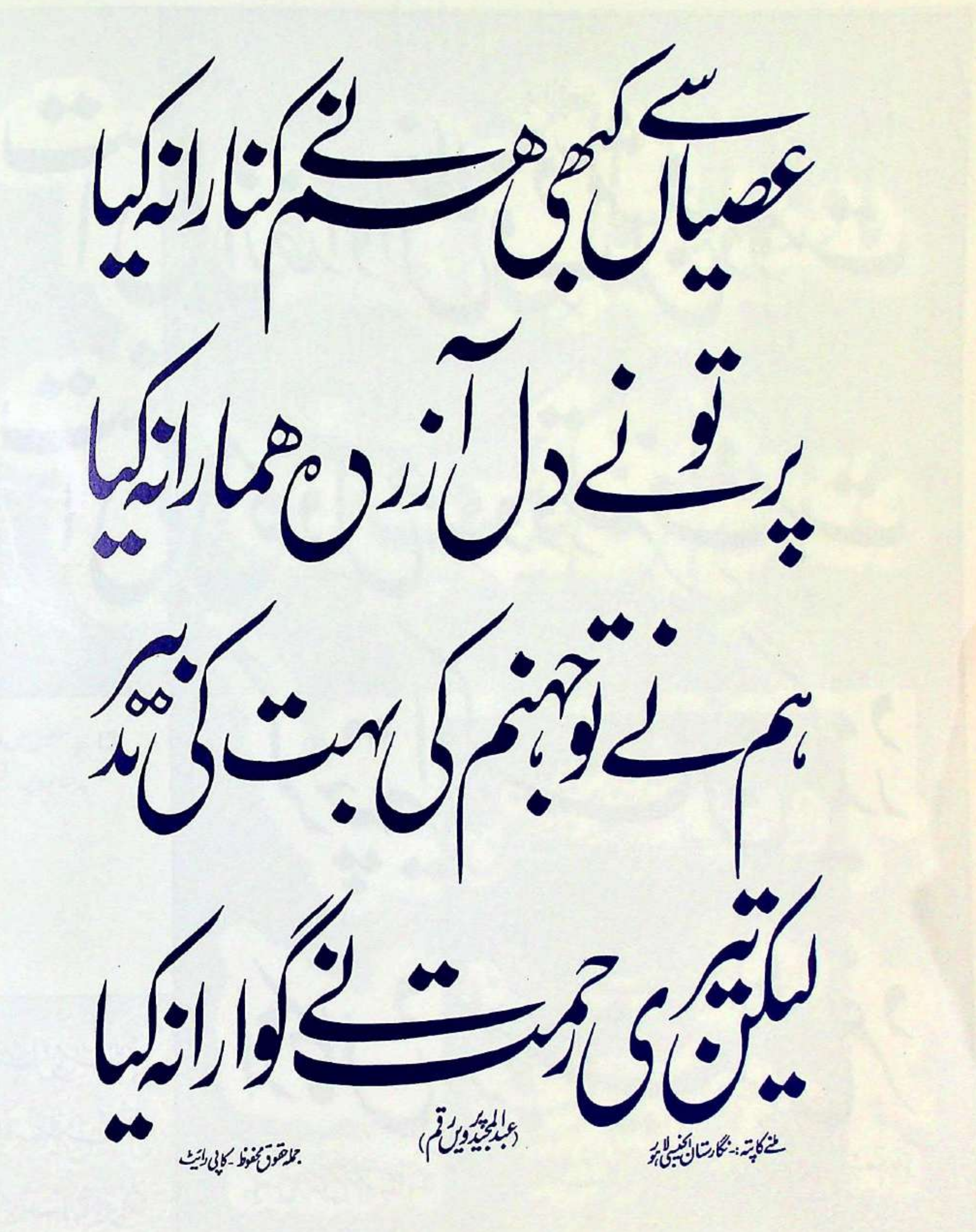

□ خط نستعلیق میں پرویں رقم کی لکھی گئی رباعی۔ پہلے مصرع میں "ہم نے" اور آخری مصرع میں "رحمت نے" میں خوبصورت کشش دی ہے۔ نیز "تدبیر" میں "ی" کے نقطوں میں "ت" کے نقطے لکھے ہیں۔ اس رباعی کو بھی پرویں رقم نے خود ہی "نگارستان ایجنسی" سے شایع کرایا تھا۔

پرویں رقم کا انتقال ۴، اپریل ۱۹۴۶ء کو ۴۶ برس کی عمر میں ہوا[۱۰]۔ اس مختصر عمر میں بھی آپ خط نستعلیق کا جو بلند معیار پیش کر گئے ہیں آج تک کوئی خطاط اس مخصوص طرز میں اس مقام تک نہ پہنچ سکا۔ بدقسمتی سے پرویں رقم نے، جس عہد میں مختلف کتب کی کتابت کی اس زمانے میں طباعت کا معیار انتہائی ناقص تھا، لیتھو میں طباعت ہوتی تھی، اس لیے ان کتب میں ان کی خطاطی کا مکمل حسن ظاہر نہ ہو سکا۔ اس کے باوجود، بعض کتب مثلاً دیوانِ گرامی، رباعیاتِ گرامی، حمکدۂ خیام، کلامِ اقبال کے ابتدائی ایڈیشن وغیرہ میں ان کا خط عروج پر نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ پیکو آرٹ پریس، لاہور کی مطبوعات واشتہارات میں بھی آپ کا حسنِ خط قابل دید ہے۔ پرویں رقم کے خط کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ کا ہر کام خواہ کتابوں کی صورت میں ہو، اخبارات ورسائل کی الواح ہوں، پتھر پر کیا گیا کام ہو، اشتہارات ہوں یا قطعات، فنی لحاظ سے بلند مقام کا حامل نظر آتا ہے۔ آپ کبھی مقدار کی خاطر معیار کم کرنے پر راضی نہ ہوئے، جو کام بھی کیا اوّل درجے کا کیا۔

جن معروف اخبارات کے ٹائیٹل پرویں رقم نے لکھے ان میں لاہور کے نوائے وقت، انقلاب، سیاست، پرتاپ، ہندو اور مساوات (امرتسر) شامل ہیں۔ اسی طرح رسائل میں ادبی دنیا، ہمایوں، عالمگیر،

(۱۰) "حواشی گنجینۂ گوہر" از محمد عالم مختار حق، ماہنامہ الرشید لاہور، اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۸۱۔ پرویں رقم کے انتقال کے بعد پیر غلام دستگیر نامی شاعر نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا:

چو عبدالمجید از جہاں کرد رحلت
بگفتم کہ شد خوش قلم از جہانے
ز تاریخ فوتش چو پرسند نامی
بگو رفت پرویں رقم از جہانے

□ پرویں رقم کے فنی سفر کے دورِ عروج کا ایک نمونہ۔ ایک فارسی شعر

شاہکار، اور ینٹل کالج میگزین، بیسویں صدی، افسانہ، صوفی، فیضِ عالم، قوسِ قزح، الطبیب، ساربان اور اشاعتِ اسلام وغیرہ کی پیشانی پر آپ کا خوبصورت خط آج بھی دعوتِ نظارہ دیتا ہے[(۱۱)]۔

پروین رقم کے صاحبزادے اقبال ابنِ پرویں رقم بھی نامور خوشنویس تھے۔ علامہ اقبال کے مزار کی اندرونی چھت پر خوبصورت خط نستعلیق میں علامہ کی فارسی غزل کے کتبات آپ کے فن کا شاہکار نمونہ ہیں۔ مینارِ پاکستان پر کتبے کی صورت میں علامہ اقبال کی نظم "لاَ اِلٰہَ الاّ اللہ" بھی اقبال ابن پرویں رقم کے قلم سے ہے۔ پرویں رقم کے مشہور و معروف تلامذہ میں محمود اللہ صدیقی[(۱۲)]، محمد اعظم منور رقم، صوفی خوشی محمد ناصر قادری، خلیفہ احمد حسین سہیل رقم، غلام محمد، فضل الٰہی، عبدالحفیظ، عاشق حسین، انیس القلم، محمد رفیع، حکیم مظفر عزیز، محمد اعظم نصیری اور مولوی عبدالرحمٰن شامل ہیں۔

نامور محقق جناب محمد عالم مختار حق نے پرویں رقم کی کتابت کردہ کتب، سرورق، اشتہارات، پتھروں پر کام، وغیرہ کی بڑی دیدہ ریزی سے فہرست بہ عنوان "نوادرِ پرویں رقم" تیار کی ہے[(۱۳)]۔

(۱۱) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "نوادرِ پرویں رقم" از محمد عالم مختار حق، ماہنامہ الرشید لاہور، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۴۰ اور یہی رسالہ بابت جولائی ۱۹۹۶ء، ص ۴۹۔

(۱۲) محمود اللہؒ صدیقی پرویں رقم کے وہ نامور شاگرد تھے جنہیں کلیاتِ اقبال (اردو اور فارسی) کی عکسی اشاعت کی مکمل کتابت کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

(۱۳) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "نوادرِ پرویں رقم" از محمد عالم مختار حق، ماہنامہ الرشید لاہور، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۴۰ اور یہی رسالہ بابت جولائی ۱۹۹۶ء، ص ۴۹۔

☐ فارسی اشعار پرویں رقم کے خوبصورت خط میں

کامل البابا

کامل البابا

کامل البابا ہمارے عہد کے مشہور لبنانی نژاد خطاط تھے۔ ان کی پیدائش صیدا (لبنان) میں ۱۹۰۵ء میں ہوئی جہاں ان کے والد سلیم البابا عربی ادب کے استاد تھے۔ کچھ عرصے بعد سلیم البابا کا تبادلہ بیروت ہو گیا، اس لیے کامل البابا بچپن ہی میں اپنے والد کے ہمراہ صیدا سے بیروت چلے گئے۔ سلیم البابا عربی ادب کے مدرّس ہونے کے علاوہ ماہر خطّاط بھی تھے۔ ابتداء میں کامل البابا نے خطّاطی اپنے والد ہی سے سیکھی۔ اس کے بعد آپ نے معروف مصری خطّاط نجیب ھواوینی سے فنِ خطّاطی کی مزید تحصیل کی۔ نجیب ھواوینی مصر کے شاہ فواد اوّل کے دربار میں خطّاطِ اعلیٰ کے منصب پر فائز تھے[1]۔

کامل البابا کے فنّی آثار میں مختلف خطوط میں طغروں کے علاوہ کئی اہم کتب و رسائل کے خوبصورت سرورق شامل ہیں۔ یہ کتب لبنان، سعودی عرب و دیگر ممالک کے ناشرین کی جانب سے شائع ہوئیں۔ ان کتب میں مشہور نابینا مصری ادیب ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی کلّیاتِ نثر **المجموعة الكاملة** بھی شامل ہے[2]۔ آپ نے بیروت کے شریعت کالج اور لبنان یونیورسٹی کے ادارۂ فنونِ لطیفہ میں بھی خطّاطی کی تعلیم دی۔ آپ فنِ خطّاطی کے فروغ کے لیے عمر بھر کوشاں رہے۔ کامل البابا نے ہر عہد کے مشہور خطّاطوں کے شہ پاروں کے انتخاب پر مشتمل کتاب **روح الخط العربی** کے عنوان سے لکھی، جس میں تاریخِ خطّاطی اور مختلف خطاطوں کے بارے میں عمدہ معلومات مہیا کیں۔ اس کتاب میں نوادرِ خطّاطی کا انتخاب بہت عمدہ ہے۔ کئی معروف خطاطوں نے کامل البابا کو ذاتی طور پر اس کتاب کی خاطر اپنے نمونے پیش کیے[3]۔ اس کتاب میں کامل البابا کے خط کے بھی کئی خوبصورت نمونے موجود ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۸۳ء میں بیروت سے شائع ہوئی۔ کامل البابا کا انتقال مئی ۱۹۹۱ء کو ریاض (سعودی عرب) میں ہوا[4]۔

(۱) IRCICA Newsletter Istanbul, No. 26, August- 1991, Page.24 اور فلیپ کتاب روح الخط العربی۔

(۲) یہ کلّیات بیروت سے شائع ہوئی ہیں۔

(۳) مثلاً استاد حامد الآمدی نے اپنے مشہور لوحے کی نقل کامل البابا کو بھیجی جو جامع مسجد شیشلی استنبول کے صدر دروازے کے لیے لکھا گیا۔ ساتھ ہی خطِ اجازہ میں یہ الفاظ لکھے:

هدینی الی الاخ والاستاذ کامل البابا اعجابًا وتقدیر الفنة من الحقیر حامد الآمدی (دیکھیے روح الخط العربی ص ۲۴۷)

(۳) IRCICA Newsletter Istanbul, No.26 August 1991, Page.24

□ قرآنی آیت
﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾
بہ خط کامل البابا

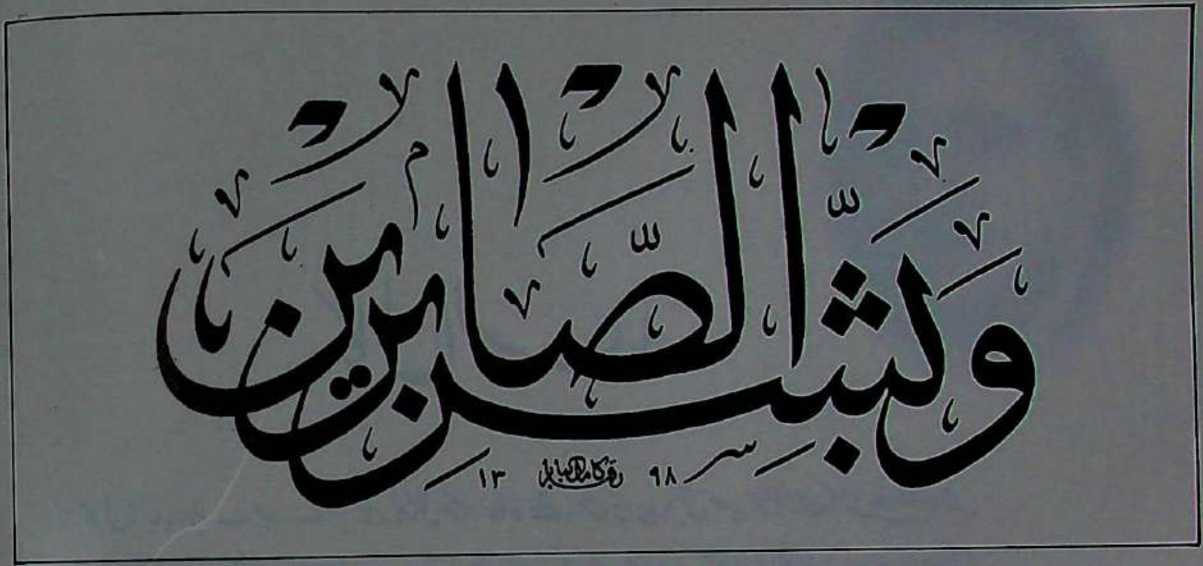

□ حدیث مبارک خط نستعلیق میں «اَلجَنَّةُ تَحتَ اَقدَامِ الأُمَّهَاتِ» بہ خط کامل البابا۔

□ خط ثلث جلی میں الحمدُ للهِ

□ خط ثلث جلی میں قرآنی آیت ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ (سورة آل عمران آیت ۱۰۳) بہ خط کامل البابا

□ خط ثلث جلی میں ﴿ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴾ بہ خط کامل البابا

□ خط ثلث جلی میں ﴿ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ﴾ (سورة الأعراف آیت ١٥٦) بہ خط کامل البابا

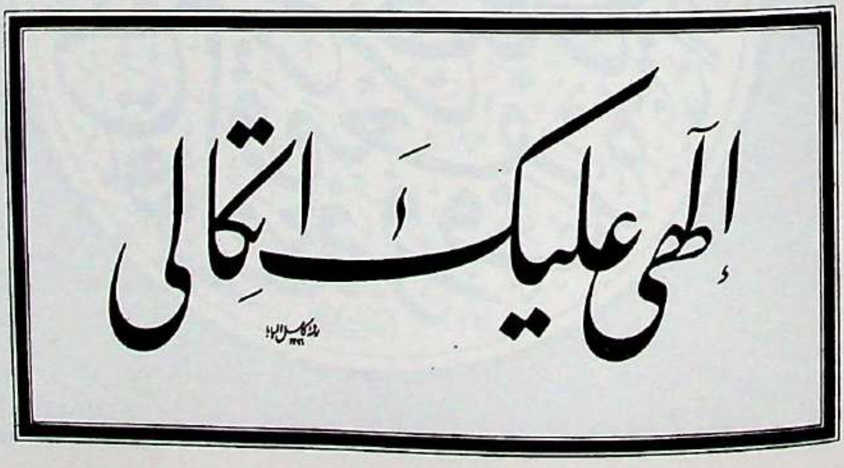

□ کامل البابا کے قلم سے خطِ نستعلیق کا ایک نمونہ

كُلُّكُمْ رَاعٍ وكُلُّ رَاعٍ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِه

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا أَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾

اللهُ محبّة

هاشم محمّد البغدادی

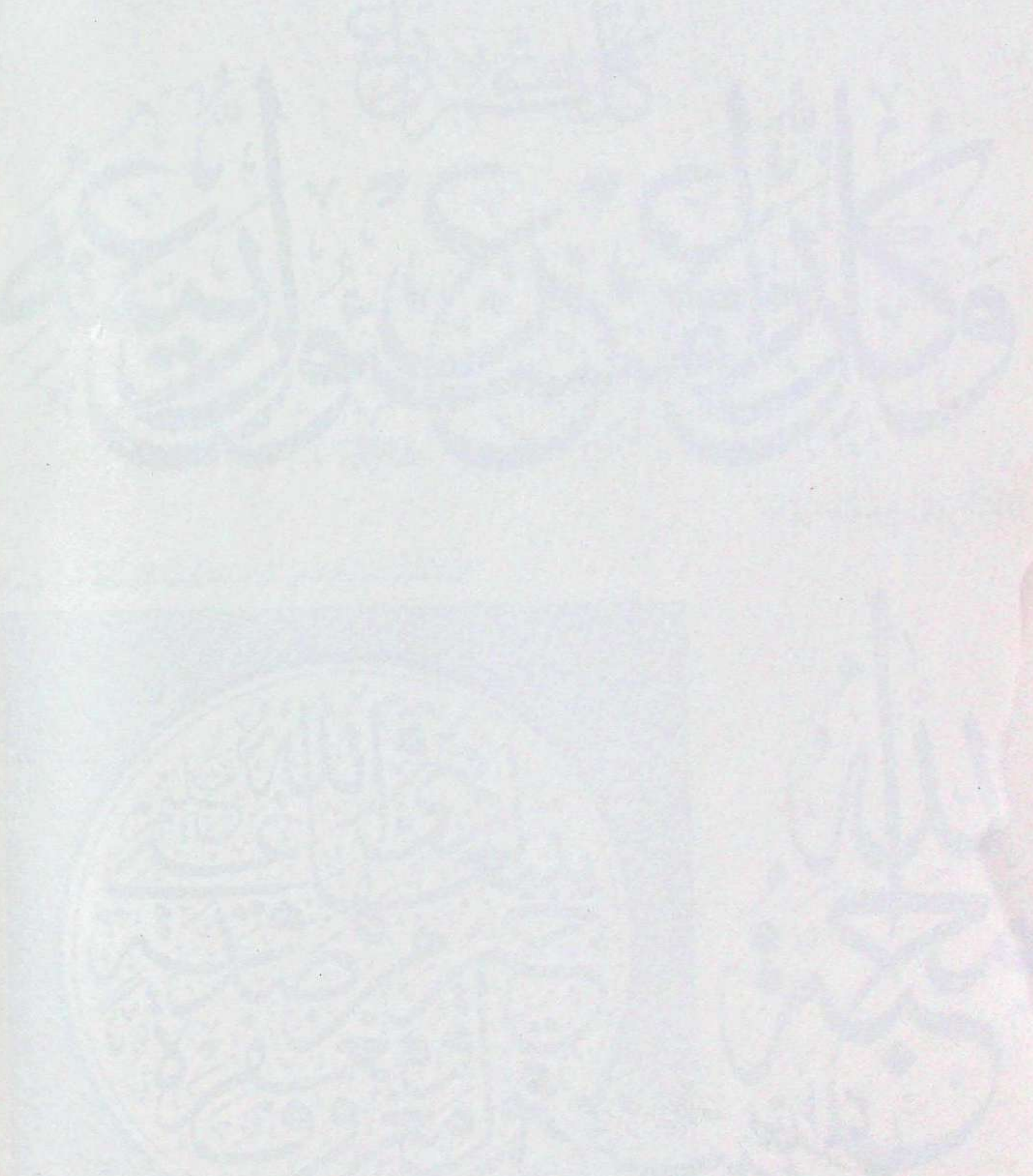

ہاشم محمّد بغدادی

ہاشم محمد عراق کے بین الاقوامی شہرت یافتہ خطاط تھے۔ آپ ۱۹۱۷ء میں بغداد کے محلے "باسم خان لوند" میں پیدا ہوئے اور یہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی[۱] آپ کو بچپن سے ہی فن خطاطی سے خاص شغف تھا۔ انتہائی کم عمری میں آپ نے فن خطاطی کا دقت نظری سے مطالعہ کیا اور خطِ ثلث اور خطِ تعلیق میں مہارت حاصل کی۔ اس مقصد کی خاطر آپ نے اس عہد کے عراقی خطاط محمد علی فضلی اور خلی خطاط سے تلمذ اختیار کیا اور ان سے اجازہ حاصل کیا۔ بعد ازاں فنِ خطاطی میں مزید مہارت حاصل کرنے کی خاطر آپ نے مصر و شام کے اساتذۂ فن کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان اساتذہ میں سیّد ابراہیم اور محمد حسنی شامل ہیں جن سے آپ نے ۱۹۴۴ء میں اجازہ حاصل کیا[۲]۔ ۱۹۴۶ء میں آپ نے خطِ رقعہ سیکھنے کے لیے کرّاسہ لکھا اور اسے خود ہی شایع کیا[۳]۔ ہاشم محمد کی فنِ خطاطی میں زیادہ سے زیادہ مہارت حاصل کرنے کی لگن یہیں ختم نہ ہوئی چنانچہ یہی جذبہ انہیں استنبول لے گیا جہاں ترکی کے عظیم خطاط اور اس عہد کے امام فنِ خطاطی استاد حامد الآمدی سے آپ نے رشتہ تلمذ قائم کیا اور ان سے خوب فیض اٹھایا۔ استاد حامد مرحوم کی صحبت کا یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کے فن کو چار چاند لگ گئے اور آپ کے خط میں بھی عظیم ترک اساتذہ کا رنگ نظر آنے لگا۔ استاد حامد الآمدی سے آپ نے دو مرتبہ یعنی ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۲ء میں اجازہ (ڈپلوما) حاصل کیا۔ اس سے قبل ۱۹۴۷ء میں قاہرہ کے مشہور ادارے **مدرسة تحسين الخطوط** سے بھی آپ ڈپلوما حاصل کر چکے تھے[۴]۔

جب عراقی حکومت کی جانب سے سرکاری اہتمام کے تحت قرآن مجید کی طباعت کا فیصلہ کیا گیا تو یہ ذمہ داری بھی ہاشم محمد ہی کو سونپی گئی۔ آپ نے تلاش و جستجو کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ جامع مسجد امام اعظم ابو حنیفہ" میں محفوظ اس نسخے کو طبع کرایا جائے جسے والدہ سلطان عبدالعزیز (پرتونیال) نے ہدیہ کیا تھا۔ اس نسخے کی کتابت ترک خطاط حافظ محمد امین الرشدی نے انتہائی خوبصورت خط نسخ میں ۱۸۲۱ء میں کی تھی مگر بعض مقامات پر دوبارہ کتابت کی ضرورت تھی۔ ہاشم محمد نے یہ کام انتہائی مہارت سے انجام دیا اور اس نسخے کی

(۱) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۲۵.

(۲) Hashem Al-Khattat, Iraqi Cultural Centre, London 1978, Page.2

(۳) Hashem Al-Khattat, Iraqi Cultural Centre, London 1978, Page.2

(۴) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۲۵۔ استاد حامد الآمدی اپنے اس نامور شاگرد کی فنی ترقی سے کس قدر متاثر تھے اس کا اندازہ انکے اس جملے سے کیا جاسکتا ہے "فن خطاطی دار السلام (بغداد) سے تمام عالم میں پھیلا تھا اور تمہارے ہاتھوں یہ فن دوبارہ دار السلام میں پہنچ گیا ہے۔" (دیکھیے مصور الخط العربی از ناجی زین الدین، ص ۳۵۲)۔ استاد حامد الآمدی کے ہاشم محمد کے لیے لکھے گئے اجازہ (ڈپلوما) کے الفاظ کے لیے دیکھیے، مصور الخط العربی، ص ۳۵۲.

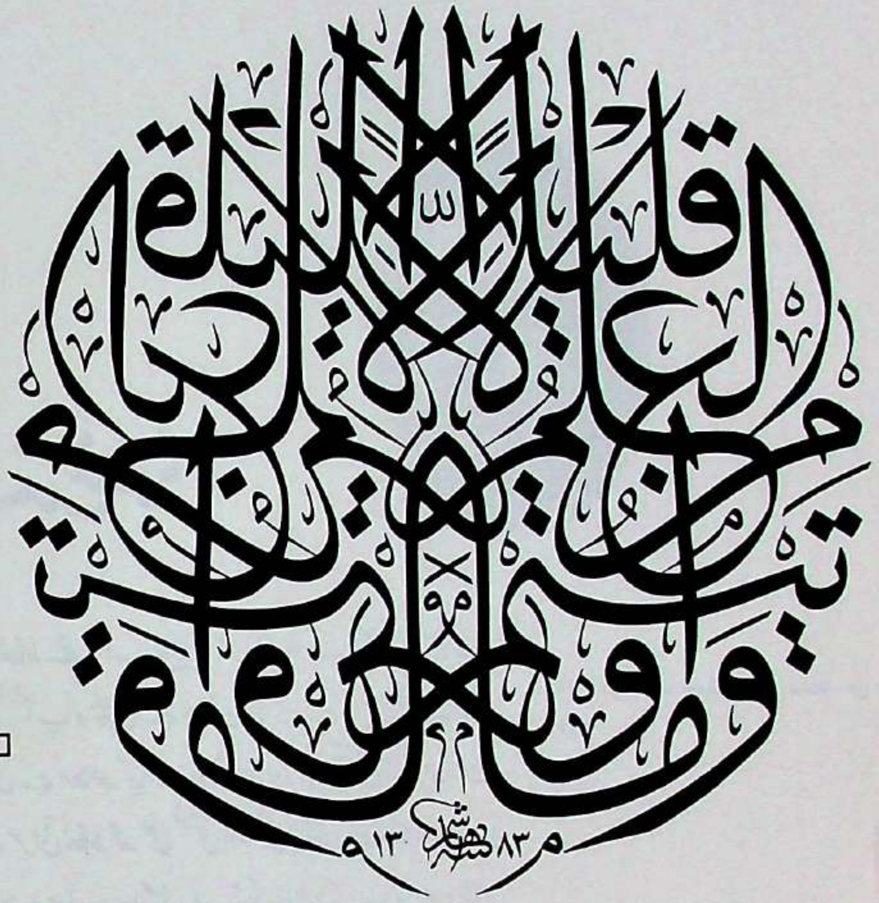

﴿وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾

☐ بہ قلم ہاشم محمد قرآنی آیت دائرہ کی صورت میں بشکل متناظرہ

انتہائی خوبصورت طباعت کرائی۔ اس مصحف کی پہلی طباعت ۱۹۵۱ء میں بغداد میں، دوسری ۱۹٦٦ء میں جرمنی میں اور تیسری بھی ۱۹۷۲ء میں جرمنی میں ہوئی۔ اس کام کی نگرانی کی خاطر آپ نے تین سال تک جرمنی میں قیام کیا (۵)۔ اس احتیاط اور احساس ذمہ داری کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ نسخہ کتابت اور طباعت کا شاہکار

(۵) Hashem Al-Khattat, Page.2

☐ خط ثلث میں قرآنی آیت ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ ﴾ (سورة الفتح آیت ۱۰) بہ خط ہاشم محمد بغدادی

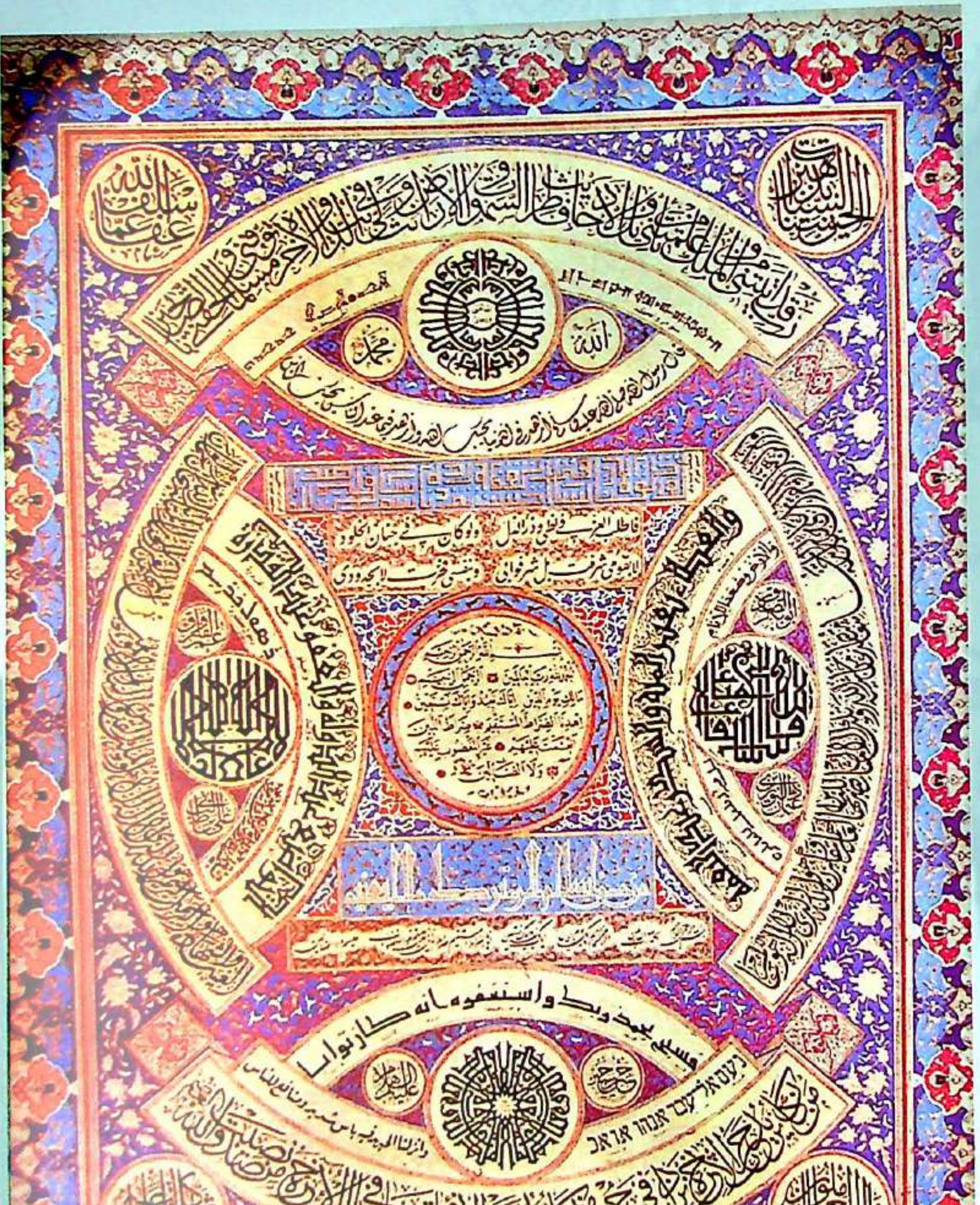

□ ہاشم محمد کے کمالِ فن کا نادر لوحہ جس میں درج ذیل خطوط استعمال کیے ہیں:
(۱) جلی ثلث (۲) جلی ثلث (۳) جلی دیوانی (۴) کوفی (۵) کوفی (۶) ثلث (۷) میخی (۸) قدیم مصری تصویری خط (۹) عبرانی (۱۰) رقعہ (۱۱) مغربی (۱۲) سیاقت (۱۳) اجازہ (۱۴) سریانی (۱۵) دیوانی (۱۶) کوفی (۱۷) کوفی (۱۸) نستعلیق (۱۹) کوفی (۲۰) شکستہ (۲۱) نسخ۔

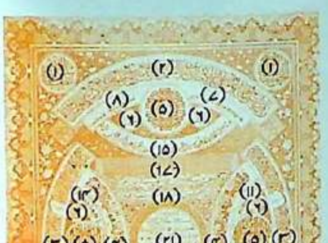

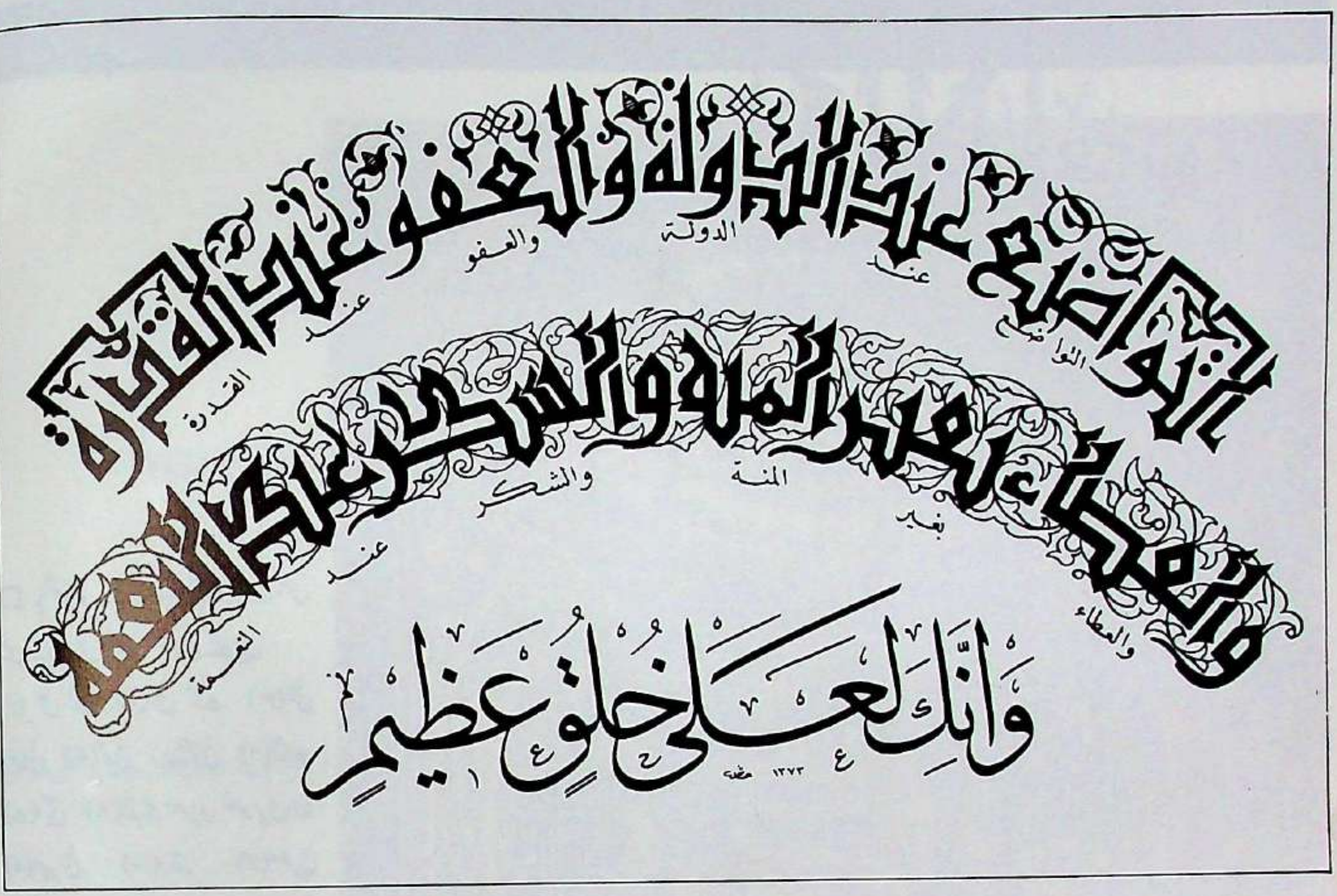

☐ خطِ کوفی نسخ اور ثلث کا لوحہ بہ خطِ ہاشم محمد

﴿ولا یَحِیقُ الْمکرُ السیِّئُ إلا بأهلِه﴾

☐ بہ قلم ہاشم محمد قرآنی آیت دائرہ کی شکل میں

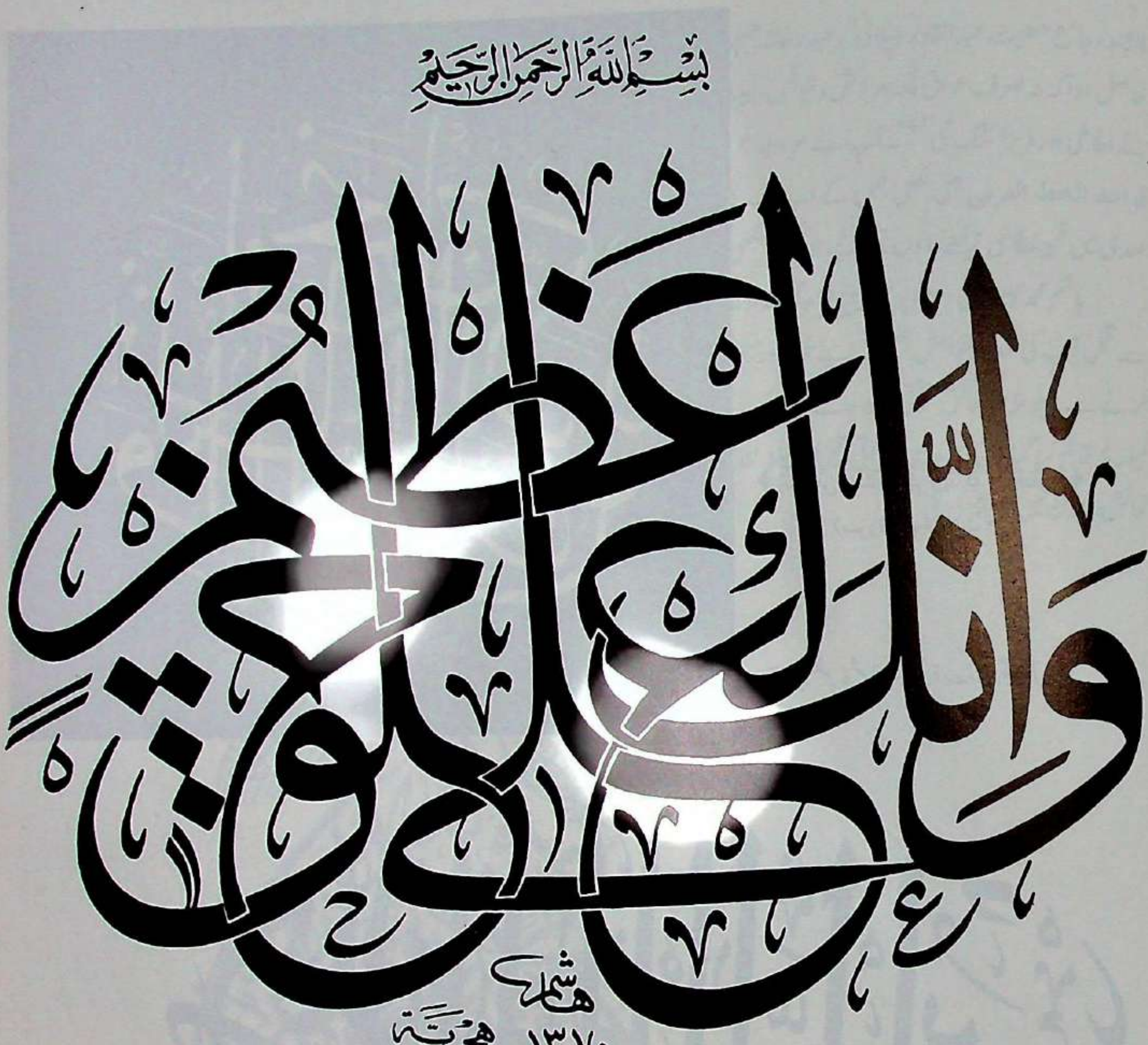

□ خط ثلث میں بیضوی شکل میں ﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾ (سورة قلم آیت ٤) بہ خط ہاشم محمد بغدادی

بن گیا اور نوادرات میں اس کا شمار ہوا۔ شائقینِ فن اسے اپنے پاس رکھنے اور تحفہ کے طور پر دینے میں فخر محسوس کرنے لگے[٦]۔

ہاشم محمد کے فنّی آثار عراق اور بیرونِ عراق مختلف عمارتوں، کتب، اخبارات، مجلّات وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بغداد میں جن مساجد میں آپ کی خطّاطی کے نمونے پائے جاتے ہیں ان میں جامع البنیہ، جامع

(٦) "تراجم خطاطی بغداد المعاصرین" از الخطّاط ولیدالاعظمی، ص ٢٥٤۔ ۱۴۰۳ھ میں حکومت افغانستان کے سرکاری مطبع (کابل) میں اسی مصحف کی وسیع پیمانے پر عکسی نقول چھاپی گئیں۔

﴿ إِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّكرَ وَإنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾
(سورۃ الحجر آیت ۹)

☐ بہ قلم ہاشم محمد قرآنی آیت دائرہ کی شکل میں

﴿ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّكَ عَلَى الحَقِّ المُبِينِ ﴾ (سورة النمل آیت ۷۹)

☐ خط ثلث جلی میں ہاشم محمد کے قلم سے قرآنی آیت

الشاہد، جامع حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حیدر خانہ مسجد اور المرادیہ مسجد شامل ہیں۔ ہاشم محمد کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ نہ صرف عراق بلکہ مراکش، تیونس، لیبیا، اور سوڈان کے کرنسی نوٹوں اور سکّوں کے لیے آپ نے خطّاطی اور ڈیزائننگ کی (۷)۔ آپ نے مروجہ عربی خطوط سیکھنے والوں کے لیے رہنما کتاب بہ عنوان **قواعد الخط العربی** بھی لکھی جس کے اب تک کئی ایڈیشن بغداد و بیروت سے شائع ہو چکے ہیں۔ اس صدی میں فن خطّاطی سیکھنے والوں کے لیے جو کتب لکھی گئی ہیں ان میں یہ بہترین کتاب ہے۔

ہاشم محمد کا انتقال ۳۰، اپریل ۱۹۷۳ء کو بغداد میں ہوا، تدفین مقبرۂ خیزران کے نزد ہوئی (۸)۔ انتقال سے قبل آپ کی شدید خواہش تھی کہ اپنے خوبصورت خط میں قرآن مجید کی کتابت کریں مگر افسوس! یہ کام کرنے سے پہلے ہی وہ خالق حقیقی سے جاملے (۹)۔ آپ کے انتقال کے بعد بغداد میں آپ کے نوادر پر مشتمل میوزیم قائم کیا گیا۔ ۱۹۷۸ء میں عراقی کلچرل سینٹر لندن کی جانب سے آپ کی خطّاطی کے نمونوں پر مشتمل نمائش، لندن میں منعقد کی گئی (۱۰)۔

(۷) "تراجم خطاطی بغداد المعاصرین" از الخطاط ولیدالاعظمی، ص ۲۵۴ اور Hashem Al-Khattat

(۸) فن الخط مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۲۵

(۹) Hashem Al-Khattat, Page.2

(۱۰) Hashem Al-Khattat, Page.2
ہاشم محمد کے مزید حالات زندگی، کارناموں کی تفصیلات اور

☐ ہاشم محمد کے کمالِ فن کا ایک نادر نمونہ جس میں خطِ ثلث میں پتوں کی شکل میں تعوذ اور تسمیہ جبکہ ناشپاتی کی شکل میں
﴿وکفٰی باللہِ شَہِیدًا۔
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ
وَالَّذِینَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الکُفَّارِ﴾
اور بقیہ آیت نیچے
خطِ نسخ میں خوبصورت انداز سے لکھی۔

□ خط ثلث جلی کا خوبصورت نمونہ بہ خط ہاشم محمد ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ﴾

ان کے انتقال کے بعد انکی مدح میں لکھی گئی منظومات کے لیے دیکھیے تراجم خطاطی بغداد المعاصرین از الخطاط ولید الاعظمی ص۲۵۴تا۲۷۵۔

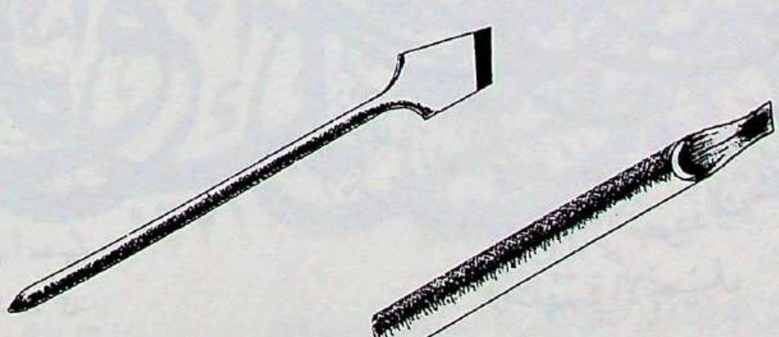

مُحمّد عبد القادر عبُداللہ

محمّد عبد القادر عبُد اللہ

محمد عبد القادر عبد اللہ مصر میں صف اول کے خطاط تھے۔ آپ ۲۴، مارچ ۱۹۱۷ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے[۱]۔ فن خطاطی کی تعلیم کا آغاز ۱۹۲۴ء میں قاہرہ کے مدرسة نذیر آغا سے کیا۔ پھر آپ مدرسة خلیل آغا چلے گئے اور ۱۹۳۱ء تک وہاں خطاطی کی تعلیم حاصل کی۔ یہ مدرسہ، مدرسة تحسین الخطوط سے ملحق تھا۔ مدرسة تحسین الخطوط مصر کا وہ مشہور تعلیمی ادارہ ہے جہاں فن خطاطی کی تعلیم کا آغاز ۱۹۲۲ء میں ہوا تھا۔ مدرسة خلیل آغا میں محمد عبد القادر نے معروف مصری خطاط محمد رضوان سے مروجہ خطوط سیکھے۔ ۱۹۳۲ء میں آپ مدرسة تحسین الخطوط میں داخل ہو گئے جہاں سے محض اٹھارہ سال کی عمر میں ڈپلوما حاصل کیا۔ اس مدرسے کی تاریخ میں آپ سے قبل اتنی کم عمر میں کسی طالب علم نے ڈپلوما حاصل نہ کیا تھا۔ اس نمایاں کامیابی کے نتیجے میں آپ کو مصر کے سابق بادشاہ فواد اول کی جانب سے ایوارڈ عطا کیا گیا[۲]۔ ۱۹۳۷ء میں آپ نے فن خطاطی اور فن تذہیب میں تخصّص (Specialization) کیا۔ اس کے بعد محض ۲۱ برس کی عمر میں مدرسة تحسین الخطوط میں آپ کا تقرر بحیثیت استاد کر دیا گیا[۳]۔

مدرسة تحسین الخطوط میں کچھ عرصہ ملازمت کرنے کے بعد آپ نے محکمۂ مساحتِ مصر (Survey of Egypt) میں ملازمت حاصل کی۔ اس محکمے میں آپ نے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور تیس سال سے کم عرصے میں انتہائی تیزی سے ترقی کی منازل طے کیں یہاں تک کہ ۱۹۶۷ء میں آپ انسپکٹر کے عہدے تک جا پہنچے۔ یہ عہدہ نہ تو آپ سے قبل کسی خطاط کو حاصل ہوا اور نہ آپ کے بعد کسی خطاط کو ملا[۴]۔ سرکاری ملازمت کے ساتھ ساتھ آپ مصر کے مختلف شہروں میں بحیثیت مندوب استاد (Teacher on Deputation) شائقینِ خطاطی کو اس فن کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ اس کے علاوہ جریدہ ''اساس'' کی سرخیاں بھی لکھتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں مصری حکومت کی جانب سے فنِ خطاطی میں اعلیٰ خدمات کے صلے میں آپ کو خطاط محمد رضوان کے ہمراہ خصوصی انعام دیا گیا نیز ۱۹۶۷ء میں علوم و فنون کا درجہ

(۱) من الخطوط العربية از محمد عبدالقادر عبدالله، ص ۲۸۲۔

(۲) من الخطوط العربية از محمد عبدالقادر عبدالله، ص ۲۸۲۔

(۳) من الخطوط العربية از محمد عبدالقادر عبدالله، ص ۲۸۲۔

(۴) من الخطوط العربية از محمد عبدالقادر عبدالله، ص ۲۸۲۔

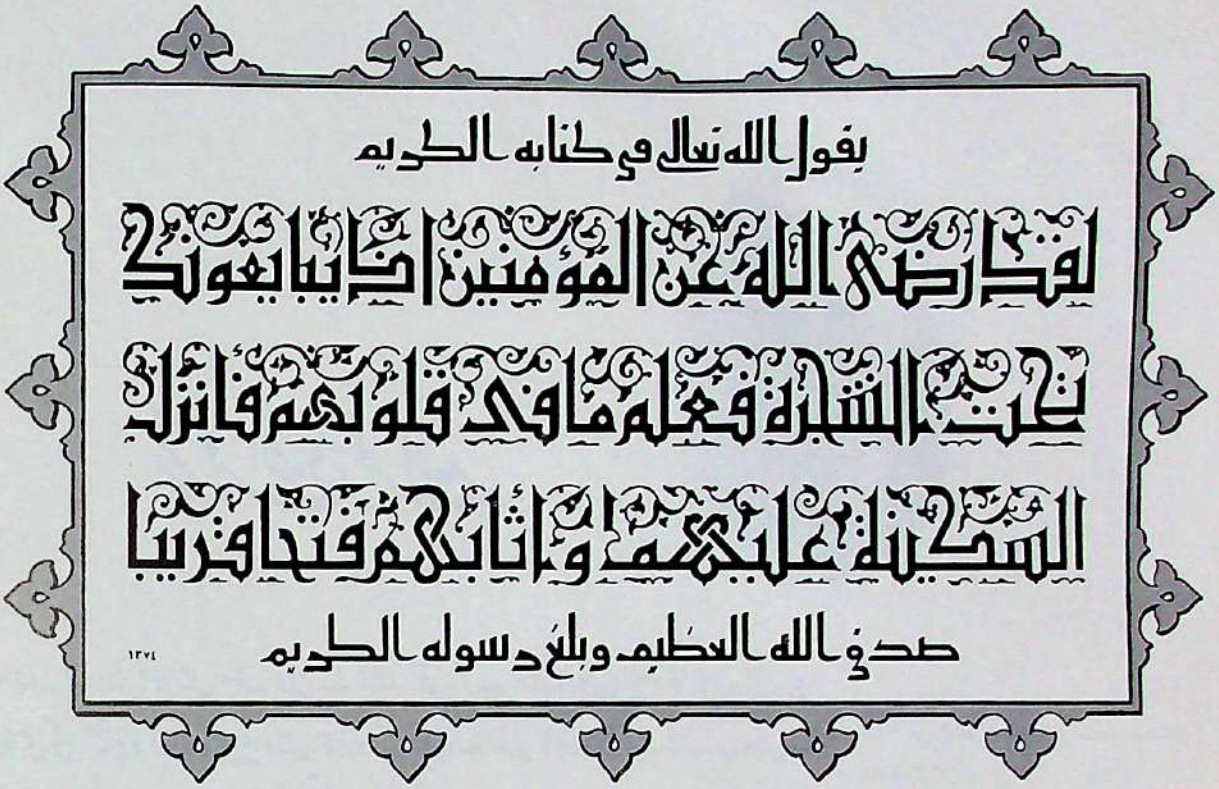

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ إِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا﴾

□ سورۃ الفتح کی آیت ۱۸ جسے محمد عبدالقادر عبداللہ نے نہایت مہارت اور خوبصورت انداز سے خطِ کوفی میں لکھا۔

اول کا تمغہ صدر جمال عبدالناصر نے دیا[۵]۔

محمد عبدالقادر، یوں تو تمام خطوط اسلامی پر مہارت رکھتے تھے مگر خط کوفی میں جو بلند معیار آپ نے پیش کیا ہے، ہمارے عہد میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ محمد عبدالقادر، خطاطی کے نوادر کی تیاری کے دوران اس قدر مستغرق ہو جاتے کہ بعض لوحوں کی تیاری میں دو سال یا اس سے بھی زائد عرصہ محنت کرتے تب کہیں جاکر لوحہ اپنی درست شکل میں سامنے آتا[۶]۔ ۱۹۹۰ء میں قاہرہ سے آپ کے فنی آثار پر مشتمل کتاب **من الخطوط العربیہ** کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف تمام مروجہ خطوط بشمول ثلث، نسخ، تعلیق، کوفی، دیوانی، رقعہ وغیرہ میں آپ کے خط کے نمونے شامل ہیں بلکہ خط کوفی اور فن نقش ونگار سیکھنے والوں کے لیے نہایت عمدہ مشقیں بھی دی گئی ہیں۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ، آپ استنبول میں منعقدہ دوسرے اور تیسرے عالمی مقابلہ ہائے خطاطی ۱۹۸۹ء اور ۱۹۹۲ء میں بطور منصف

(۵) من الخطوط العربية از محمد عبدالقادر عبداللہ، ص ۲۸۲۔

(۶) تفصیل کے لیے دیکھیے محمد عبدالقادر عبداللہ کا انٹرویو "حوار مع محمدعبدالقادر عبدالله شيخ الخطاطين بمصر" الشرق الاوسط لندن مؤرخہ ۱۶، دسمبر ۱۹۸۳ء۔

☐ خط ثلث جلی میں قرآنی آیت
﴿ كُلُّ نفسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾
(سورة آل عمران آیت ١٨٥)
بہ خط محمد عبد القادر عبد اللہ۔

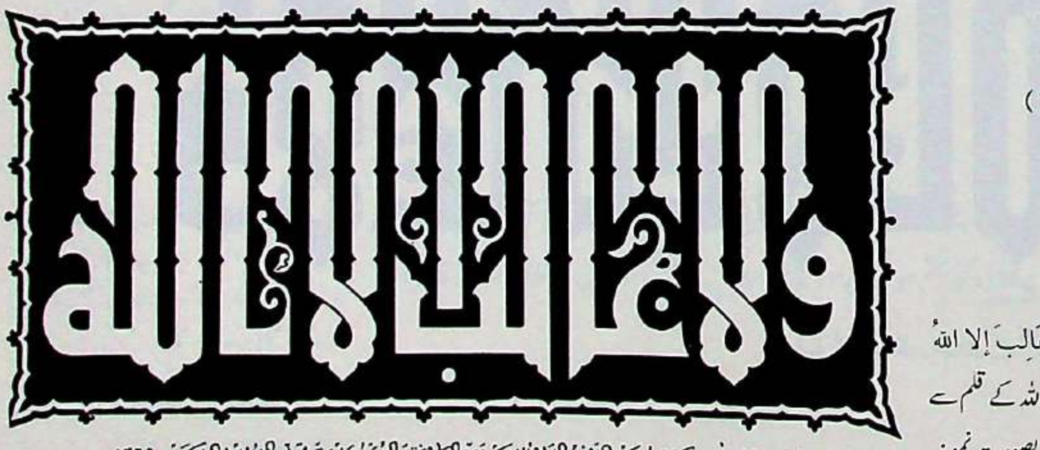

وَلا غَالِبَ إلا اللهُ

☐ محمد عبد القادر عبد اللہ کے قلم سے
خط کوفی کا خوبصورت نمونہ

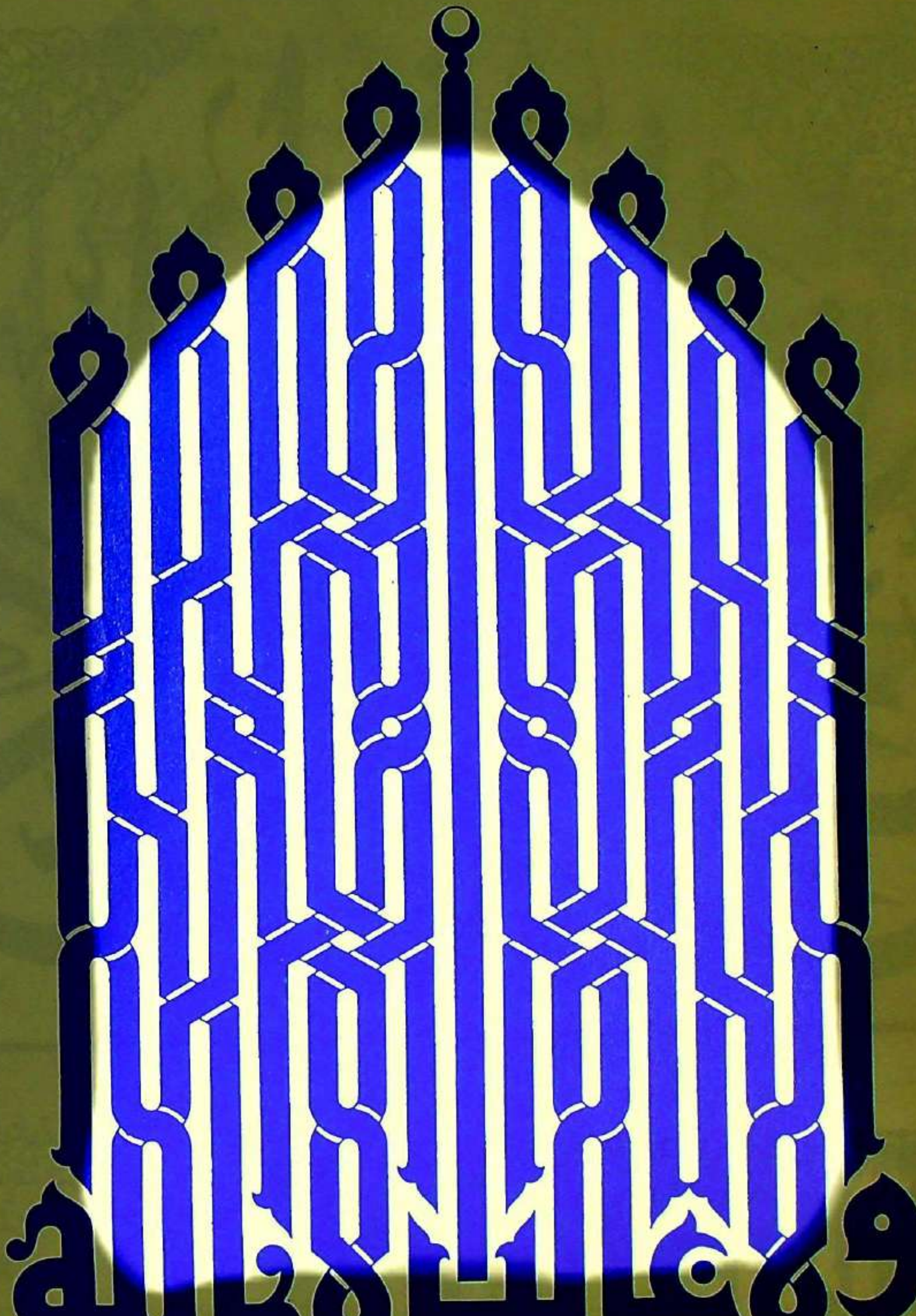

وَلَا غَالِبَ إِلا اللهُ

□ محمد عبدالقادر عبداللہ کے قلم سے خط کوفی میں

□ محمد عبدالقادر عبداللہ کے قلم سے خطِ ثلث، نسخ اور اجازہ پر مشتمل لوحہ

(Member of jury) شرکت کر چکے تھے [۷]۔ محمد عبدالقادر ایک طویل عرصے سے علیل تھے۔ بالآخر حیاتِ مستعار کی گھڑیاں ۳۰ اپریل ۱۹۹۷ء کو ختم ہو گئیں اور عالمِ اسلام کے اس بہترین خطاط کا انتقال قاہرہ میں ہوا [۸]۔

(۷) اسی مقابلے کے منصفین میں پاکستان سے سید نفیس الحسینی شامل تھے۔ استنبول میں آپ کا قیام محمد عبدالقادر عبداللہ کے ہمراہ تھا، جہاں آپ کی ان سے مفصل ملاقاتیں ہوئیں۔

(۸) IRCICA Newsletter Istanbul, No. 42, April 1997, Page.39

□ خط کوفی میں
مُحَمَّدٌ ﷺ
بقلم محمد عبد القادر عبد اللہ

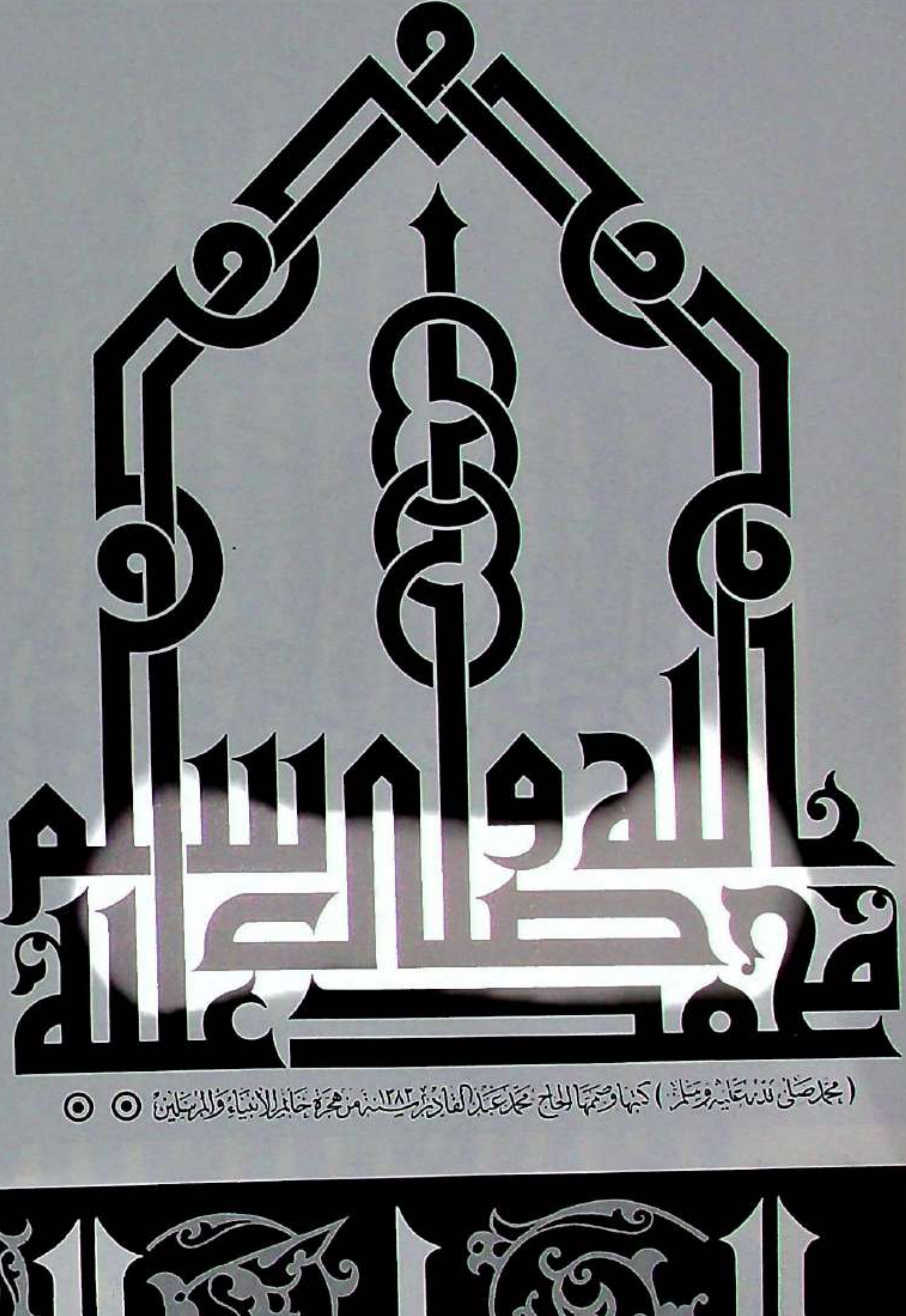

◇
خط کوفی میں ایک نئے انداز سے
﴿ اَلْقُدُّوْسُ السَّلَامُ ﴾
بقلم محمد عبد القادر عبد اللہ۔

﴿وَاللهُ غَالِبٌ عَلىٰ أَمْرِهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُوْنَ﴾ □ محمد عبدالقادر کے قلم سے خطِ دیوانی جلی میں

□ محمد عبدالقادر کے قلم سے خطِ ثلث میں ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ جس میں فَسَيَكْفِيكَهُمْ اس انداز سے لکھا ہے کہ دو جگہ "ے" اور "ک" مل گئے ہیں۔

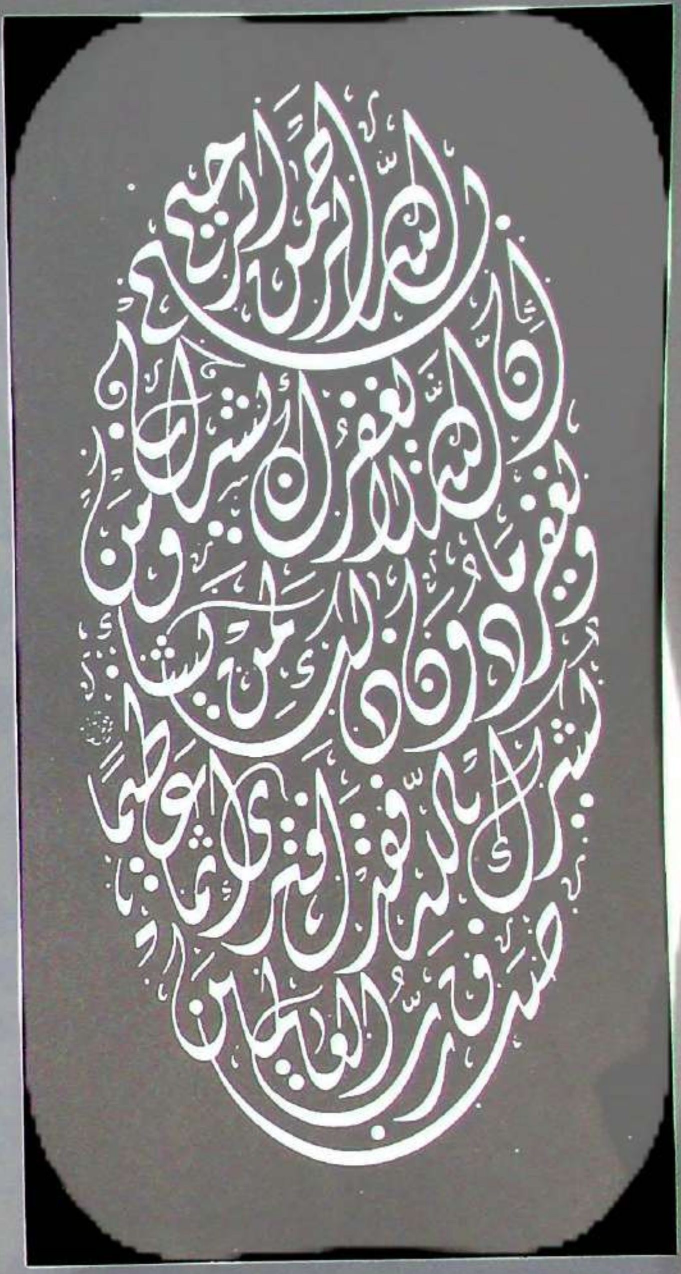

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿إِنَّ اللهَ لا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ
لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيْمًا﴾
صَدَقَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ

□ بہ قلم محمد عبدالقادر دیوانی جلی میں قرآنی آیت

يَا وَاسِعَ الْكَرَم

عبدالمجید دہلوی

عبدالمجید دہلوی

عبدالمجید دہلوی، دہلوی طرز نستعلیق کے عظیم خطاط تھے۔ آپ دہلوی طرز کے بانی محمد یوسف دہلوی کے قابل ترین شاگرد تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۲۵ء میں فیض آباد، یوپی میں ہوئی، جہاں آپ کا خاندان زمینداری کے پیشے سے منسلک تھا[۱]۔ آپ سے قبل اس خاندان میں نہ تو کوئی خطاط گزرا اور نہ ہی کسی کو اس فن سے دلچسپی تھی، مگر قدرت کے انداز عجیب ہیں۔ تقدیر آپ کو بچپن ہی میں فیض آباد سے دہلی لے آئی، جہاں آپ کا تعلق محمد یوسف دہلوی سے قائم ہو گیا۔ استاد کی مشفقانہ رہنمائی اور مسلسل محنت سے آپ نے نہایت کم عمری میں نمایاں ترقی حاصل کی۔ راقم کو ایک مرتبہ آپ نے بتایا کہ دہلی میں آپ کو خطاطی سیکھنے اور اس فن میں مہارت حاصل کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ علی الصبّاح مشق کی ابتداء کر دیتے اور رات گئے تک جاری رکھتے۔ اس دوران، اگر نیند ستاتی تو نہا کر پھر مشق شروع کر دیتے۔ اسی محنت کا نتیجہ تھا کہ آپ نے انتہائی کم عمری میں خطاطی کا اعلیٰ معیار حاصل کر لیا اور آپ کی خطاطی کی دور دور شہرت ہو گئی۔ اکابرین دہلی خصوصاً مفتی کفایت اللہ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا احمد سعید دہلوی، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، ڈاکٹر ذاکر حسین اور خواجہ حسن نظامی، وغیرہ سے آپ کے ذاتی مراسم ہو گئے اور یہ حضرات بھی کتابت و خطاطی کے لیے آپ کی خدمات حاصل کرنے لگے[۲]۔ آپ اپنی نجی گفتگو میں ان اکابرین کے حالات و واقعات کا اکثر ذکر کرتے تھے[۳]۔ ایک ٹی وی انٹرویو میں آپ نے فرمایا تھا کہ قیام دہلی کے دوران مولانا ابو بکر شیث فاروقی نے انہیں ایک دعا بتائی تھی اور نصیحت کی کہ اگر اس دعا کی روزانہ کتابت کرو گے تو ضرور ایک بڑے خطاط بنو گے اور اگر ایسا نہ ہو تو قیامت کے دن میرا گریبان پکڑ لینا۔ آپ اس نصیحت پر تاعمر کاربند رہے[۴]۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں آپ دہلی سے کراچی چلے آئے۔ پہلے صدر پھر ناظم آباد میں اپنی ذاتی رہائش گاہ "ایوانِ قلم" میں خطاطی کا کام کرتے رہے۔ آپ نے ایک مرتبہ راقم کو بتایا کہ گھر کا یہ نام جوش

(۱) بہ روایت جاوید مجید صاحب پسر عبدالمجید دہلوی۔

(۲) "عبدالمجید دہلوی" از ثناء الحق صدیقی (غیر مطبوعہ مضمون)

(۳) راقم الحروف کی عبدالمجید دہلوی صاحب سے مفصل ملاقات ۱۷، اگست ۱۹۸۸ء کو آپ کی اقامت گاہ "ایوانِ قلم" میں ہوئی۔

(۴) بہ روایت جاوید مجید صاحب۔ یہ ٹی وی انٹرویو ۱۹۶۹ء میں پاکستان ٹیلی ویژن، کراچی مرکز پر ریکارڈ اور یہیں سے نشر کیا گیا۔

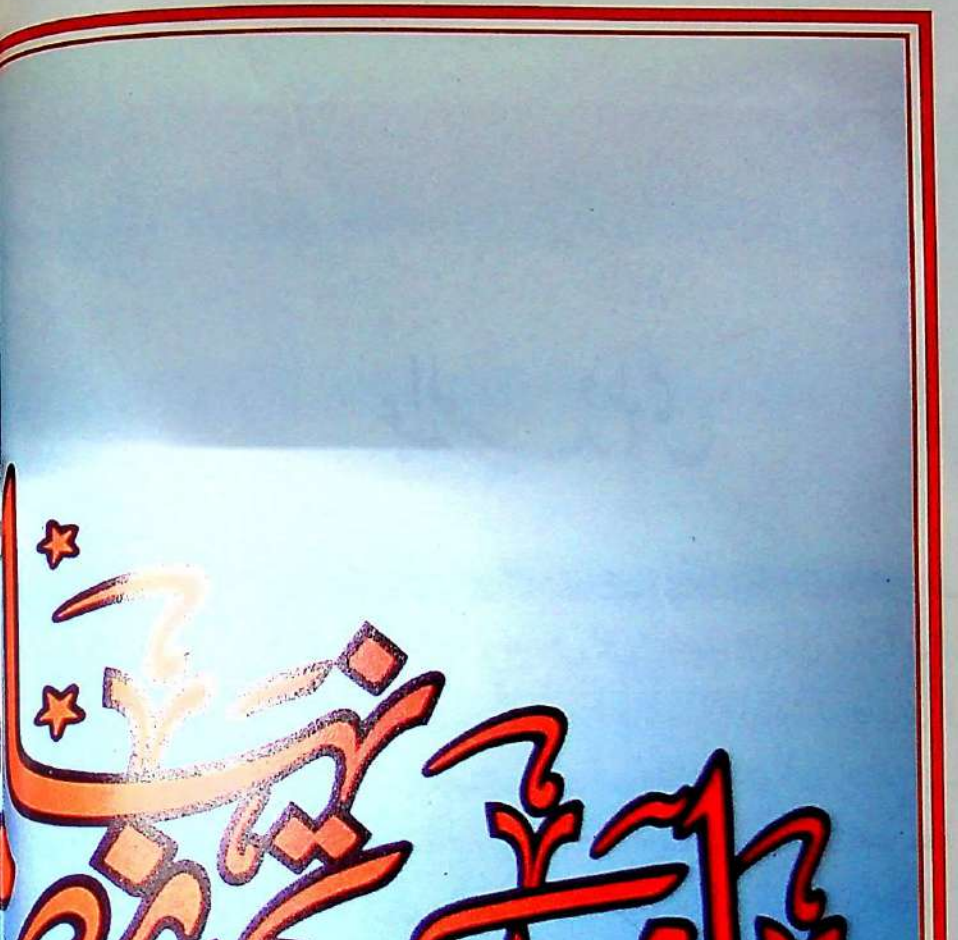

□ قرآنی آیت ﴿ وأُخرىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ اللهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (سورة صف آیت ۱۳) سے

ر دہلوی نے انتہائی خوبصورت خط نستعلیق میں طغرے کی شکل میں لکھا۔

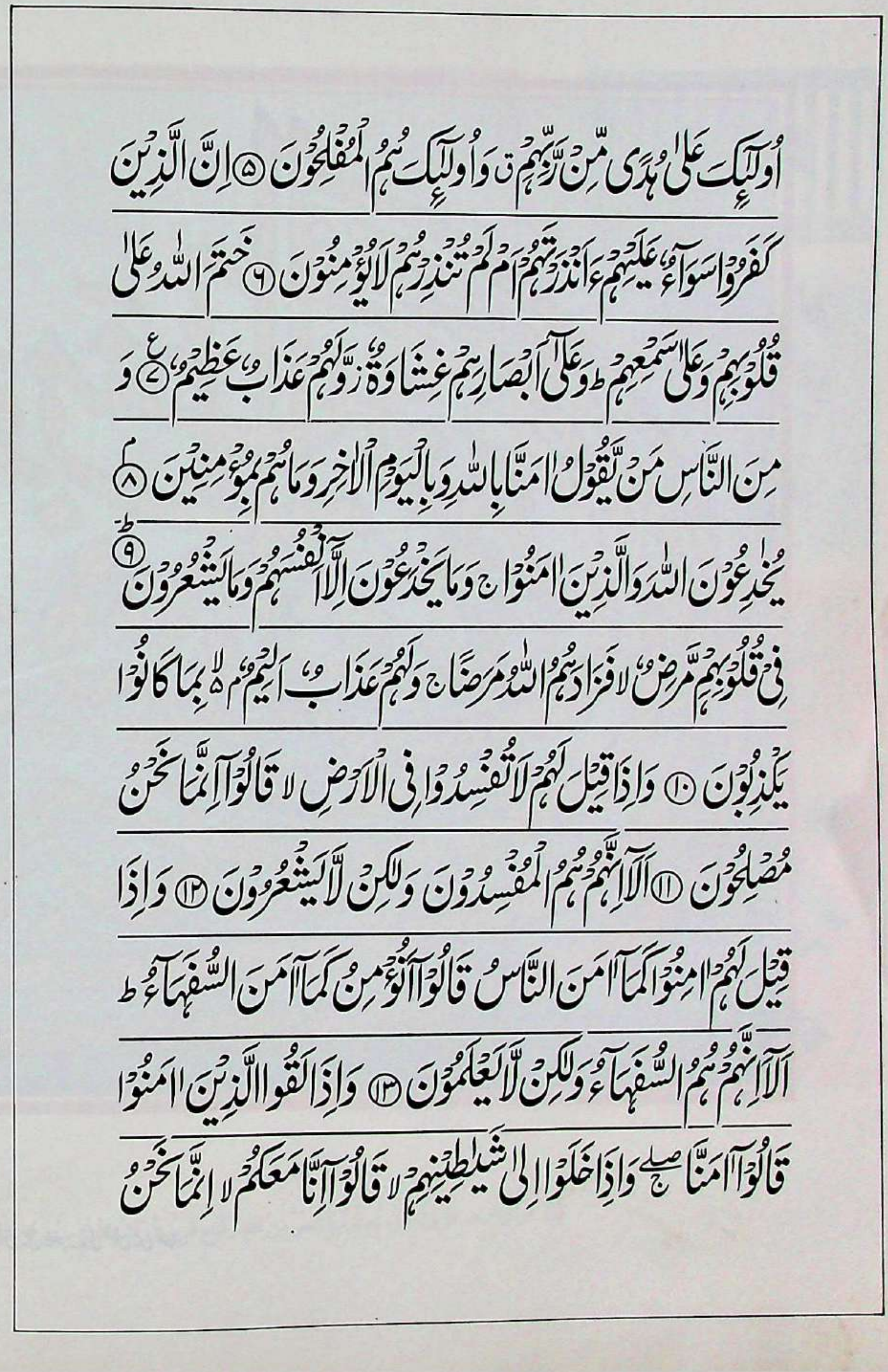
أولئك على هدى من ربهم وأولئك هم المفلحون ۵ إن الذين
كفروا سواء عليهم ءأنذرتهم أم لم تنذرهم لا يؤمنون ۶ ختم الله على
قلوبهم وعلى سمعهم وعلى أبصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم ۷ و
من الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين ۸
يخدعون الله والذين آمنوا وما يخدعون إلا أنفسهم وما يشعرون ۹
في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ولهم عذاب أليم بما كانوا
يكذبون ۱۰ وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن
مصلحون ۱۱ ألا إنهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون ۱۲ وإذا
قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا أنؤمن كما آمن السفهاء
ألا إنهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون ۱۳ وإذا لقوا الذين آمنوا
قالوا آمنا وإذا خلوا إلى شياطينهم قالوا إنا معكم إنما نحن

□ قرآن مجید کے پہلے پارے کا ایک صفحہ جسے دہلوی طرز نستعلیق میں عبدالمجید دہلوی نے لکھا۔

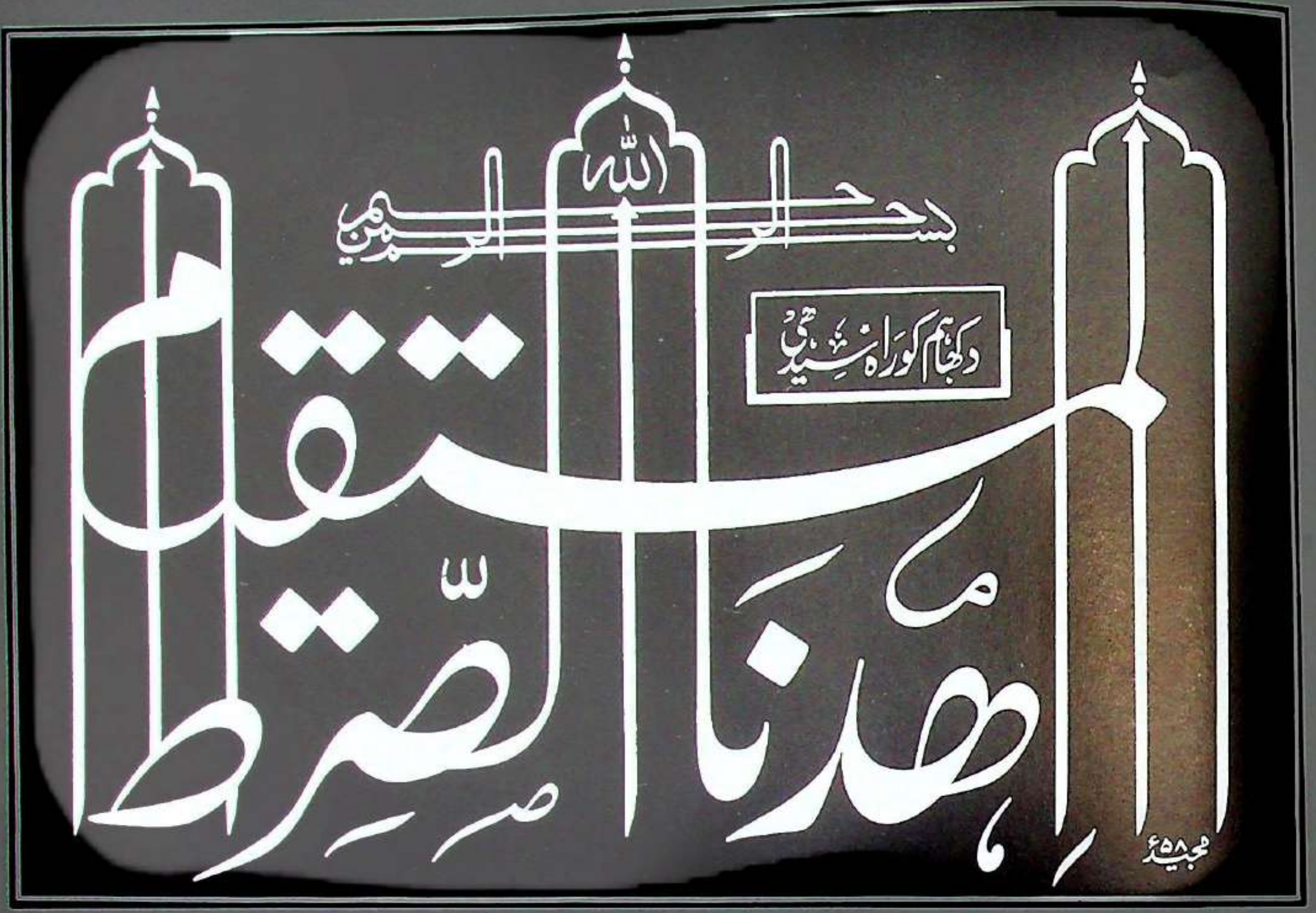

□ خط نستعلیق میں ایک نئے انداز سے ﴿اِهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ﴾ بہ خط عبدالمجید دہلوی

ملیح آبادی نے رکھا تھا۔ آپ کے خوبصورت خط میں پتھر پر یہ کام گھر کی بیرونی دیوار پر ابھرواں خطاطی کی صورت میں آج بھی قابلِ دید ہے۔ آپ خوش نویس یونین کراچی کے تاحیات صدر بھی منتخب ہوئے[۵]۔

یوں تو عبدالمجید دہلوی خطِ نسخ، خطِ ثلث، خط کوفی، خط گلزار، اور خط غبار، وغیرہ سے واقف تھے، مگر آپ کا مخصوص خط نستعلیق ہی تھا۔ راقم کو انہیں کام کرتے ہوئے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ وہ ایک ایک حرف پر اس قدر محنت کرتے کہ حیرت ہوتی۔ ان کا انداز عام کاتبوں کی طرح نہ تھا کہ قلم اٹھایا اور جلدی جلدی کتابت کر دی، بلکہ وہ پہلے ایک ایک لفظ کی صحیح شکل آؤٹ لائن کی صورت میں باریک پنسل سے تیار کرتے۔ اس دوران ربر کا بھرپور استعمال کرتے اور جب تک صحیح شکل نہ بن جاتی اسے مسلسل مٹاتے رہتے، پھر قلم کے ذریعے اسے مکمل لکھتے۔ اس کے بعد اگر ضرورت محسوس ہوتی تو سفید پوسٹر کلر سے نہایت احتیاط سے الفاظ کی تزئین کرتے اور نوک پلک سنوارتے۔ اسی محنت کا نتیجہ تھا کہ ہر دور میں آپ نے معیاری کام پیش کیا۔ آپ کا ہر شہ پارہ نہ صرف خطاطی کا شاہکار ہوتا بلکہ ڈرائنگ کی خوبیوں کا حامل بھی ہوتا۔ آپ مقدار کی خاطر معیار کم کرنے پر کبھی راضی نہ ہوئے۔ اگر آپ کے قیامِ دہلی کے کام کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں بھی

(۵) بہ روایت جاوید مجید صاحب۔

□ شیخ سعدیؒ کی نعتیہ رباعی
بہ خط عبدالمجید دہلوی

وہی خوبیاں اور صفائی نظر آتی ہے، جو بعد کے کام میں ہیں۔

یوں تو یوسف دہلوی صاحب سے بے شمار افراد نے کسبِ فیض کیا، مگر فن خطاطی میں عبدالمجید دہلوی سے آگے کوئی نہ بڑھ سکا[٦]۔ استاد بھی شاگرد کے کام پر خوشی محسوس کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے یوسف صاحب سے پوچھا "استاد! آپ کے کتنے شاگرد ہیں؟" آپ نے فی البدیہہ یہ دلچسپ جواب دیا "خدا ایک، رسول ﷺ ایک، کتاب ایک، استاد ایک، شاگرد ایک[٧]"۔ ١٩٧٧ء میں یوسف صاحب کے انتقال

(٦) "عبدالمجید دہلوی" از شاالحق صدیقی (غیر مطبوعہ مضمون)۔

(٧) "عبدالمجید دہلوی" از شاالحق صدیقی۔

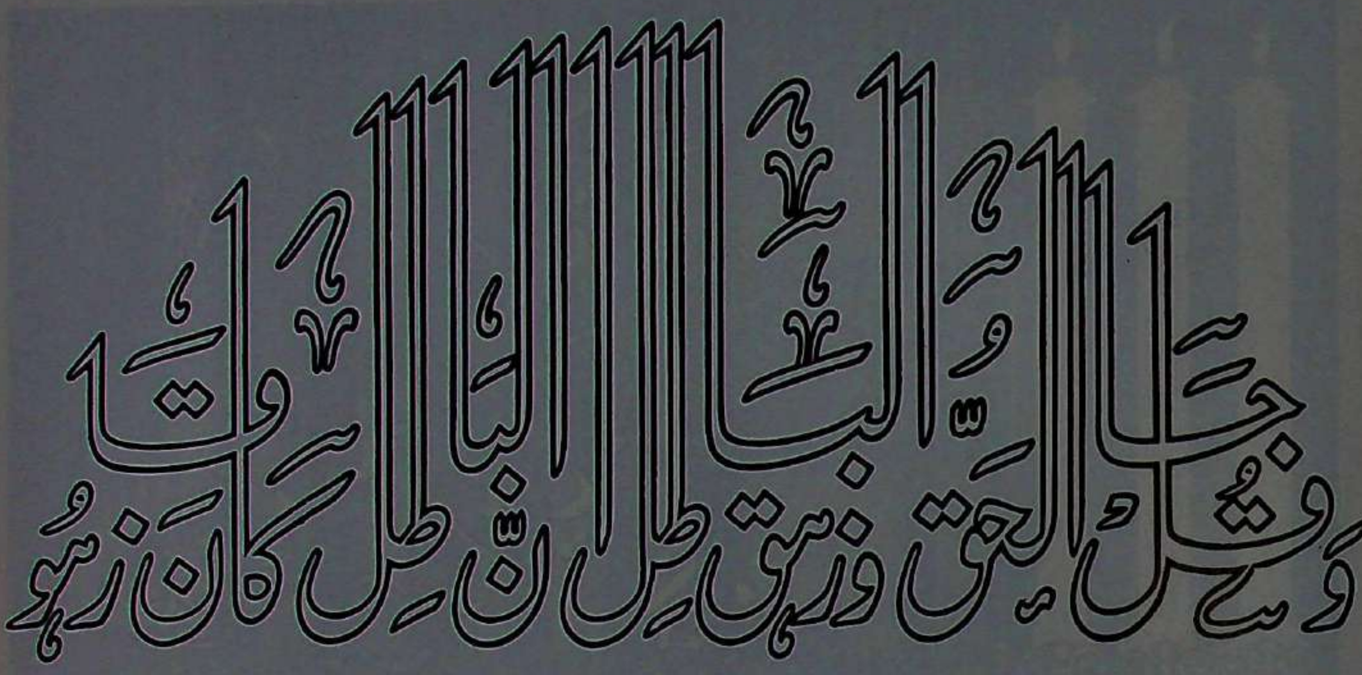

□ قرآنی آیت ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ نصف دائرے کی صورت میں بہ خط عبد المجید دہلوی

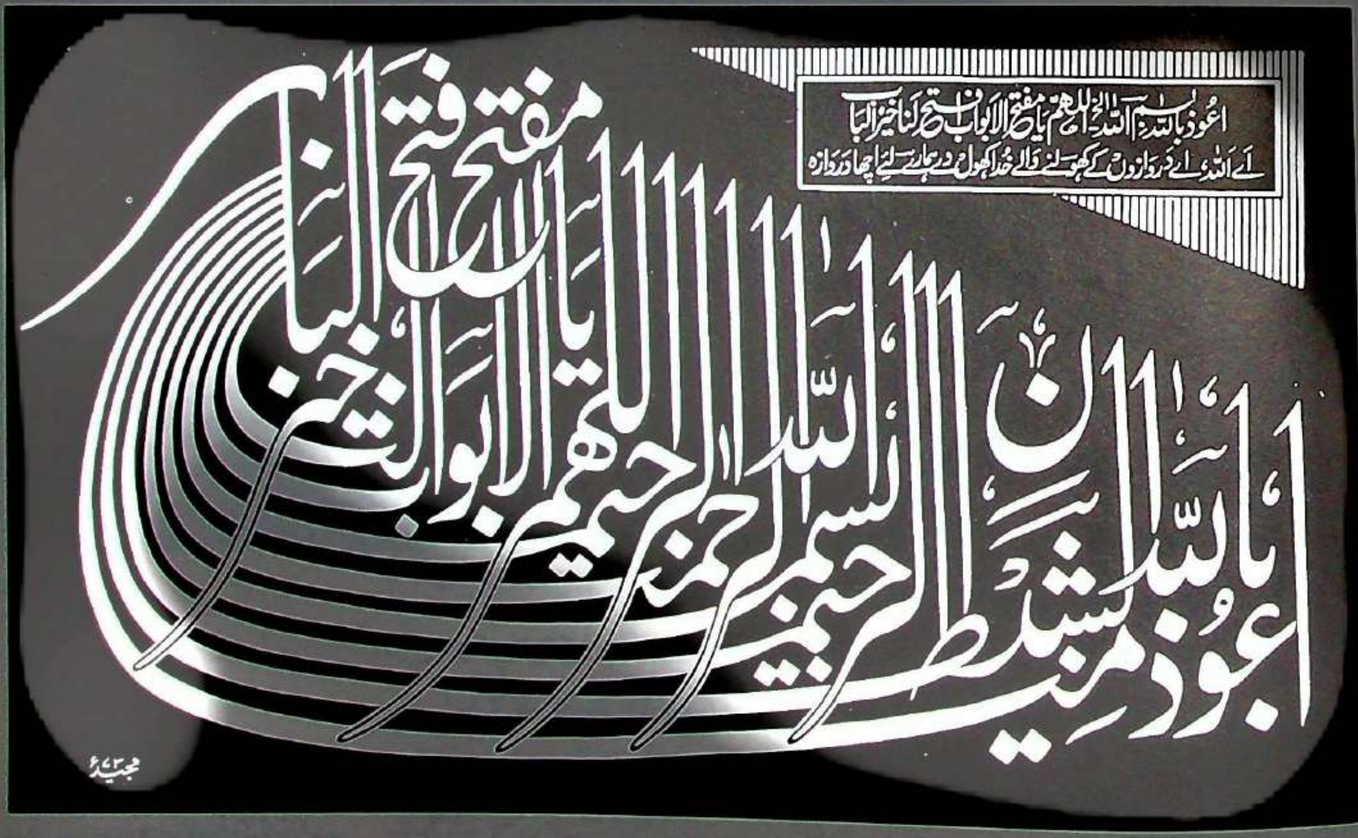

□ تعوذ اور تسمیہ کے بعد اَللّٰهُمَّ يَا مُفَتِّحَ الأَبْوَابِ اِفْتَحْ لَنَا خَيْرَ الْبَابِ بہ خط عبد المجید دہلوی

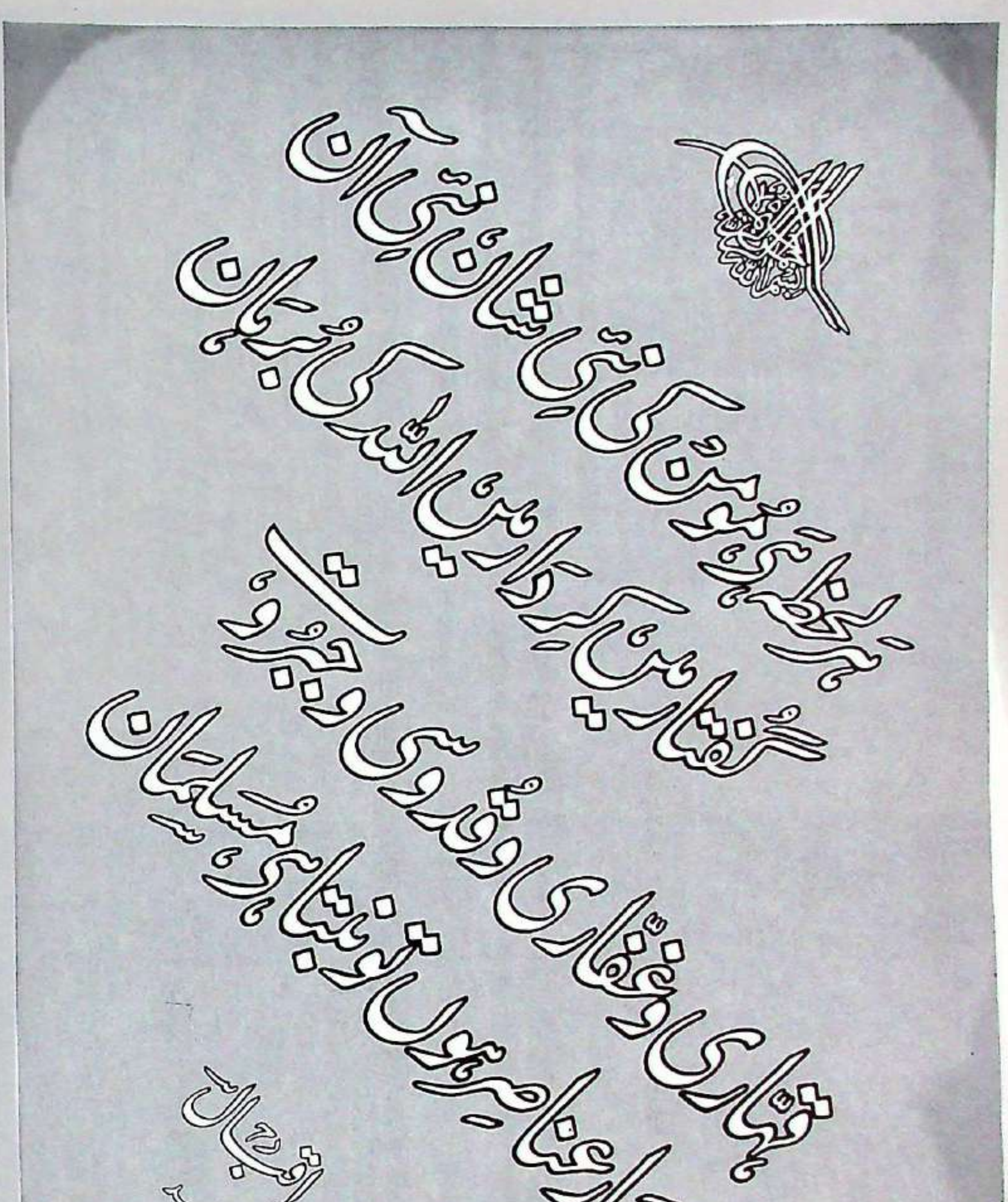

□ علامہ اقبال کی ایک رباعی
بہ خط عبدالمجید دہلوی

کے بعد آپ ہی کے دم قدم سے دہلوی طرزِ نستعلیق کی شمع روشن تھی۔ آپ کے بعد اس طرز میں کون اس قدر معیاری کام پیش کر سکے گا؟ ایک ٹی وی انٹرویو میں آپ نے اعتراف کیا تھا کہ دہلوی طرز نستعلیق کا مستقبل آپ کے ساتھ ہی ختم ہو رہا ہے اور آپ کے بعد اس طرز میں معیاری کام کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا[۸]۔

(۸) یہ ٹی وی انٹرویو پاکستان ٹیلی ویژن کی صبح کی نشریات کے پروگرام "خطاطی" کے لیے عبدالرشید بٹ نے کیا تھا۔

یوں تو عبدالمجید دہلوی نے بے شمار کتب و رسائل کے سرورق، سائن بورڈ، سنگ مرمر وغیرہ پر

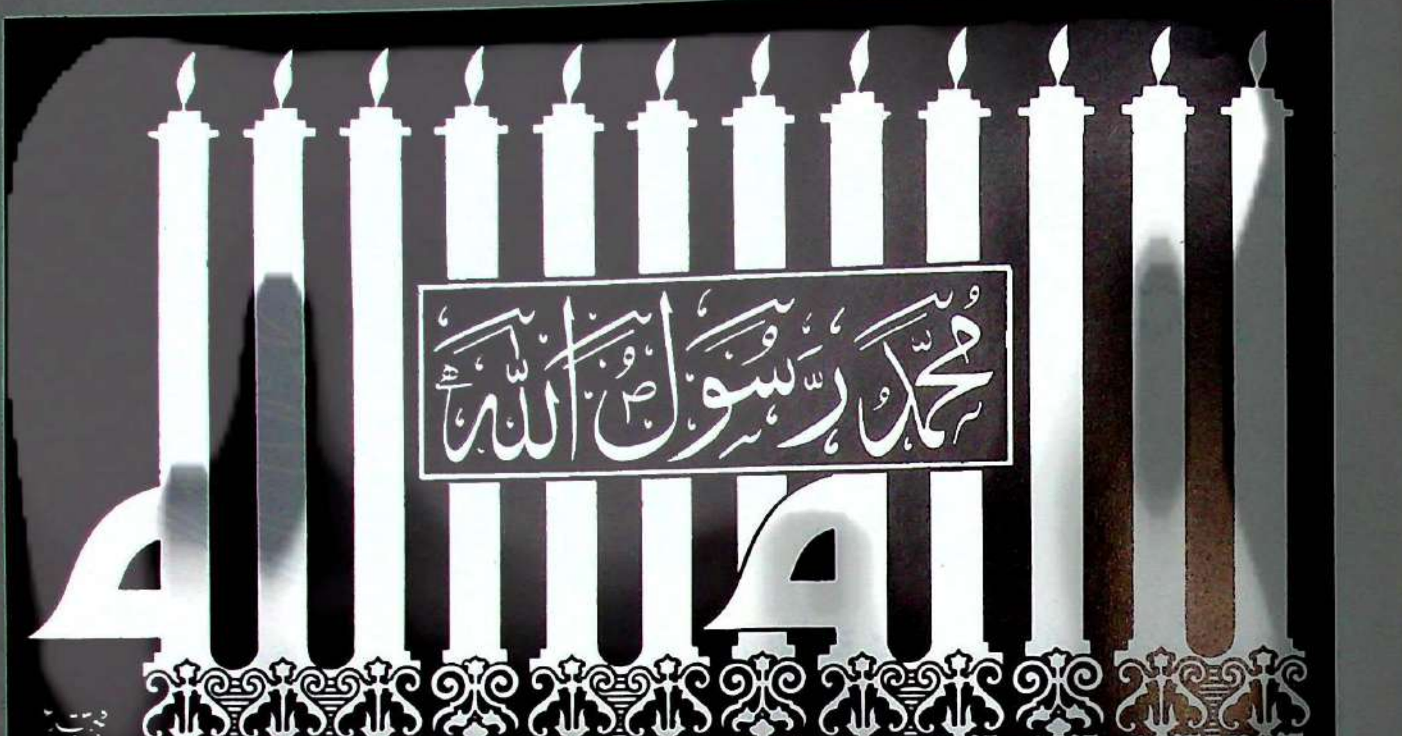

□ کلمۂ طیبہ موم بتیوں کی شکل میں بہ خط عبدالمجید دہلوی

خطاطی کے جوہر دکھائے، مگر ان کے بعض کام ایسے ہیں جو طویل عرصے تک محفوظ رہیں گے۔ ان میں روزنامہ جنگ کے پانچوں ایڈیشنوں یعنی جنگ کراچی، لاہور، راولپنڈی، کوئٹہ اور لندن کی الواح، قائداعظم اور دیگر اکابرین تحریک پاکستان کے مزارات پر خطاطی، مشرق وسطیٰ و دیگر ممالک کے اہم کاغذات اور ڈاک کے ٹکٹوں اور سکوں پر خطاطی، ہمدرد دواخانے کی تقریباً تمام مصنوعات کے لیبل پر خطاطی، ہمدرد فاؤنڈیشن، مجلسِ نشریات اسلام، میر محمد کتب خانہ، نور محمد کتب خانہ، قدیمی کتب خانہ، مکتبۂ خیر کثیر اور ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی وغیرہ کی کتب کے خوبصورت سرورق اور رسالہ پیام مشرق دہلی کے متفرق ٹائیٹل شامل ہیں۔ ہمدرد فاؤنڈیشن نے عبدالمجید دہلوی سے غالباً سب سے زیادہ کام لیا۔ ہمدرد کا تقریباً ہر کیلنڈر آپ کی خطاطی سے مزین ہوتا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ہمدرد فاؤنڈیشن نے آپ کی خطاطی کا ایک مختصر مجموعہ A Treasure of Qur'anic Calligraphy کے عنوان سے شایع کیا ہے نیز "ہمدرد خوش خطی" (چار حصے) اور "قاعدۂ صحت" بھی شائع کیے جو آپ کی خطاطی کے خوبصورت نمونے ہیں۔ آپ کی خطاطی کے نمونے دہلی میں بھی موجود ہیں۔ ان میں جامع مسجد دہلی کے حوض کے نزدیک خطاطی[9] کے علاوہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر خطاطی بھی شامل ہے۔ ایران، افغانستان اور مصر کے عجائب گھروں میں بھی آپ کے فنی آثار موجود ہیں۔

(۹) جامع مسجد دہلی کے حوض کے کنارے سنگ مرمر کی ایک چوکی بنی ہوئی ہے۔ راقم سے عبدالمجید دہلوی مرحوم نے، ایک موقع پر فرمایا تھا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں شاہجہاں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی تھی۔ آپ ﷺ اس مقام پر وضو فرمارہے تھے۔ اس کے بعد شاہجہاں کے

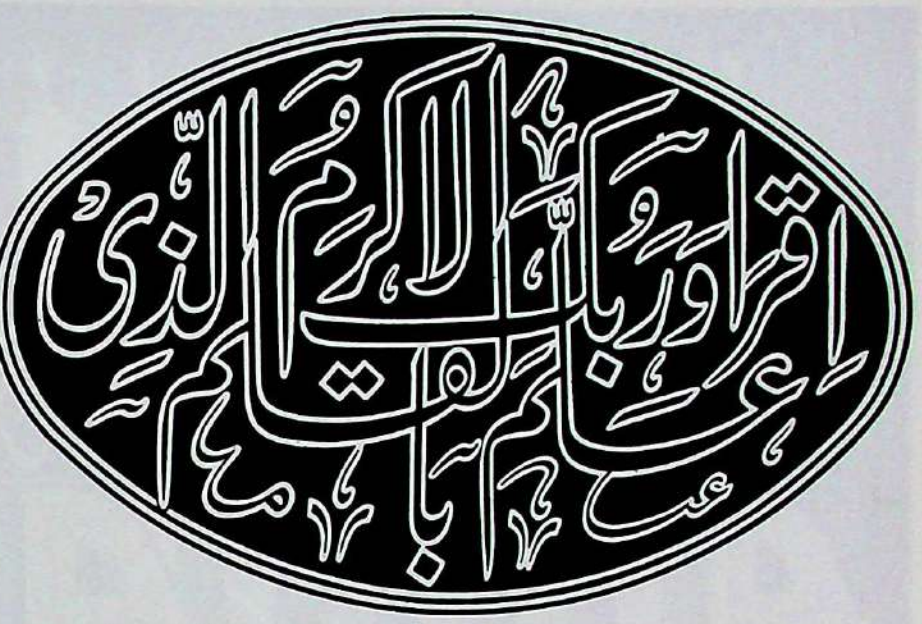

﴿ اِقرأ وربُّكَ الأكرَمُ الّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴾

□ قرآنی آیت خط نستعلیق میں
بیضوی شکل میں بہ خط عبد المجید دہلوی

حکم سے اس مقام پر چوکی بنوادی گئی اور کسی ماہر خطاط سے ایک فارسی شعر لکھوایا گیا۔ مرورِ ایام سے جب یہ پتھر ٹوٹ گیا تو یہ شعر عبد المجید صاحب سے دوبارہ لکھوایا گیا۔ ۱۹۹۱ء میں راقم نے اس مقام کا بہ نظر عمیق مطالعہ کیا تو سنگ مرمر پر یہ شعر موجود پایا۔ شعر کے نیچے باریک خط میں عبد المجید صاحب کے دستخط "مجید" بھی لکھا ہوا دیکھا۔

عبد المجید دہلوی کی خواہش تھی کہ خط نستعلیق میں پورے قرآن پاک کی کتابت کریں۔ اس سلسلے میں ایک پارہ مکمل لکھ چکے تھے، مگر ناساز گار حالات کی وجہ سے یہ کام مکمل نہ ہو سکا۔ آپ نے حضرت عثمان غنیؓ کے عہد سے موجودہ عہد تک فنِ خطاطی کی تاریخ اور نوادر پر ایک کتاب بھی ترتیب دی، جس کا پیشِ لفظ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم نے لکھا تھا۔ مقام افسوس ہے کہ یہ کتاب اب تک زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکی اور منتشر اجزا کی صورت میں موجود ہے، اگر اس کی جلد اشاعت نہ ہو سکی تو خطرہ ہے کہ یہ دستبرد زمانہ کی نذر ہو جائے۔ عبد المجید دہلوی کو فن خطاطی میں نمایاں خدمات کی وجہ سے ۱۹۸۸ء میں حکومت پاکستان کی جانب سے پرائڈ آف پرفارمنس ایوارڈ بھی دیا گیا۔

عبد المجید دہلوی ۱۹۸۸ء ہی سے علیل رہنے لگے تھے، انہیں عارضۂ قلب لاحق تھا۔ علالت کے باوجود کسی نہ کسی طرح خطاطی کا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ بالآخر ۱۷، فروری ۱۹۹۴ء بروز جمعرات حرکت قلب بند ہو جانے سے آپ کا انتقال ہو گیا[10]۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس فن میں آپ کا کوئی جانشین نہیں اس طرح آپ کی موت نہ صرف ایک انسان کی موت تھی بلکہ اس سے ایک دبستان کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ یوسف دہلوی مرحوم کے بعد آپ ہی کے دم قدم سے دہلوی طرز خطاطی کی شمع روشن تھی۔ کسی شاعر نے آپ کے بارے میں کیا خوب کہا تھا:

خطاطیٔ قلم میں تو فردِ وحید ہے
مشہور گو وطن میں تو عبد المجید ہے
اے نیک نام، زیست تری کامگار ہے
تائید تجھ کو حاصلِ پروردگار ہے[11]

(۱۰) روزنامہ جنگ کراچی بتاریخ ۱۸، فروری ۱۹۹۴ء۔

(۱۱) "خطاط اعظم عبد المجید دہلوی۔ ایک تعارف ایک انٹرویو" از کوکب جمیل، ماہنامہ پہچان کراچی، ستمبر ۱۹۸۶ء، ص ۵۶۔

حافظ محمدؐ یوسف سدیدی

حافظ محمدؐ یُوسف سدیدی

حافظ محمد یوسف سدیدی ہمارے عہد کے خطاطِ بے بدل تھے۔ آپ کی پیدائش اپریل ۱۹۲۷ء کو ضلع چکوال کے موضع بھون میں ہوئی [۱]۔ ۱۹۳۹ء میں آپ چکوال سے لاہور تشریف لے آئے اور مسجد وزیر خاں میں قاری محمد طفیل سے حفظِ قرآن کی تکمیل کی۔ حافظ محمد یوسف کو بچپن ہی سے فنِ خطاطی سے خاص لگاؤ تھا۔ لاہور آمد کے بعد آپ نے لاہوری طرز نستعلیق کے بانی عبدالمجید پرویں رقم سے ملاقات کی اور منشی محمد شریف لدھیانوی سے خط نستعلیق میں اصلاح لیناشروع کی۔ منشی محمد شریف لدھیانوی، خطاط قرآن، مولانا محمد قاسم لدھیانوی کے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں حافظ یوسف پشاور چلے گئے۔ جہاں ایم ایم شریف آرٹسٹ سے ایک سال تک ڈرائنگ اور فن مصوری کی تحصیل کی [۲]۔

۱۹۴۵ء میں آپ نے شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے مزار کے کتبے خطِ ثلث وکوفی میں لکھے۔ اسی سال آپ نے خطاطی کا نادر نمونہ یوں پیش کیا کہ چاول کے ایک دانے پر مکمل سورۂ فاتحہ بمع بسم اللہ لکھی اور آخر میں اپنا نام بھی لکھا۔ ۱۹۴۶ء میں جمعیت علمائے ہند نے دہلی میں ایشیا کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس موقع پر آپ نے پمفلٹ ''باقۃ الابتھاج'' انتہائی خوبصورت عربی خطوط میں لکھا [۳]۔ اس موقع پر کانفرنس کے مہمانِ خصوصی مولانا ابوالکلام آزاد نے حافظ یوسف سدیدی کی خطاطی کو بے حد پسند کیا اور انہیں ان الفاظ میں داد دی ''تم نے عربی رسم الخط کا حق ادا کردیا ہے [۴]''۔

تقسیم سے قبل حافظ یوسف دہلی میں تھے۔ دہلی میں حافظ یوسف اور ان کے دوست معروف خطاط، رضی الدین دہلوی نے بڑی محنت سے دہلی کی قدیم عمارات پر موجود خطاطی کی نقلیں (Tracing) اتاریں [۵]۔ تقسیم کے بعد حافظ یوسف دوبارہ لاہور آگئے اور اس عہد کے صاحبِ کمال نستعلیق نگار تاج الدین زرّیں رقم [۶] سے رشتۂ تلمذ قائم کیا۔ یہ رشتہ ۱۹۵۵ء میں زریں رقم کے انتقال تک برقرار رہا۔ اسی دوران ۱۹۴۸ء میں آپ روزنامہ ''امروز'' سے بحیثیت خوشنویس وابستہ ہوچکے تھے۔ روزنامہ ''امروز'' کی خط ثلث

(۱) ''حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم'' از سیّد انور حسین نفیس رقم، رسالہ سویرا لاہور، ص ۱۱، س ن۔ حافظ محمد یوسف سدیدی کے حالاتِ زندگی اور کارناموں کے بارے میں یہ سب سے زیادہ مستند دستاویز ہے۔ حافظ صاحب کا یہ مفصل انٹرویو سیّد نفیس الحسینی مدظلہ نے حافظ صاحب کی سعودی عرب روانگی سے کچھ ہی عرصے قبل لیا تھا۔ انٹرویو کے بعد نفیس شاہ صاحب کا تاثراتی مضمون بھی شامل ہے۔

(۲) ایضاً۔

(۳) ایضاً۔

(۴) ''استاد محترم حافظ محمد یوسف سدیدی'' از محمد خالد جاوید یوسفی، سہ ماہی ادبیات اسلام آباد، جلد ۴، شمارہ ۱۳، ۱۴، ۱۵، س ن، ص ۳۴۷۔

(۵) یہ بات رضی الدین دہلوی مرحوم نے راقم الحروف سے بیان کی تھی۔

(۶) تاج الدین زرّیں رقم ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا

☐ شیخ سعدیؒ کی مشہور نعتیہ رباعی بہ خط حافظ یوسف سدیدی

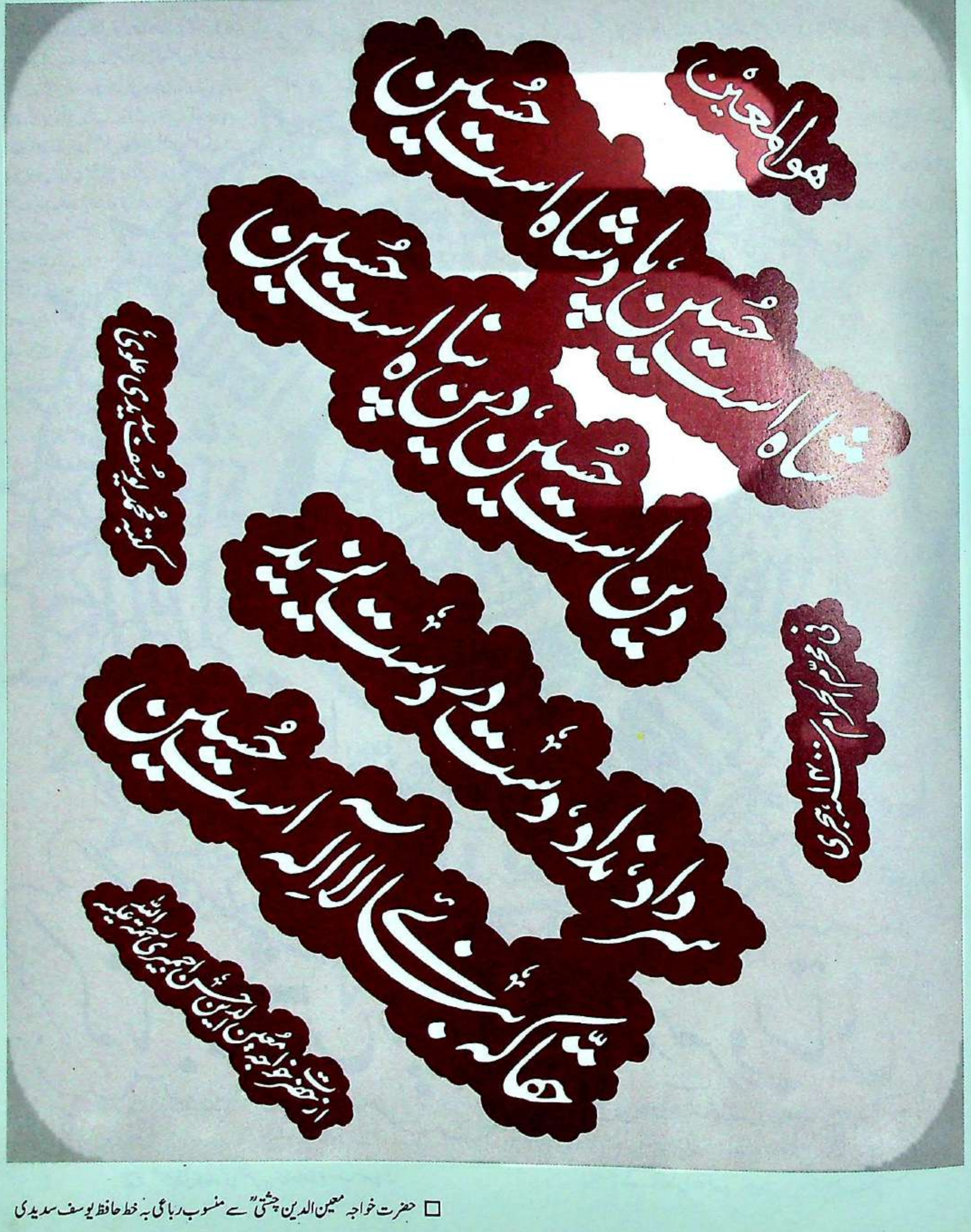

□ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے منسوب رباعی بہ خط حافظ یوسف سدیدی

چنانچہ حقیقی ماموں حاجی نور احمد نے آپ کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ حاجی نور احمد منشی فضل الٰہی مرغوب رقم کے شاگرد اور مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مرید باصفا تھے۔ زریں رقم نے آپ کے آگے زانوائے تلمذ تہ کیا اور سات آٹھ سال تک مسلسل خطاطی کی تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں مجتہد خطِ نستعلیق عبدالمجید پرویں رقم کا آفتاب شہرت نصف النہار پر تھا۔ زریں رقم نے بھی طرز پرویني ہی کی پیروی کی۔ اور نستعلیق جلی لکھنے میں مہارت کا ثبوت دیا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے "مرقع زریں" کے عنوان سے خطِ نستعلیق سیکھنے والوں کے لیے کراسہ تحریر کیا۔ مرقع زریں لاہوری طرز نستعلیق سیکھنے کے لیے آج بھی بہترین کتاب ہے۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۸ء تک زریں رقم خوشنویس یونین کے صدر رہے۔ اس دوران آپ نے خوشنویسوں کے حقوق اور انکی بہتر اجرتوں کے لیے کئی اسفار کیے اور دن رات کوششیں کیں۔ آخری زمانے میں جناب زریں رقم کی تمام توجہ قطعات لکھنے کی جانب مائل ہو گئی تھی۔ اس دوران آپ نے تقریباً دو سو قطعات لکھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ ان قطعات کو "مرقع تاج" کے عنوان سے شایع کرائیں مگر یہ تمنا تشنۂ تکمیل رہ گئی۔ انتقال سے کچھ عرصہ قبل آپ کو

میں لکھی گئی خوبصورت لوح حافظ یوسف ہی کے قلم کا شاہکار ہے جو ہمیشہ امروز کی پیشانی پر شائع ہوئی۔ ''امروز'' کے اس وقت کے مدیرِ اعلیٰ اور معروف ادیب مولانا چراغ حسن حسرت نے اس لوح کو بے حد پسند کیا اور حافظ یوسف کو اس پر خوب داد دی تھی (۷)۔ ۱۹۴۸ء میں ''امروز'' سے، جو رشتہ قائم کیا وہ ۱۹۸۱ء میں آپ کی ریٹائرمنٹ پر ختم ہوا۔ حقیقت میں یہی زمانہ حافظ محمد یوسف کے فنی سفر کا سنہرا دور ہے۔ اس دوران ہزار ہا کتب و رسائل کے سرورق لکھے، پتھروں پر خطاطی کی، پوسٹر لکھے، اخبار کی خوبصورت سرخیاں اور کتابوں کی کتابت کی اور خود کو ماہر خطاط کی حیثیت سے منوایا۔ ۱۹۴۹ء میں چینی وزیر اعظم چو این لائی کی آمد پر ''امروز'' نے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر حافظ یوسف نے اخبار کی سرخیوں کو خطِ کوفی میں اس انداز سے لکھا کہ بظاہر چینی خط معلوم ہوتا ہے، مگر عبارت اردو میں ہے۔ اس منفرد انداز خطاطی پر چینی وزیر اعظم نے بھی آپ کی تعریف کی (۸)۔ ۱۹۷۶ء میں جب لاہور میں قطب الدین ایبک کے مزار کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا تو ماہرین تعمیرات نے تجویز کیا کہ مقبرے کی دیواروں پر بھی وہی خط ہو، جو قطب مینار، دہلی پر موجود ہے۔ یہ کام انتہائی مشکل تھا، کیوں کہ قطب مینار پر موجود خط متروک ہو چکا ہے اور مروجہ خطوط سے خاصا مختلف ہے۔ اس کام کی خاطر حافظ یوسف کی خدمات حاصل کی گئیں۔ آپ نے اس مشکل کام کو نہایت خوبصورتی اور سلیقے سے کر دکھایا۔ ایبک روڈ، انار کلی، لاہور میں قطب الدین ایبک کے مزار کی چاروں

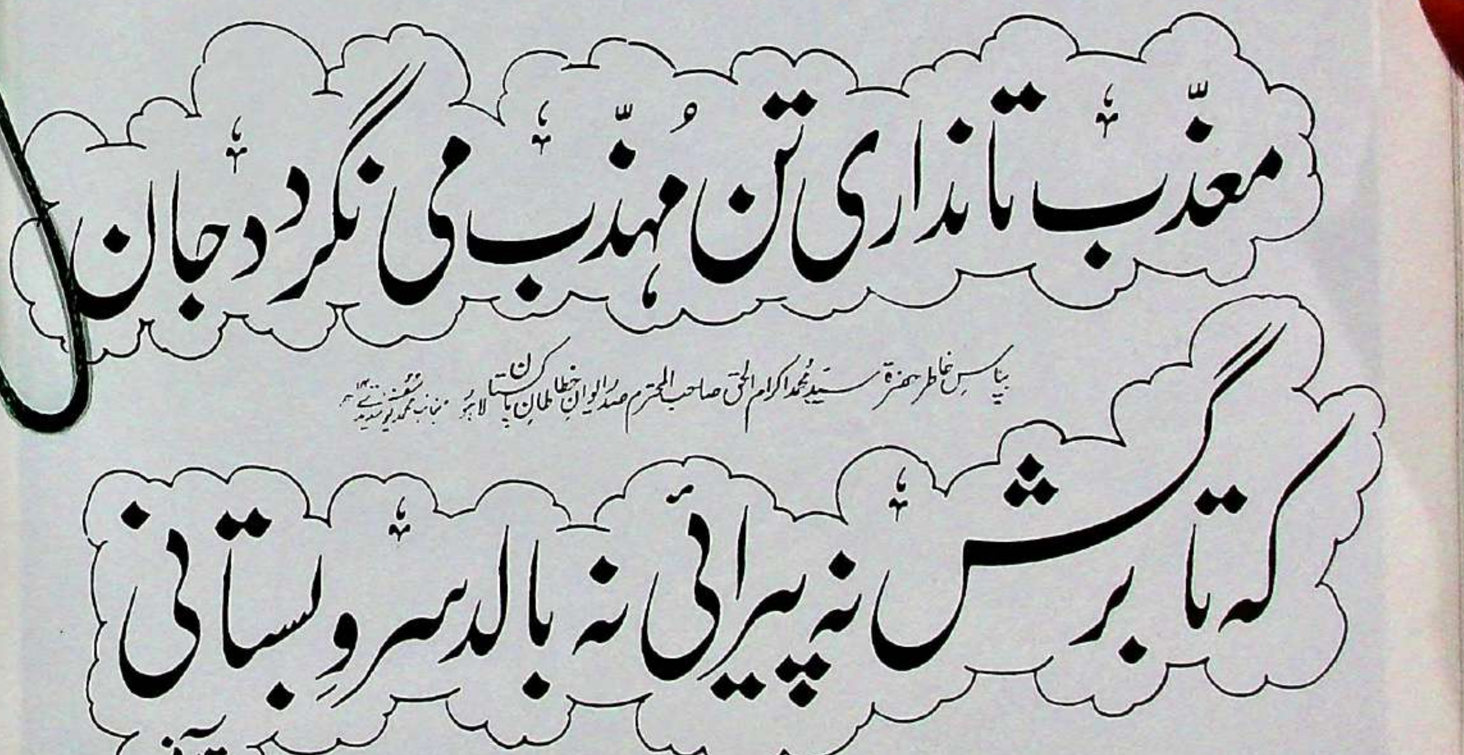

□ حکیم قاآنی کا فارسی شعر بہ خط حافظ یوسف سدیدی

حافظ محمد یوسف سدیدی کی خطاطی اور ڈرائنگ کا شاہکار نمونہ جسے آپ نے اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ لاہور ۱۹۷۴ء کے موقع پر تیار کیا۔ چاند کے درمیان میں اَللّٰهُ اَکْبَرُ اوپر ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ اور دائیں طرف اَلْقِمَّةُ الْاِسْلَامِيَّةُ خطِ کوفی میں لکھا ہے۔ دائرے کے گرد ستاروں میں خط ثلث میں کانفرنس میں شریک اسلامی ممالک کے نام ہیں۔

میں لکھی گئی خوبصورت لوح حافظ یوسف ہی کے قلم کا شاہکار ہے جو ہمیشہ امروز کی پیشانی پر شائع ہوئی۔ ''امروز'' کے اس وقت کے مدیر اعلیٰ اور معروف ادیب مولانا چراغ حسن حسرت نے اس لوح کو بے حد پسند کیا اور حافظ یوسف کو اس پر خوب داد دی تھی[۷]۔ ۱۹۴۸ء میں ''امروز'' سے، جو رشتہ قائم کیا وہ ۱۹۸۱ء میں آپ کی ریٹائر منٹ پر ختم ہوا۔ حقیقت میں یہی زمانہ حافظ محمد یوسف کے فنی سفر کا سنہرا دور ہے۔ اس دوران ہزار ہا کتب ورسائل کے سرورق لکھے، پتھروں پر خطاطی کی، پوسٹر لکھے، اخبار کی خوبصورت سرخیاں اور کتابوں کی کتابت کی اور خود کو ماہر خطاط کی حیثیت سے منوایا۔ ۱۹۴۹ء میں چینی وزیر اعظم چواین لائی کی آمد پر ''امروز'' نے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر حافظ یوسف نے اخبار کی سرخیوں کو خطِ کوفی میں اس انداز سے لکھا کہ بظاہر چینی خط معلوم ہوتا ہے، مگر عبارت اردو میں ہے۔ اس منفرد انداز خطاطی پر چینی وزیر اعظم نے بھی آپ کی تعریف کی[۸]۔ ۱۹۷۶ء میں جب لاہور میں قطب الدین ایبک کے مزار کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا تو ماہرین تعمیرات نے تجویز کیا کہ مقبرے کی دیواروں پر بھی وہی خط ہو، جو قطب مینار، دہلی پر موجود ہے۔ یہ کام انتہائی مشکل تھا، کیوں کہ قطب مینار پر موجود خط متروک ہو چکا ہے اور مروّجہ خطوط سے خاصا مختلف ہے۔ اس کام کی خاطر حافظ یوسف کی خدمات حاصل کی گئیں۔ آپ نے اس مشکل کام کو نہایت خوبصورتی اور سلیقے سے کر دکھایا۔ ایبک روڈ، انار کلی، لاہور میں قطب الدین ایبک کے مزار کی چاروں

چنانچہ حقیقی ماموں حاجی نور احمد نے آپ کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ حاجی نور احمد منشی فضل الٰہی مرغوب رقم کے شاگرد اور مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مرید باصفا تھے۔ زریں رقم نے آپ کے آگے زانوائے تلمذ تہ کیا اور سات آٹھ سال تک مسلسل خطاطی کی تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں مجتہد خطِ نستعلیق عبدالمجید پرویں رقم کا آفتاب شہرت نصف النہار پر تھا۔ زریں رقم نے بھی طرز پروینی ہی کی پیروی کی۔ اور نستعلیق جلی لکھنے میں مہارت کا ثبوت دیا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے ''مرقع زریں'' کے عنوان سے خطِ نستعلیق سیکھنے والوں کے لیے کراسہ تحریر کیا۔ مرقع زریں لاہوری طرز نستعلیق سیکھنے کے لیے آج بھی بہترین کتاب ہے۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۸ء تک زریں رقم خوشنویس یونین کے صدر رہے۔ اس دوران آپ نے خوشنویسوں کے حقوق اور انکی بہتر اجرتوں کے لیے کئی اسفار کیے اور دن رات کوششیں کیں۔ آخری زمانے میں جناب زریں رقم کی تمام توجہ قطعات لکھنے کی جانب مائل ہو گئی تھی۔ اس دوران آپ نے تقریباً دو سو قطعات لکھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ ان قطعات کو ''مرقع تاج'' کے عنوان سے شائع کرائیں مگر یہ تمنا تشنہ تکمیل رہ گئی۔ انتقال سے کچھ عرصہ قبل آپ کو

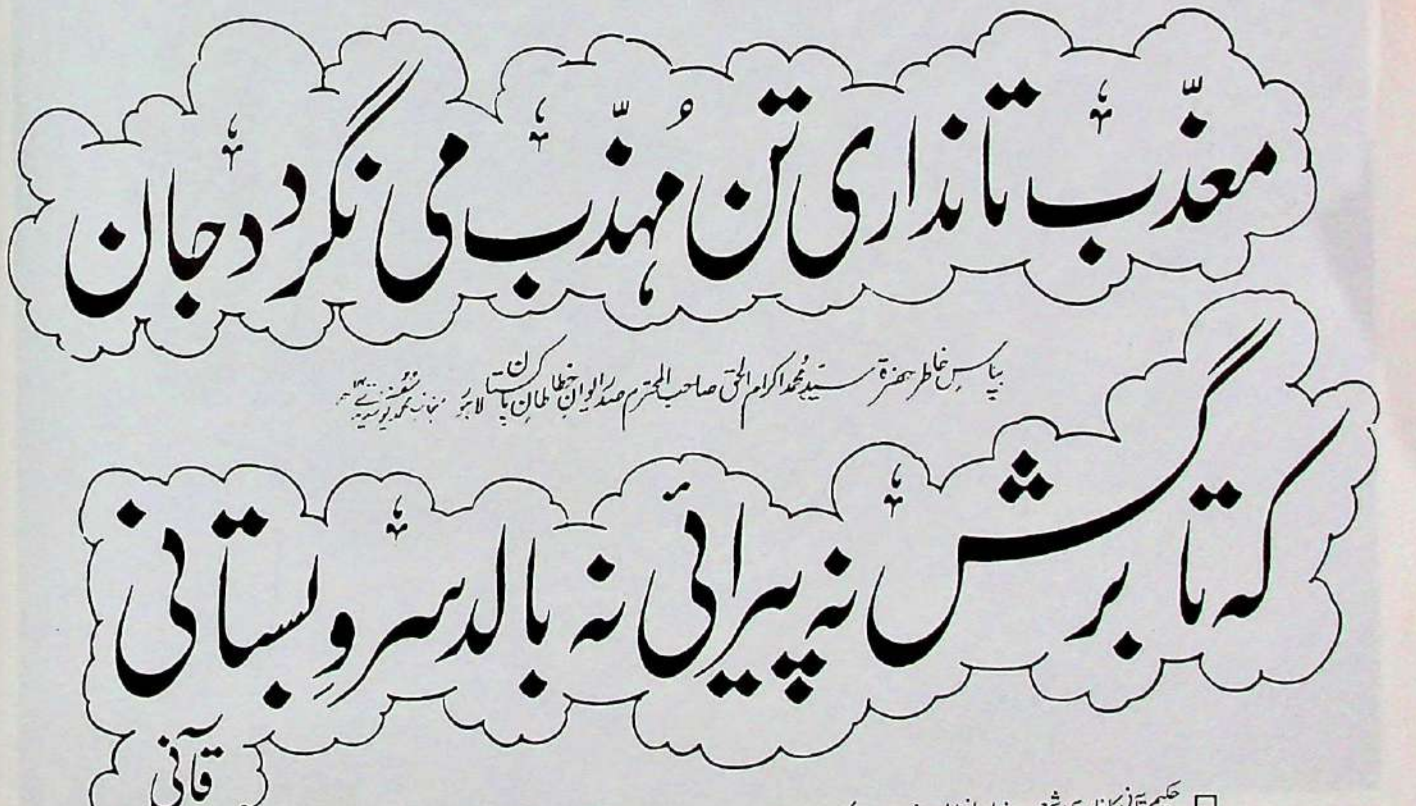

□ حکیم قاآنی کا فارسی شعر بہ خط حافظ یوسف سدیدی

☐ حافظ محمد یوسف سدیدی کی خطاطی اور ڈرائینگ کا شاہکار نمونہ جسے آپ نے اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ لاہور ۱۹۷۴ء کے موقع پر تیار کیا۔ چاند کے درمیان میں اَللهُ أَكْبَرُ اوپر ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ اور دائیں طرف اَلْقِمَّةُ الإِسْلَامِيَّةُ خطِ کوفی میں لکھا ہے۔ دائرے کے گرد ستاروں میں خط ثلث میں کانفرنس میں شریک اسلامی ممالک کے نام ہیں۔

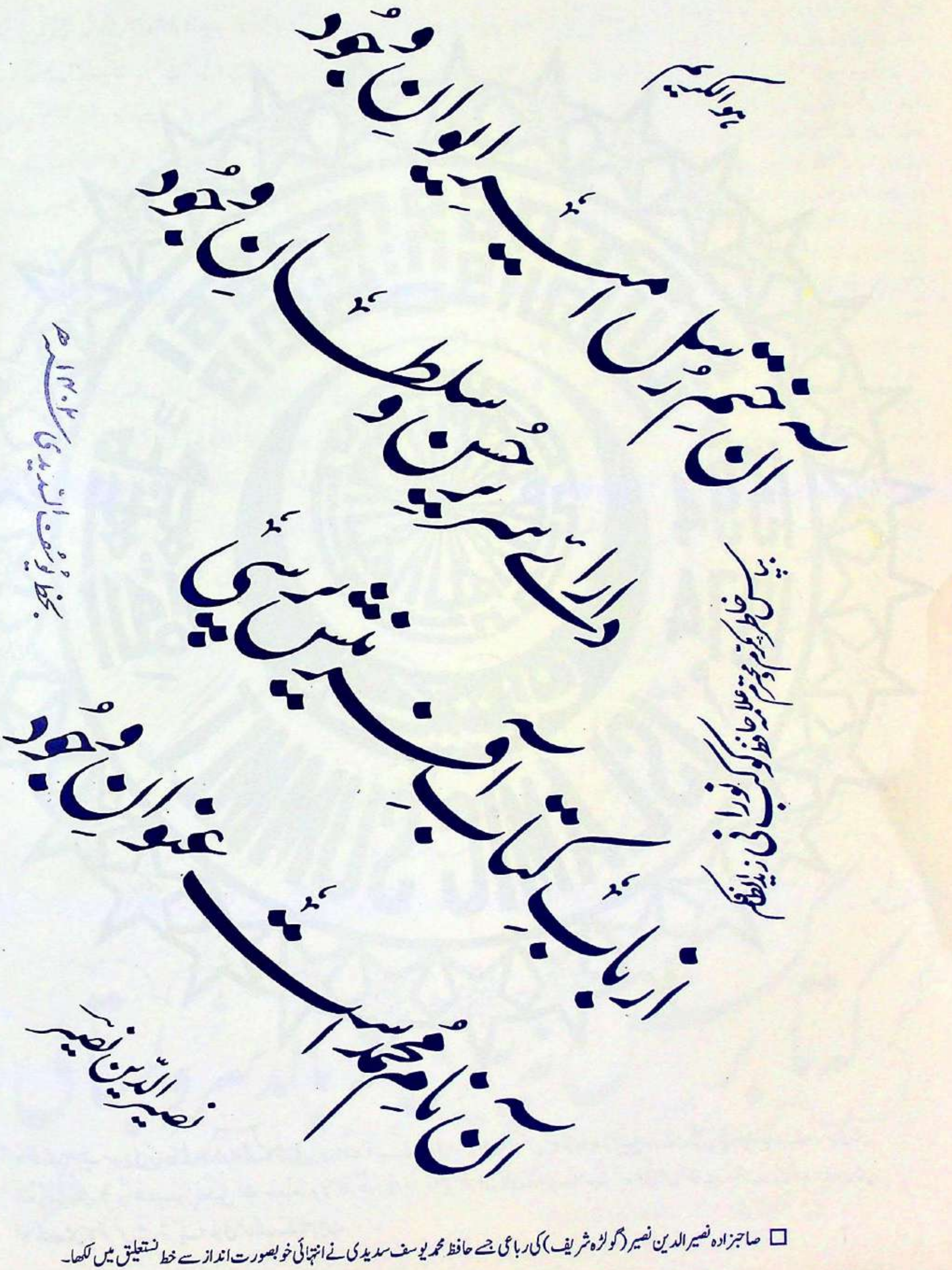

□ صاحبزادہ نصیر الدین نصیر (گولڑہ شریف) کی رباعی جسے حافظ محمد یوسف سدیدی نے انتہائی خوبصورت انداز سے خط نستعلیق میں لکھا۔

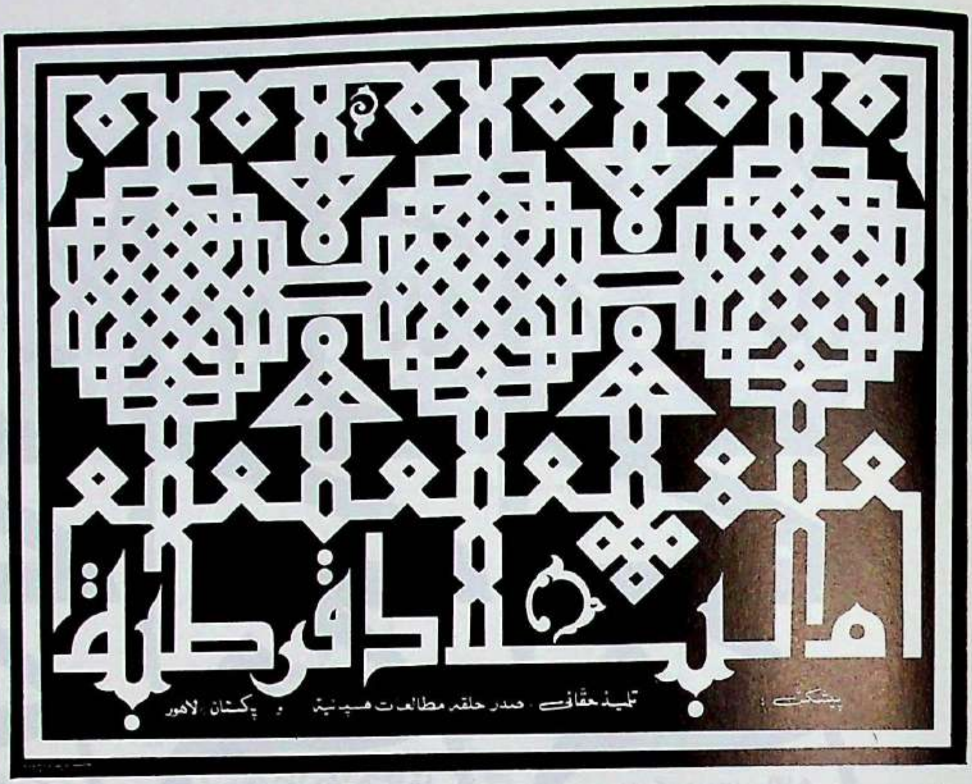

أُمُّ الْبِلادِ قُرْطُبَةُ

□ حافظ محمد یوسف سدیدی کا خط کوفی میں بہترین نمونہ

اختلاج قلب کا عارضہ لاحق ہو گیا اور اسی مرض میں ۱۳، جون ۱۹۵۵ء کو آپ نے وفات پائی۔ تدفین قبرستان میانی، لاہور میں ہوئی۔ سید نفیس الحسینی مدظلہ نے "خواجۂ خطاط الملک" تاریخ کہی جو لوح مزار پر کندہ کی گئی۔
تاج الدین زریں رقم کے معروف تلامذہ میں حافظ محمد یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم خورشید رقم کے علاوہ مشہور ادبی رسالے "نقوش" کے بانی و مدیر محمد طفیل شامل ہیں۔

(۷) "حافظ محمد یوسف سدیدی" از سید انور حسین نفیس رقم۔

(۸) "ایک منفرد و نامور خطاط۔ ایک باکمال شخصیت" از مجاہد الحسینی، روزنامہ امروز لاہور، ہفت روزہ اشاعت ۱۷، اکتوبر ۱۹۸۶ء۔

دیواروں پر بیرونی جانب یہ خطاطی آج بھی دعوت نظارہ دیتی ہے۔

حافظ محمد یوسف ساری زندگی فن خطاطی میں، خوب سے خوب تر کی جستجو میں کوشاں رہے۔ آپ نے خطِ نستعلیق و نسخ تو مقامی اساتذہ سے سیکھے مگر عربی خطوط مثلاً کوفی، ثلث، دیوانی، رقعہ وغیرہ کے لیے عالم اسلام کے عظیم خطاطوں کے کام کا گہرائی سے مطالعہ کیا(۹)۔ آپ نے عظیم ترک خطاط شیخ عبدالعزیز الرفاعی کے قطعات کو نمونۂ تقلید بنایا۔ اس کے علاوہ معروف مصری خطاط سیّد ابراہیم، محمد حسنی اور عراق کے ہاشم محمد بغدادی کے کام کو بھی آپ بے حد پسند کرتے تھے۔ اخیر زمانے میں آپ کی شدید خواہش تھی کہ ترکی کے عہد جدید کے عظیم خطاط استاد حامد الآمدی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کریں اور ان سے عربی خطوط میں اصلاح لیں مگر یہ خواہش پوری نہ ہو سکی کیوں کہ حافظ محمد یوسف کے سعودی عرب پہنچنے کے کچھ ہی عرصہ بعد مئی ۱۹۸۲ء میں استاد حامد کا استنبول میں تقریباً بانوے برس کی عمر میں انتقال ہو گیا(۱۰)۔

(۹) "حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم" از سید انور حسین نفیس رقم۔

(۱۰) "حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم" از سید انور حسین نفیس رقم۔

حافظ یوسف ذاتی طور پر انتہائی خوش اخلاق اور شریف الطبع انسان تھے۔ کسی کی دل آزاری آپ کو پسند نہ تھی، اگر کوئی شخص کتابت کے سلسلے میں رہنمائی حاصل کرتا تو فنی طور پر کمزور پہلوؤں میں سے بھی کوئی نہ کوئی خوبی کا پہلو تلاش کر کے اس کی حوصلہ افزائی کرتے، پھر انتہائی شفقت سے اس کی اصلاح کرتے۔ آپ نے بے شمار مساجد کے لیے خطاطی کا کام کیا، مگر کبھی اجرت نہ لی، اسی طرح دینی مدارس، مقابر

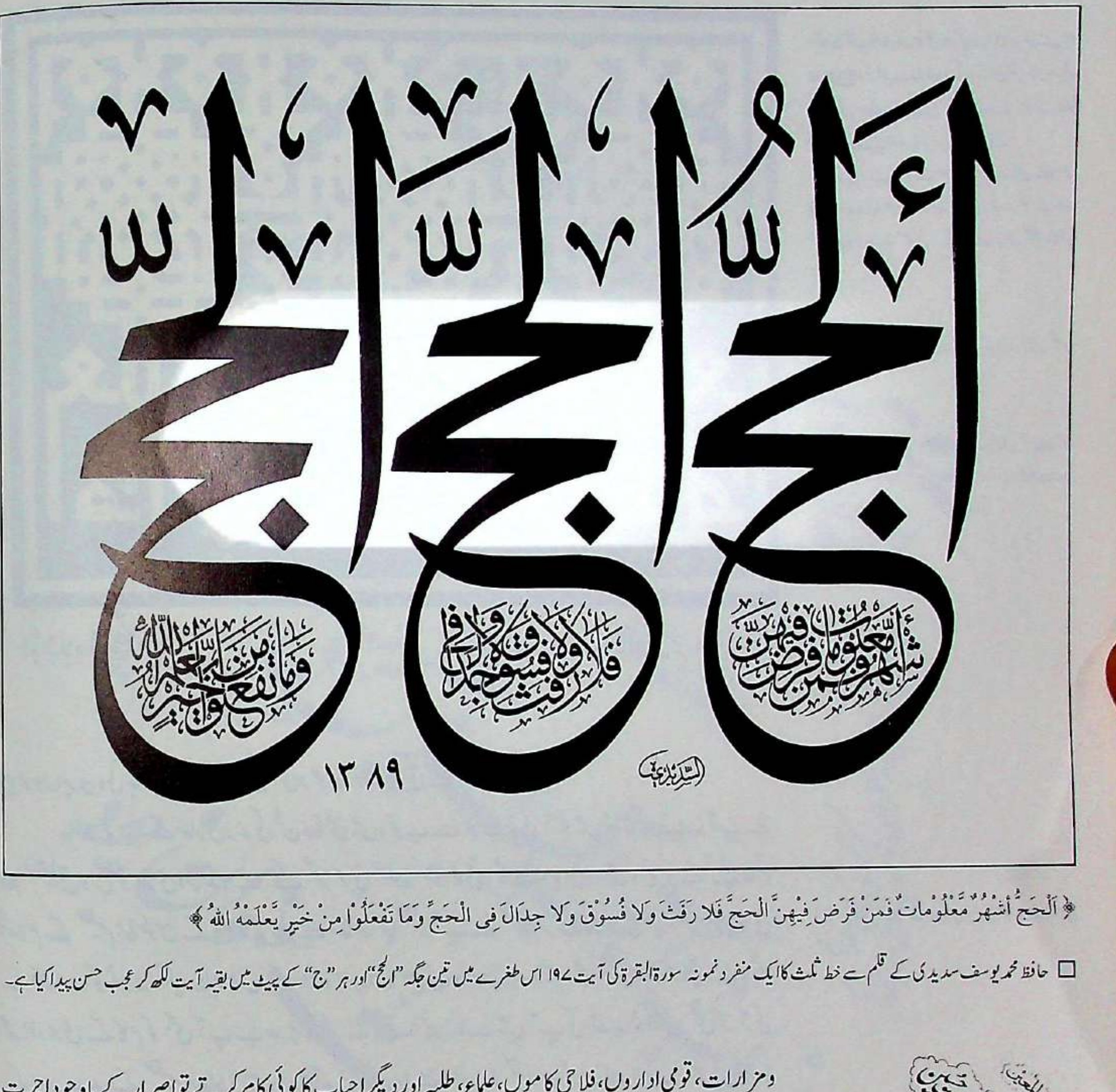

﴿ اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ﴾

□ حافظ محمد یوسف سدیدی کے قلم سے خط ثلث کا ایک منفرد نمونہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۹۷ اس طغرے میں تین جگہ "الحج" اور ہر "ج" کے پیٹ میں بقیہ آیت لکھ کر عجب حسن پیدا کیا ہے۔

ومزارات، قومی اداروں، فلاحی کاموں، علماء، طلبہ اور دیگر احباب کا کوئی کام کرتے تو اصرار کے باوجود اجرت نہ لیتے۔

یوں تو حافظ صاحب کی خطاطی بے شمار مقامات، کتب ورسائل اور اخبارات میں منتشر ہے، مگر ان میں سے چند معروف مقامات یہ ہیں: لاہور میں مینار پاکستان، مزارِ اقبال، مزار قطب الدین ایبک، داتا دربار، مسجد شہداء، جامع مسجد منصورہ، مسلم مسجد (چوک انار کلی)، جامعہ اشرفیہ، دار العلوم حزب الاحناف، نیز چیرنگ کراس مال روڈ کے چوراہے پر سنگِ مرمر کی سلوں پر اردو، فارسی اور عربی عبارات آپ کے خط کی عمدہ مثالیں ہیں۔ کراچی میں واقع جامع مسجد گلزار حبیب سولجر بازار، میں بھی آپ نے خطاطی کی۔ جن

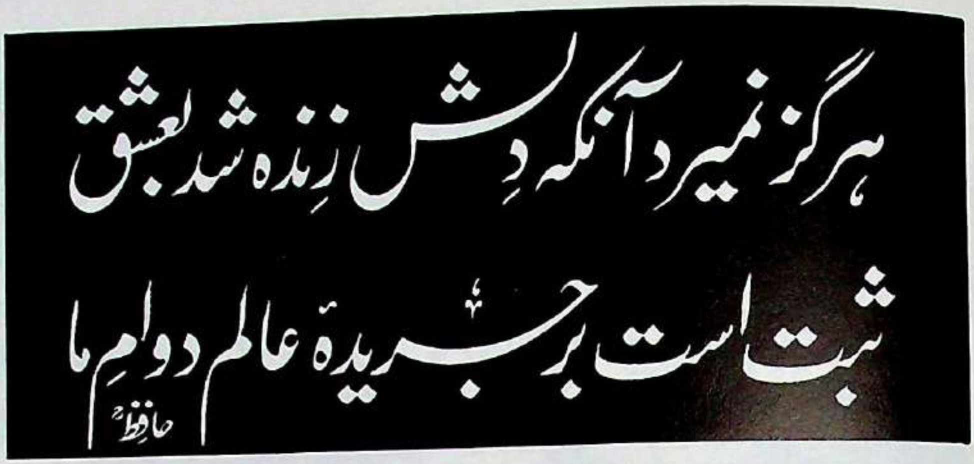

□ حافظ شیرازی کا شعر
بہ خط حافظ محمد یوسف سدیدی

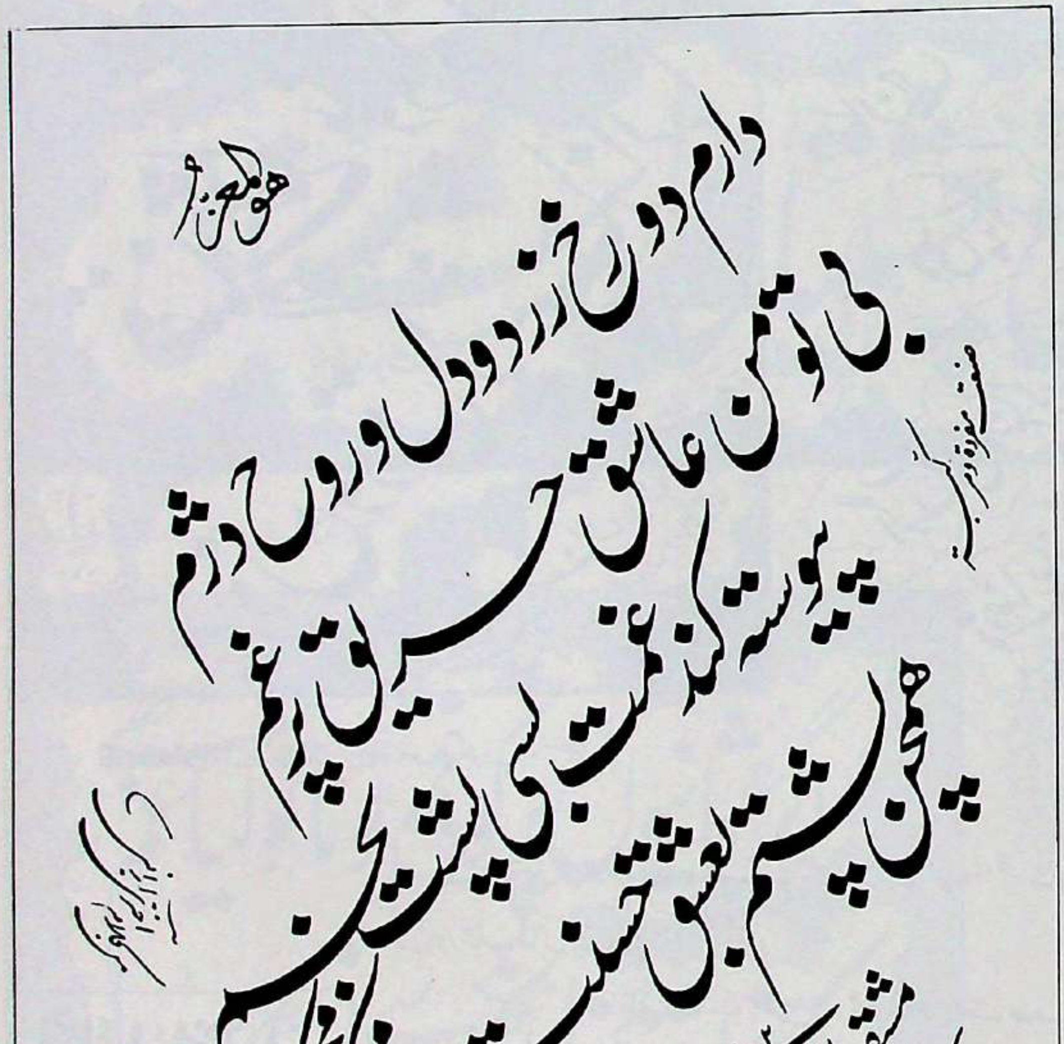

□ صنعت مفردہ و مرکبہ میں فارسی رباعی بہ خط حافظ محمد یوسف سدیدی یعنی پہلے مصرع میں جدا جدا حروف، دوسرے میں دو دو حروف جڑے ہوئے، تیسرے میں تین تین اور چوتھے میں چار چار لکھے ہیں۔

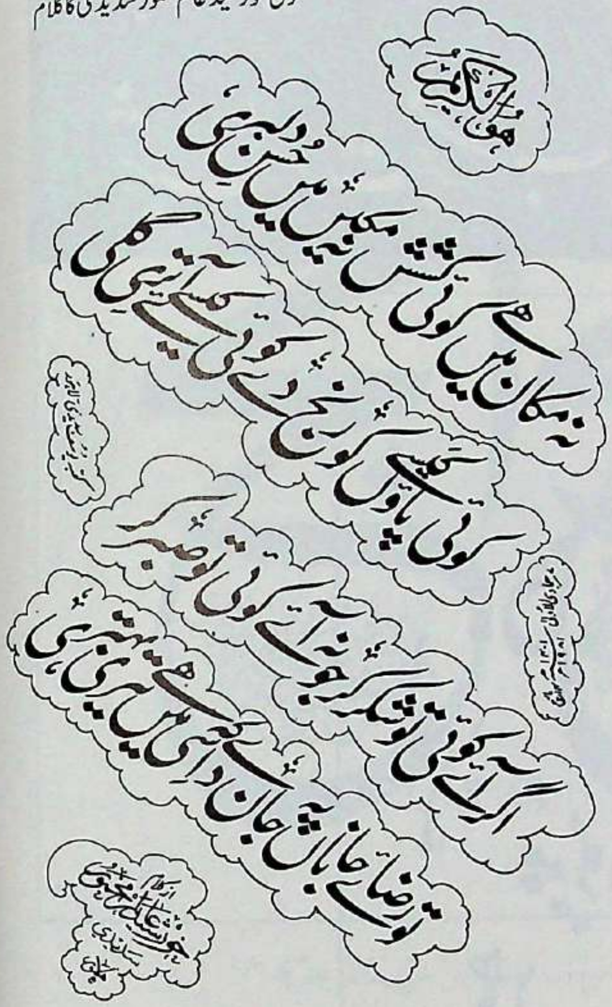

□ حافظ محمد یوسف سدیدی کے خط میں ان کے قدیم رفیق اور معروف خطاط صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی کا کلام

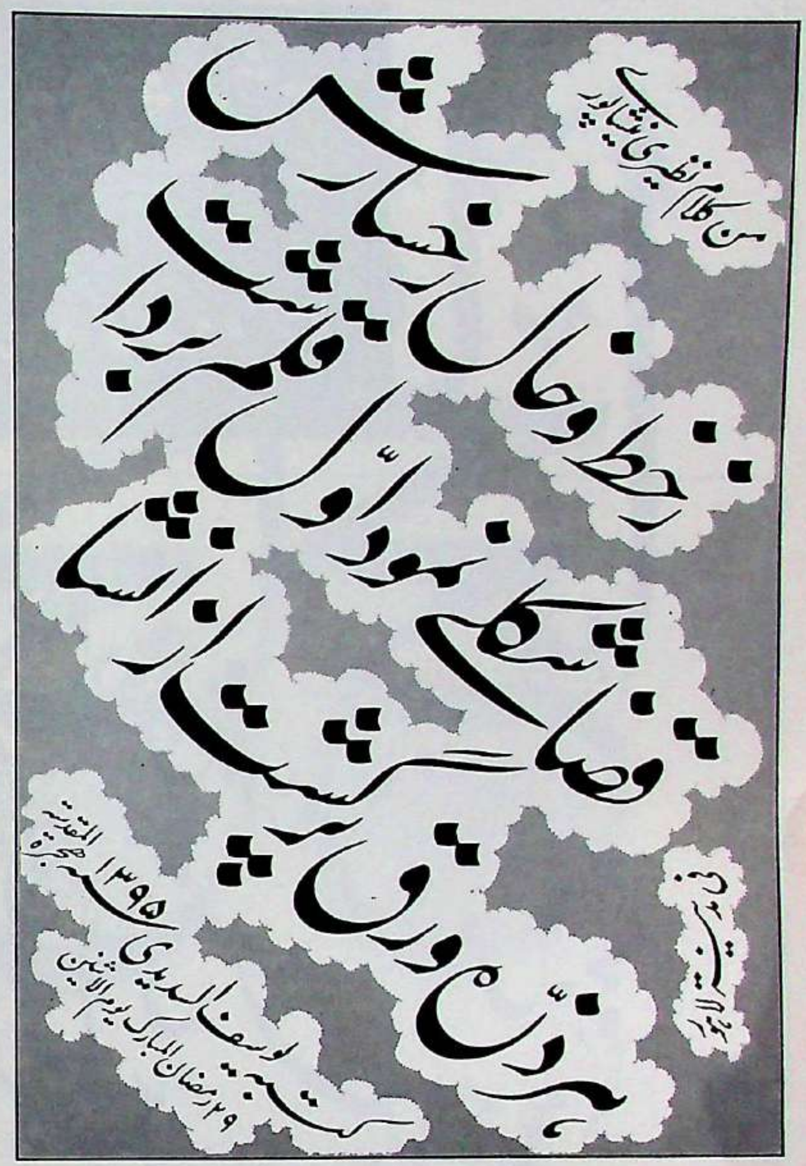

□ حافظ محمد یوسف سدیدی کے فن کا خوبصورت نمونہ بہ خط نستعلیق

معروف ڈائجسٹوں کی الواح حافظ صاحب نے لکھیں ان میں : سیّارہ ڈائجسٹ، سب رنگ، سسپنس، آنچل، نیا رخ اور حجاب شامل ہیں۔

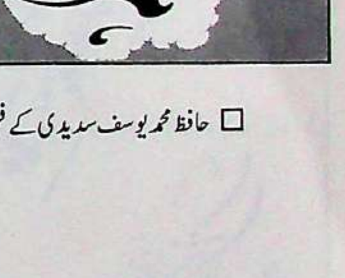

"امروز" سے ریٹائر منٹ کے بعد ۱۹۸۱ء میں حافظ یوسف جدہ چلے گئے تھے، جہاں ایک اشتہاری کمپنی "مروہ" نے آپ کی خدمات حاصل کرلی تھیں۔ ۱۹۸۲ء میں آپ کو حکومتِ پاکستان نے پرائڈ آف پرفارمنس ایوارڈ دیا، جو آپ کے صاحبزادے حافظ بہارِ مصطفیٰ نے حاصل کیا۔ جولائی ۱۹۸۵ء کو جدہ سے ریاض جاتے ہوئے آپ روڈ کے ایک خطرناک حادثے سے دوچار ہوئے۔ اس کے نتیجے میں آپ کے ماتھے پر کئی چوٹیں آئیں اور یادداشت بھی محو ہوگئی۔ اب حافظ یوسف خطاطی نہیں کرسکتے تھے، مگر اہل قرابت کا

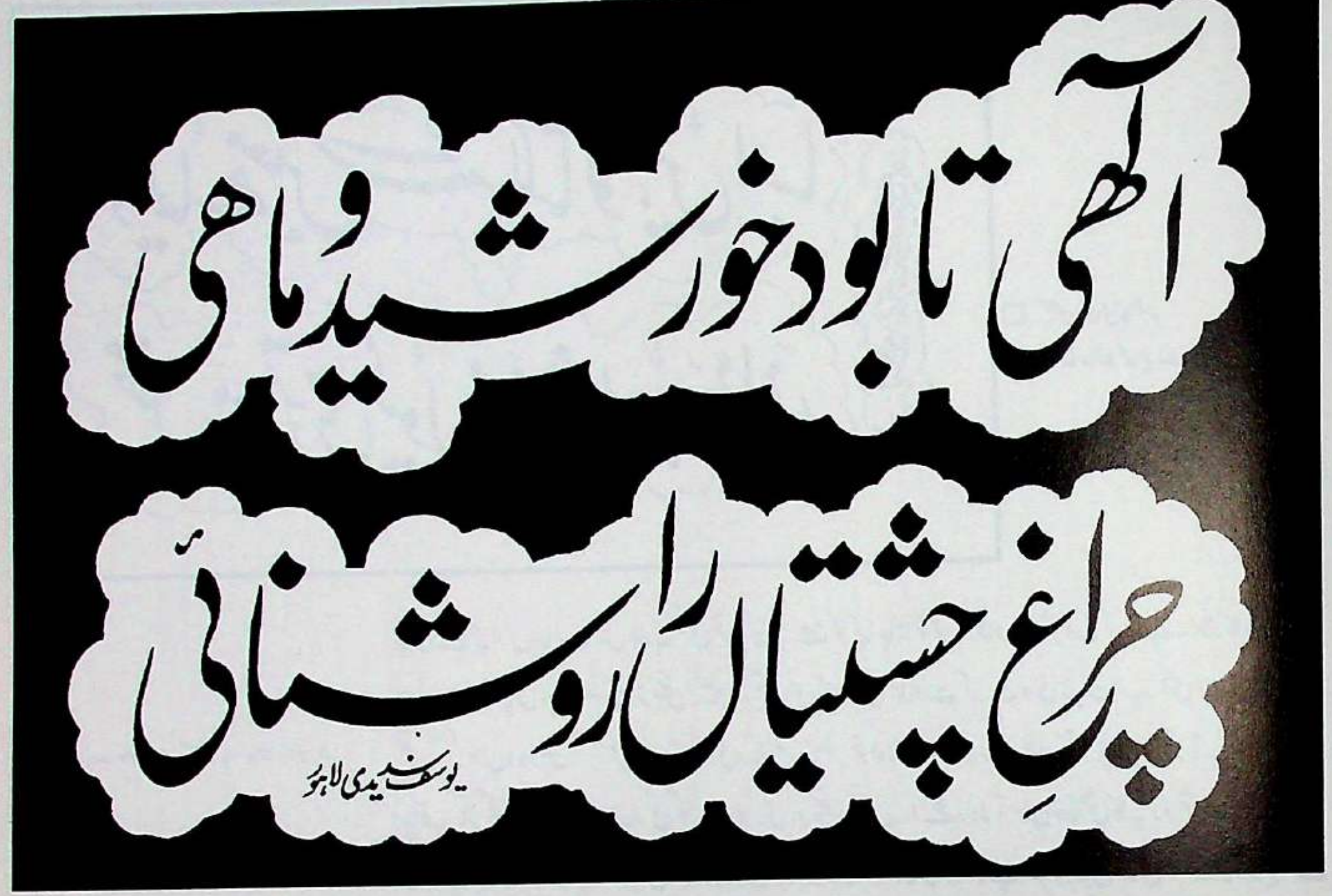

□ خط نستعلیق میں ایک فارسی شعر بہ خط حافظ یوسف سدیدی

□ علامہ اقبال کا ایک شعر
بہ خط حافظ محمد یوسف سدیدی

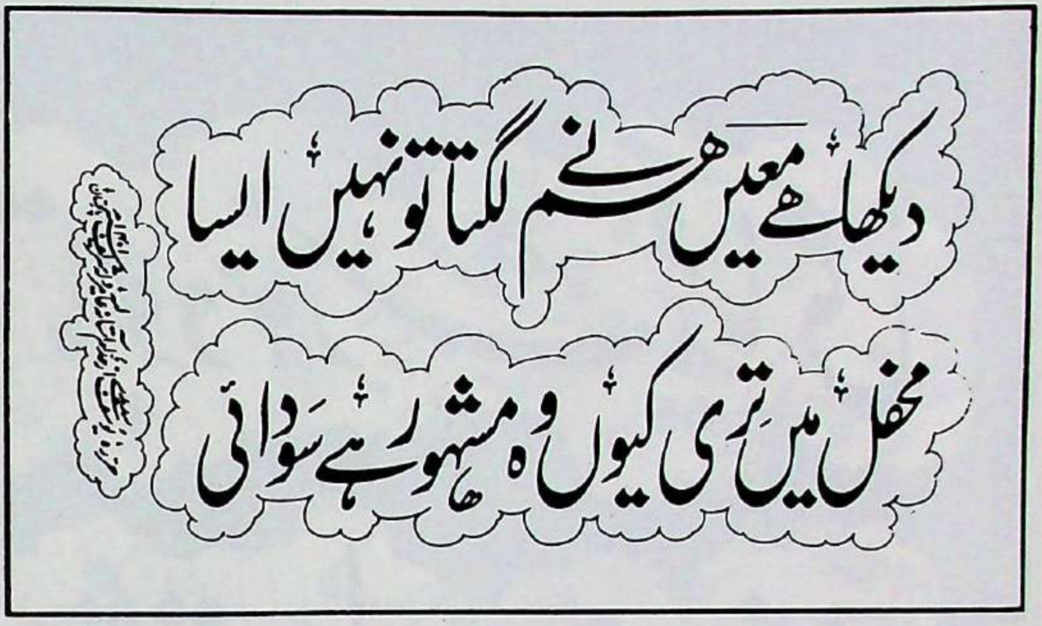

□ معین نظامی کا شعر
بہ خط حافظ محمد یوسف سدیدی

بیان ہے کہ اس حالت میں جب کبھی قرآن پڑھنے کو کہا جاتا تو فوراً تلاوت شروع کر دیتے۔ اللہ کا پاک کلام لکھنے والی انگلیاں اپنا کام چھوڑ چکی تھیں، مگر اسی کلام کی تلاوت کرنے والی زبان اب بھی اپنا کام کر رہی تھی (۱۱)۔ اس دوران مسلسل علاج جاری رہا، مگر خاطر خواہ افاقہ نہ ہو سکا۔ ۱۲، ستمبر ۱۹۸۶ء کو آپ کی طبیعت اچانک بگڑ گئی۔ حیات مستعار کی گھڑیاں پوری ہو چکی تھیں۔ اگلے روز آسمانِ خطاطی کا یہ روشن آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ تدفین ساندہ کلاں لاہور کے قبرستان، دھوپ سڑی میں ہوئی (۱۲)۔ حافظ یوسف کے انتقال پر ان کے قدیم ساتھی اور ہمارے ملک کے نامور خطاط حضرتِ نفیس الحسینی نے انہیں یوں خراج عقیدت پیش کیا :

یوسفِ وقت ترے ہجر میں ہم روتے ہیں
اہلِ دل روتے ہیں اربابِ قلم روتے ہیں
تیرے شاہکار ترستے ہیں تری صورت کو
تیرے ہاتھوں کے تراشیدہ صنم روتے ہیں
دیکھ کیا حال ہوا ہے ترے دیوانوں کا
روتے ہیں اور بصد رنج والم روتے ہیں (۱۳)

حافظ محمد یوسف کے لائق شاگرد، معروف خطاط جناب خالد جاوید یوسفی نے اپنے استاد کی خطاطی کے نمونوں پر مشتمل خوبصورت مرقع "جمالِ یوسف" کے عنوان سے ترتیب دیا ہے، جس کی اشاعت مستقبل قریب میں متوقع ہے۔

حافظ صاحب کے صاحبزادے حافظ بہارِ مصطفیٰ بھی ایک صاحب فن خوشنویس ہیں اور آج کل عجائب گھر لاہور سے بحیثیت خطاط وابستہ ہیں۔

(۱۱) بہ روایت حافظ بہار مصطفیٰ پسر حافظ محمد یوسف سدیدی۔

(۱۲) عجیب اتفاق ہے کہ محمد یوسف نامی پاکستان کے دو عظیم خطاط انتقال سے قبل سڑک کے حادثے سے دوچار ہوئے۔ پہلے محمد یوسف دہلوی بندر روڈ کراچی پر ایک تیز رفتار گاڑی کا شکار ہوئے اور بعد میں حافظ محمد یوسف سدیدی جدہ سے ریاض جاتے ہوئے سڑک کے حادثے سے دوچار ہوئے۔

(۱۳) "حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم" از سید انور حسین نفیس رقم۔

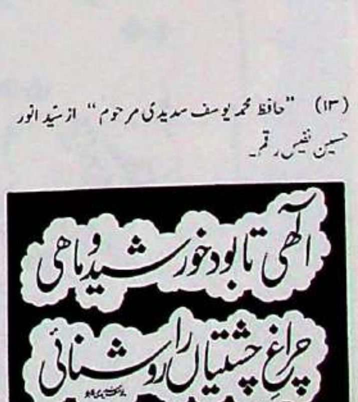

محمد خلیق ٹونکی

محمد خلیق ٹونکی

محمد خلیق ٹونکی خطاط اعظم ہند تھے۔ تقسیم برصغیر کے بعد جن حضرات نے ہندوستان میں فن خطاطی کی بقاء اور اس کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا، ان میں آپ کا نام سر فہرست ہے۔ آج کی نسل ان نامساعد اور حوصلہ شکن حالات کا اندازہ بھی نہیں کر سکتی جن کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے خلیق ٹونکی مرحوم نے تقریباً پچاس برس تک اپنے خون جگر سے شجرِ خطاطی کی آبیاری کی۔ آپ نے نہ صرف خود فنِ خطاطی میں بلند معیار پیش کیا بلکہ بے شمار طالبان فن کو تربیت بھی دی جو نہ صرف ہندوستان بلکہ کئی عرب ممالک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

محمد خلیق خاں المعروف خلیق ٹونکی ۱۹۳۲ء میں ٹونک (راجستھان) میں پیدا ہوئے[۱]۔ آپ نے خوشنویسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم، حافظ محمد صدیق خاں اور دادا، محمد خاں (مینیجر مطبع ٹونک) سے حاصل کی۔ آپ محض آٹھ برس کی مختصر عمر میں خوشخط لکھنے پر قادر ہو گئے اور باقاعدہ کتابت کا آغاز کر دیا۔ سب سے پہلے آپ نے اپنے والد سے عربی، اردو اور ہندی کے لیے خط معکوس (الٹی لکھائی) سیکھا اور محض تیرہ برس کی عمر میں ٹونک کے چھاپے خانے میں فریز انگریز کے خصوصی حکم سے ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۱۹۴۴ء میں والئ ٹونک نواب سعادت علی خاں نے ایک نمائش میں آپ کی نقاشی اور خطاطی کے نمونے دیکھ کر آپ کو چاندی کے تمغے اور توصیفی سند سے نوازا۔ اس وقت آپ کی عمر تیرہ برس سے بھی کم تھی۔ تقسیم برصغیر کے بعد ٹونک کا چھاپہ خانہ بند ہو گیا چنانچہ ۱۹۴۸ء میں آپ بمبئی چلے گئے جہاں آپ نے سلطانی پریس کے علاوہ محمدی پریس و کریمی پریس (مجگاؤں) نیز مختلف اخبارات میں بحیثیت خطاط و خوشنویس کام کیا۔ ۱۹۴۹ء میں آپ احمد آباد چلے گئے اور وہاں مختلف طباعتی اداروں میں خطاطی، نقش و نگار، گل کاری اور ڈیزائننگ وغیرہ کے کام انجام دیے[۲]۔

۱۹۵۰ء میں خلیق ٹونکی کو جمعیت علمائے ہند نے خوشنویسی کے کاموں کی انجام دہی کے لیے دہلی

(۱) غیر مطبوعہ حالاتِ زندگی مکتوبہ محمد خلیق ٹونکی مورخہ یکم فروری ۱۹۹۲ء۔

(۲) غیر مطبوعہ حالاتِ زندگی مکتوبہ محمد خلیق ٹونکی مورخہ یکم فروری ۱۹۹۲ء۔

☐ خط ثلث میں قرآنی آیت ﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ﴾ (سورة النساء آیت ۷۷) بہ خط خلیق ٹونکی۔

بلوالیا۔ عمر کا بقیہ حصہ آپ نے دہلی ہی میں گزارا۔ اس دور میں، تقسیم برصغیر کے بعد کے نامساعد حالات کی وجہ سے دہلی، خوشنویسوں سے تقریباً خالی ہو چکا تھا۔ دہلی آمد کے بعد، آپ نے خوشنویسی میں اپنے اعلیٰ معیار اور نفاستِ فن کی بنا پر جلد ہی اہمیت حاصل کرلی۔ اس دوران آپ نے کئی معروف دینی، علمی و ادبی اداروں کی مطبوعات کے خوبصورت ٹائیٹل تیار کیے۔ اس کے علاوہ کئی اہم کتب کی، انتہائی محنت، سلیقے اور معیار کا لحاظ رکھتے ہوئے خوبصورت کتابت بھی کی۔ جن اداروں کے لیے آپ نے کام کیا ان میں ندوۃ المصنّفین دہلی سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ غالب اکیڈمی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی اور

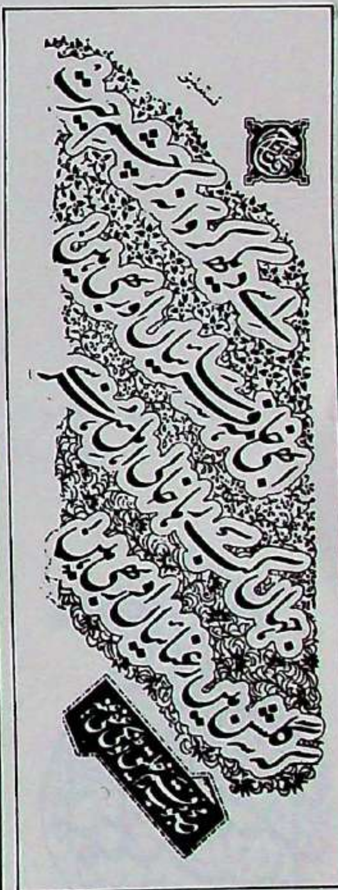

☐ اردو اشعار بہ خط خلیق ٹونکی

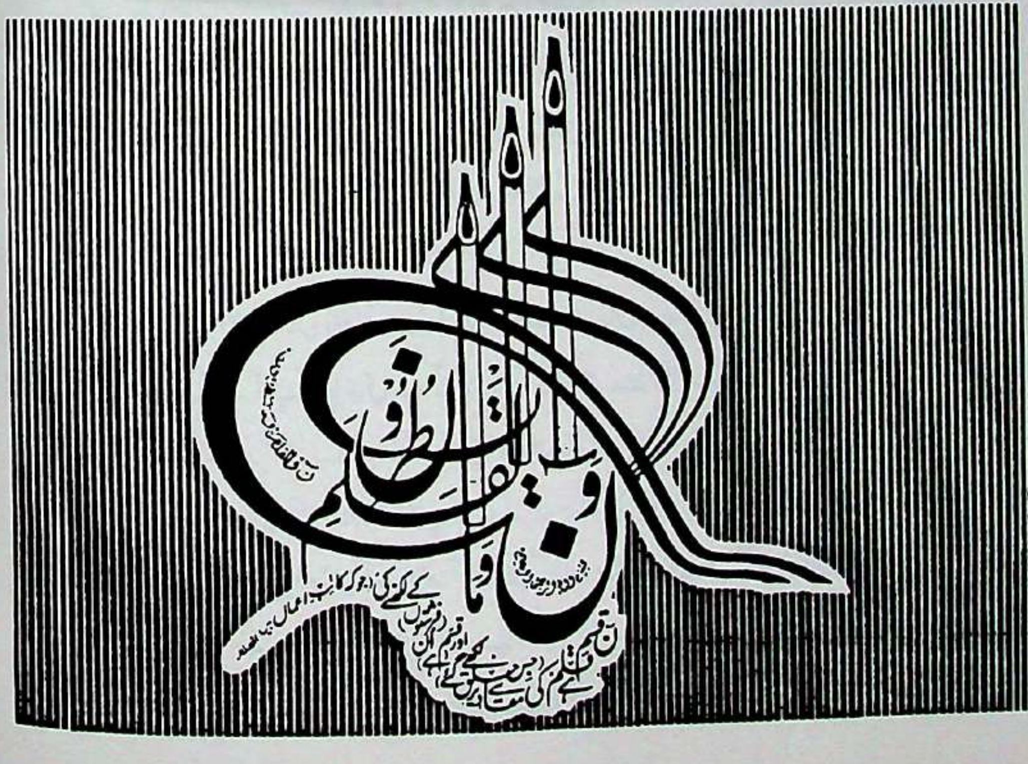

سورۂ ن کی ابتدائی آیت
اور اس کا ترجمہ بہ خط خلیق ٹونکی

□ خط طغراء میں قرآنی آیت ﴿ وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ ﴾ (سورۃ النحل آیت ۷۱) بہ خط خلیق ٹونکی

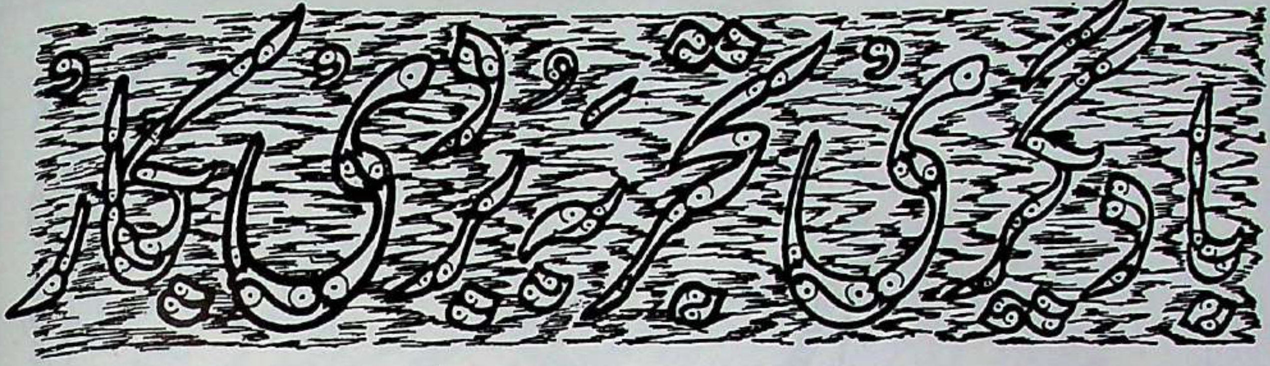

خط ماہی

خط اقبال

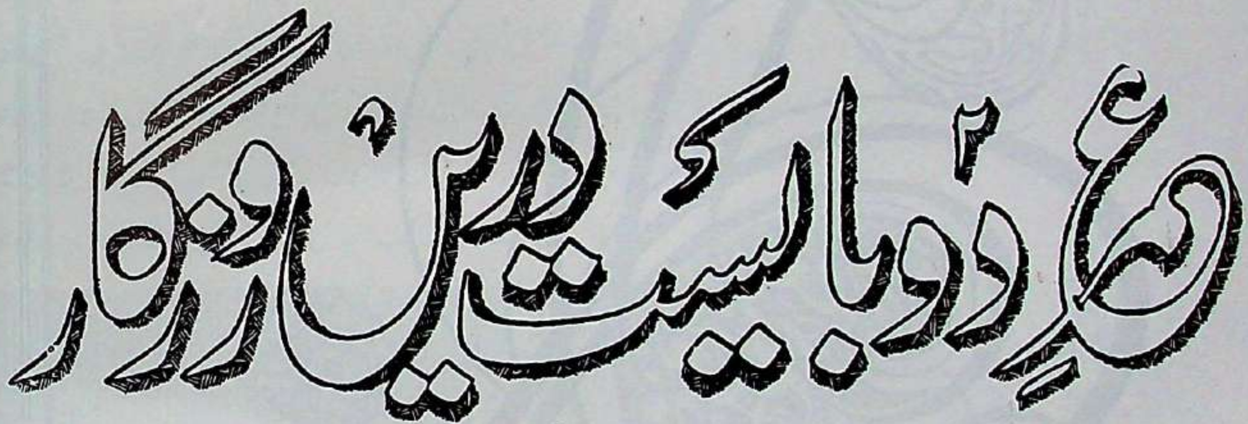

خط پنجاب

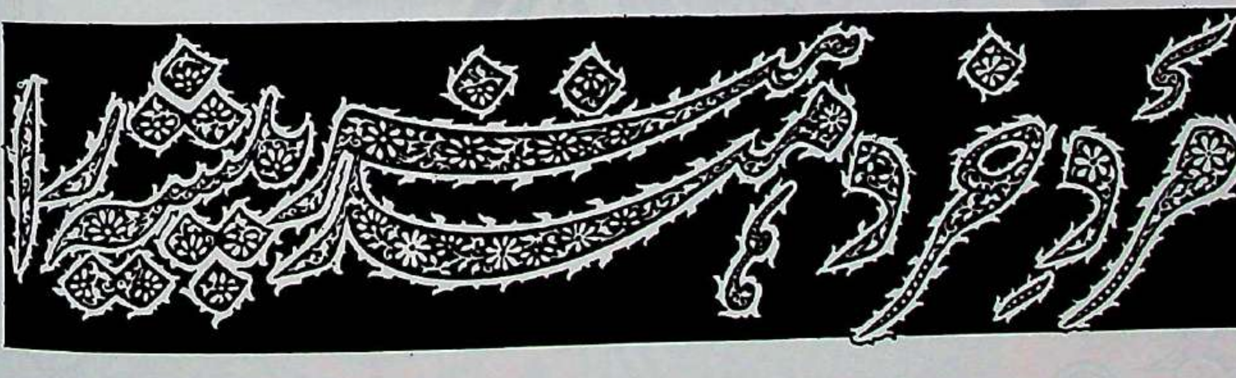

خط گلزار

□ خلیق ٹونکی کے قلم سے علی الترتیب خط ماہی، خط اقبال، خط پنجاب اور خط گلزار کا ایک ایک نمونہ۔

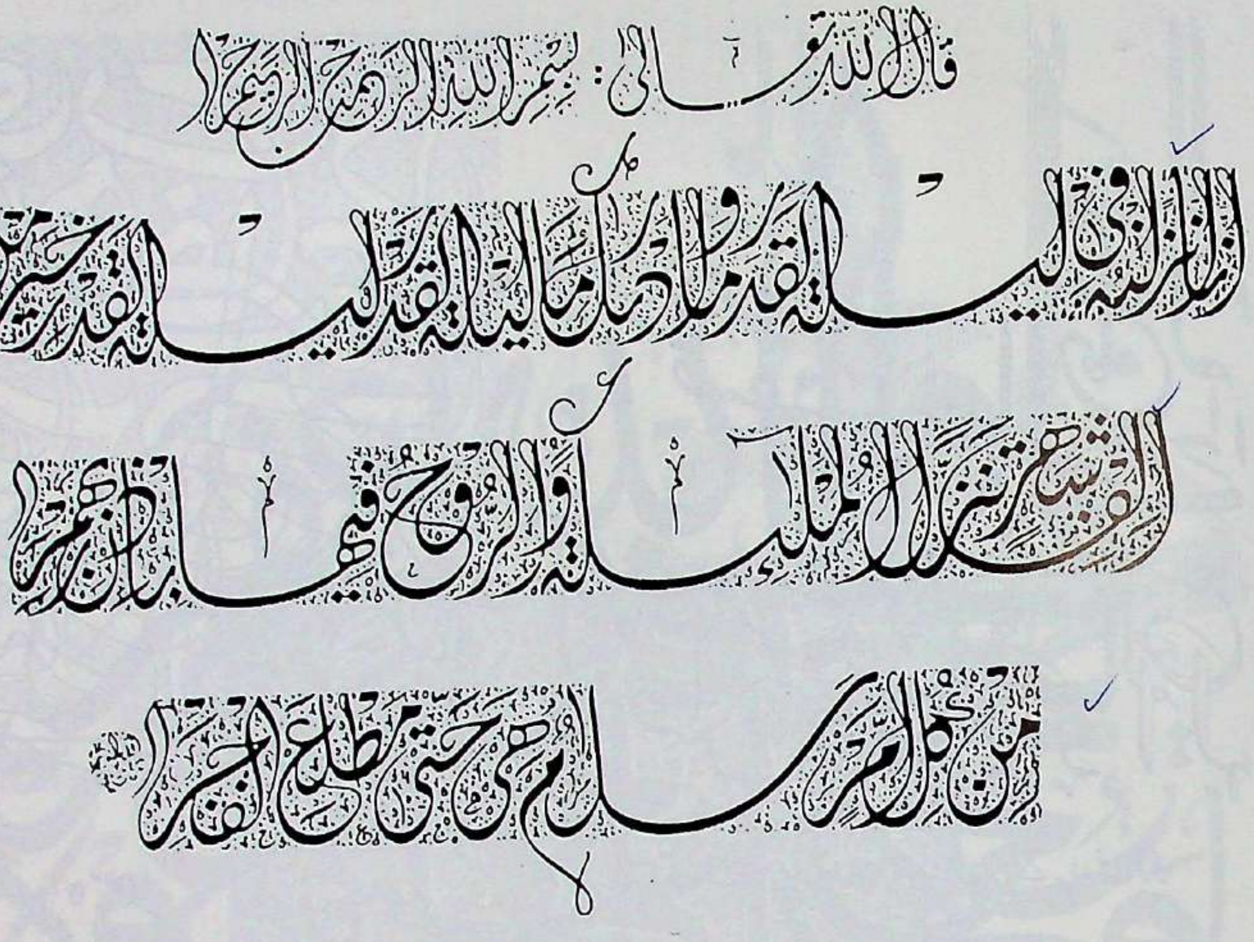

☐ خط جلی دیوانی میں سورۃ القدر بہ خط خلیق ٹونکی

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی کئی مطبوعات کے ٹائیٹل بھی تیار کیے۔ آپ کی کتابت کردہ کتب میں سے چند یہ ہیں: تفسیر کشف الرحمٰن از مولانا احمد سعید دہلوی، قصص القرآن (چار جلدیں) از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مصباح اللّغات از مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، صدّیق اکبرؓ از مولانا سعید احمد اکبر آبادی اور دیوانِ غالب۔ ہزارہا صفحات کی ان کتب میں آپ نے خوشنویسی کا انتہائی بلند معیار پیش کیا[۳]۔

سابق وزیر تعلیم ہند، پروفیسر نورالحسن مرحوم، خلیق ٹونکی کی صلاحیتوں کے بڑے معترف تھے۔ ۱۹۷۶ء میں آپ کے کہنے پر، خلیق ٹونکی غالب اکیڈمی، دہلی میں طالبان فن کی تربیت کی خاطر اعلیٰ خطّاطی کلاس (ایڈوانس کیلیگرافی کلاس) کے سربراہ بن گئے[۴]۔ اس منصب پر آپ تادمِ آخر فائز رہے۔ اس دوران آپ نے ہزارہا طالب علموں کو مختلف خطوط مثلاً نستعلیق، نسخ، ثلث، دیوانی، رقعہ، طغرا وغیرہ کی تربیت دی جو نہ صرف ہندوستان بلکہ کئی عرب ممالک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سے اکثر، ہندوستان کے مختلف شہروں میں "ترقی اردو بیورو" کے تحت قائم کردہ خوش خطی کے مراکز میں بحیثیت استاد خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(۳) غیر مطبوعہ حالاتِ زندگی مکتوبہ محمد خلیق ٹونکی مورخہ یکم فروری ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۱ء میں راقم سے ملاقات کے دوران خلیق ٹونکی مرحوم نے بتایا تھا کہ ان کتب میں خوشنویسی کے بلند معیار کی نقل کر کر کے ہندوستان میں کئی افراد نے یہ فن سیکھا، اور اب بر سرِ روزگار ہیں۔

(۴) غالب اکیڈمی، دہلی میں ترقی اردو بیورو کے زیرِ اہتمام خطاطی سکھانے کے تین درجے ہیں: ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ۔ خلیق ٹونکی مرحوم تا وقتِ آخر اعلیٰ درجے کے استادِ خطاطی رہے۔ ۱۹۸۵ء تک ہندوستان کے تیس شہروں میں، ترقی اردو بیورو کے زیرِ اہتمام خطاطی کے تربیتی مراکز قائم کیے جا چکے تھے (تفصیل کے لیے دیکھیے سہ ماہی "اردو دنیا" دہلی، شمارہ ۱۵، اپریل تا جون ۱۹۸۵ء)

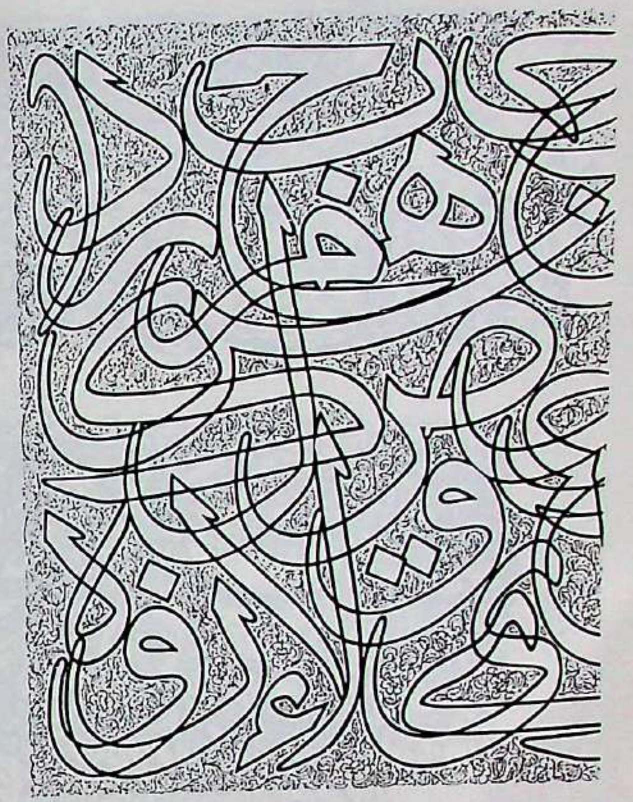

□ خط ثلث میں بہ خط خلیق ٹونکی۔

□ شیخ سعدی کی معروف نعتیہ رباعی ایک منفرد انداز سے بہ خط خلیق ٹونکی

خلیق ٹونکی مرحوم کو فن خطاطی میں نمایاں خدمات کے صلے میں جن اعزازات والقابات سے نوازا گیا ان کی تفصیل کچھ یوں ہے: سنہ ۱۹۸۴ء میں سابق وزیر اعظم ہند، اندرا گاندھی نے آپ کو "غالب ایوارڈ" توصیفی سند اور "نادر رقم" کا خطاب دیا۔ سنہ ۱۹۸۵ء میں مرکزی وزیر اطلاعات، حکومت ہند، وی این گیڈ گل نے ۲۵واں نیشنل ایوارڈ دیا۔ سنہ ۱۹۸۸ء میں حکومت عراق کی دعوت پر، عربی خطاطی کی عالمی نمائش اور مقابلے میں شرکت کے لیے آپ بغداد تشریف لے گئے۔ اس موقع پر پاکستان سے بھی، کئی معروف خطاط بغداد تشریف لے گئے تھے۔ سنہ ۱۹۸۸ء ہی میں حیدر آباد (دکن) میں دار العلوم حیدر آباد کے حج سیمینار کے موقع پر خطاطی کی نمائش کا افتتاح شاہ فہد کے خصوصی نمائندے، عبد اللہ محسن ترکی نے کیا۔ اس موقع پر آپ کو "سلطان القلم" کا خطاب اور توصیفی سند عطا کی گئی۔ اسی سال آپ نے نئی دہلی کے اندرا گاندھی نیشنل سینٹر آف آرٹس کی جانب سے منعقدہ عالمی نمائش خطاطی میں حصہ لیا۔ سنہ ۱۹۹۱ء میں ماریشیس میں منعقدہ عالمی مقابلۂ خطاطی میں آپ کو مدعو کیا گیا مگر آنت کے آپریشن کی وجہ سے آپ نہ جا سکے اور نمونے بھیج کر اس نمائش میں حصہ لیا۔ سنہ ۱۹۹۲ء میں اردو اکیڈمی، دہلی نے آپ کو ایوارڈ اور توصیفی سند عطا کی۔ خلیق ٹونکی مرحوم نے استنبول میں استاد حامد الآمدی کے نام پر منعقدہ پہلے عالمی مقابلۂ خطاطی (سنہ ۱۹۸۶ء) اور کوالالمپور (ملائیشیا)

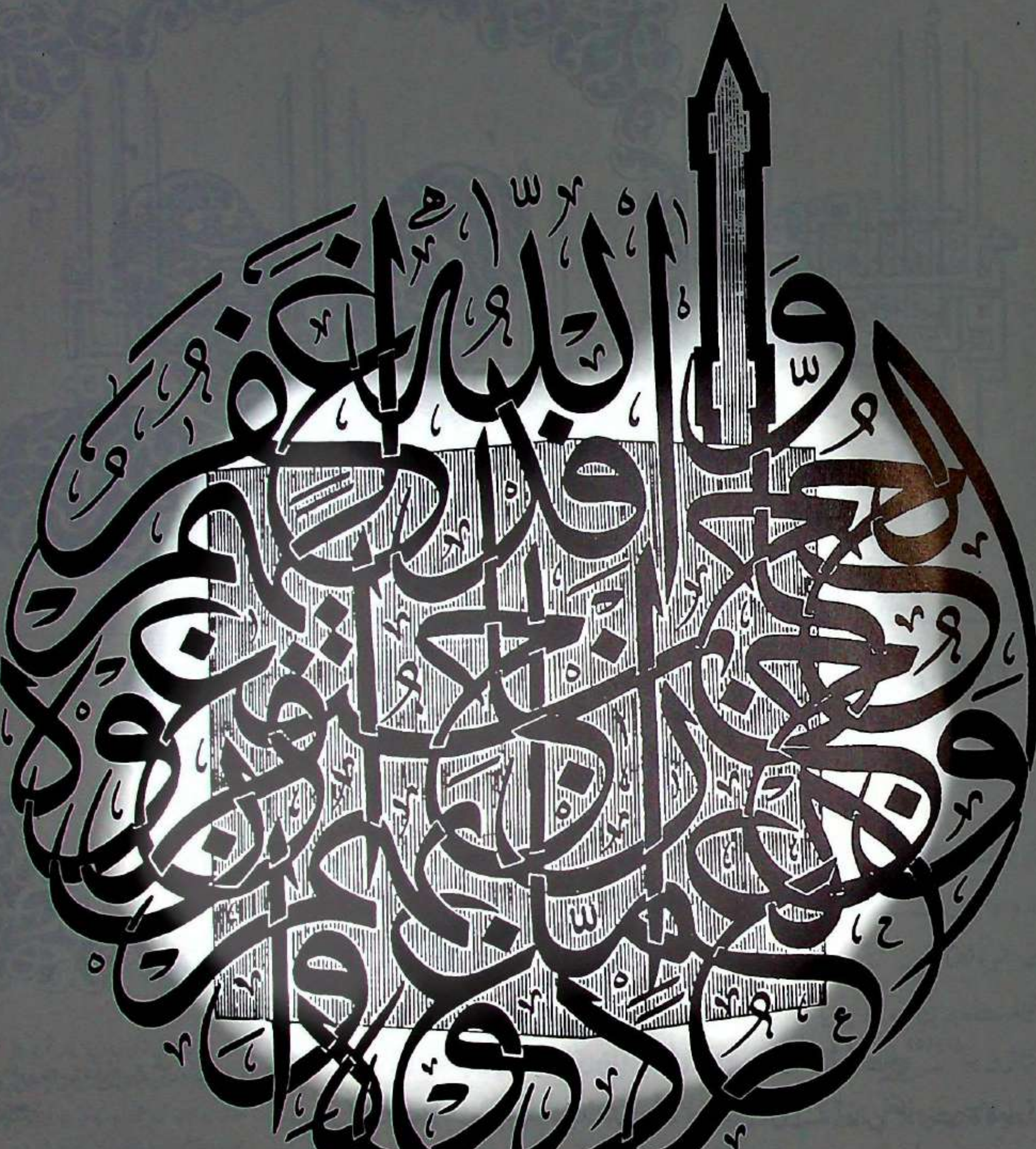

«اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللهِ إنْ دَعَوْهُ أجَابَهُمْ وَإنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ»

□ خلیق ٹونکی کے قلم سے خط ثلث جلی کا ایک خوبصورت نمونہ

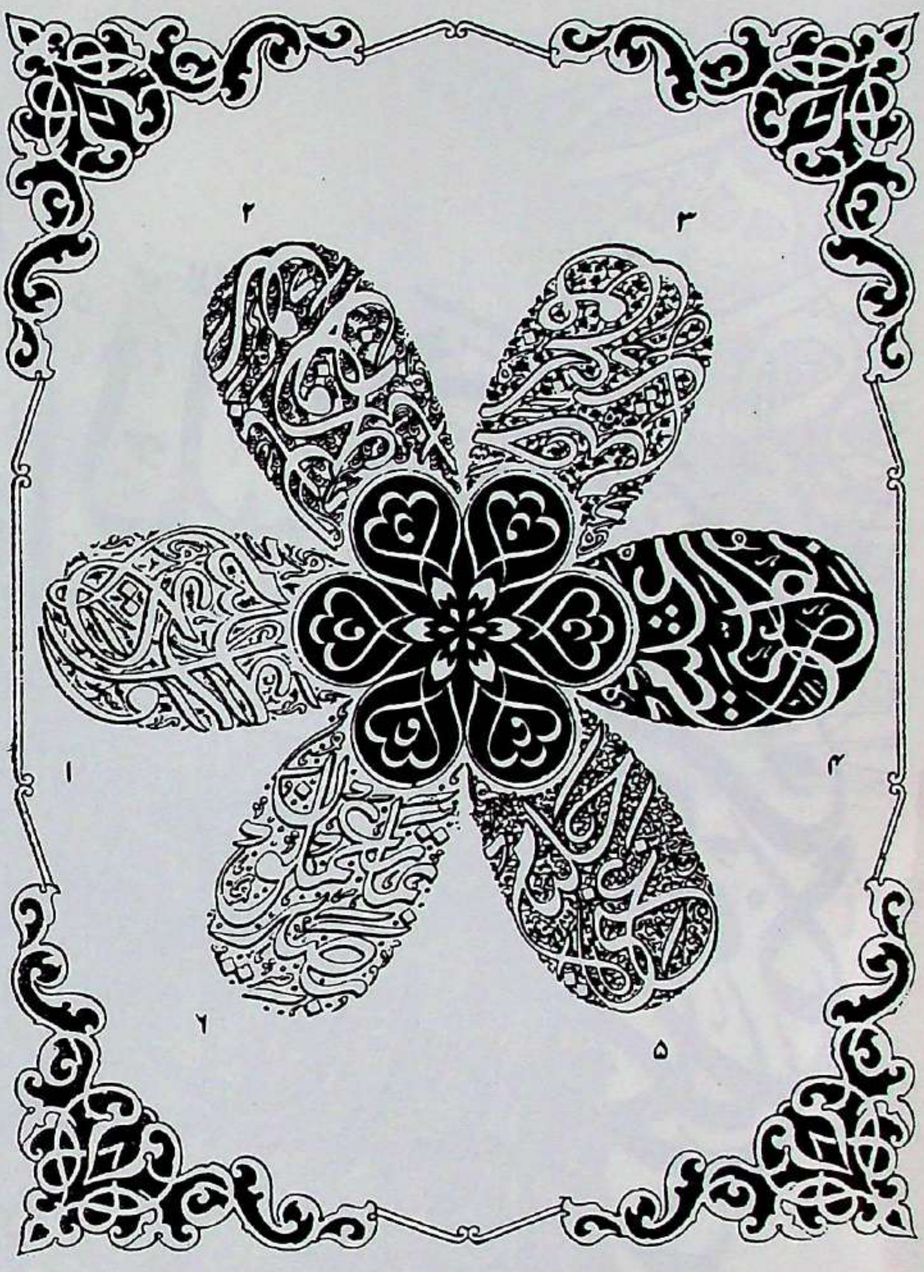

خلیق ٹونکی کے قلم سے خط گلزار کا خوبصورت نمونہ جس میں پھول کی پتیوں کی صورت میں علی الترتیب
﴿وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾
﴿وَاللهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ﴾
﴿وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾
﴿وَاللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾
﴿وَاللهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾
﴿وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾
لکھا ہے۔ چاروں طرف ڈیزائن بھی خلیق ٹونکی مرحوم کی مہارت فن کا خوبصورت نمونہ ہے۔

میں صد سالہ جشن کے موقع پر منعقدہ عالمی مقابلۂ خطاطی (۱۹۹۰ء) میں بھی شرکت کی[(۵)]۔

خلیق ٹونکی مرحوم کے یادگار کاموں میں چودھویں صدی ہجری کے آغاز پر حکومتِ ہند کا جاری کردہ خوبصورت طغرے والا خصوصی ڈاک کا ٹکٹ بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے فن کا سب سے بڑا اور طویل عرصے تک یاد رکھا جانے والا شاہکار بمبئی کے حج ہاؤس پر خطِ ثلث میں کی گئی خوبصورت خطاطی ہے۔ یہ عمارت بمبئی کے مسلمانوں کی ذاتی کوشش اور جذبۂ ایثار سے حاجیوں کے قیام کی خاطر قائم کی گئی ہے۔ بمبئی کے مرکزی علاقے میں، کرافورڈ مارکیٹ کے نزد واقع یہ عمارت، خلیق ٹونکی کی دلکش خطاطی کی وجہ سے ہر راہ گیر کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتی ہے۔ اس کام کی خاطر آپ نے ۱۹۸۸ء میں تین فٹ

(۵) غیر مطبوعہ حالاتِ زندگی مکتوبہ محمد خلیق ٹونکی مورخہ یکم فروری ۱۹۹۲ء۔

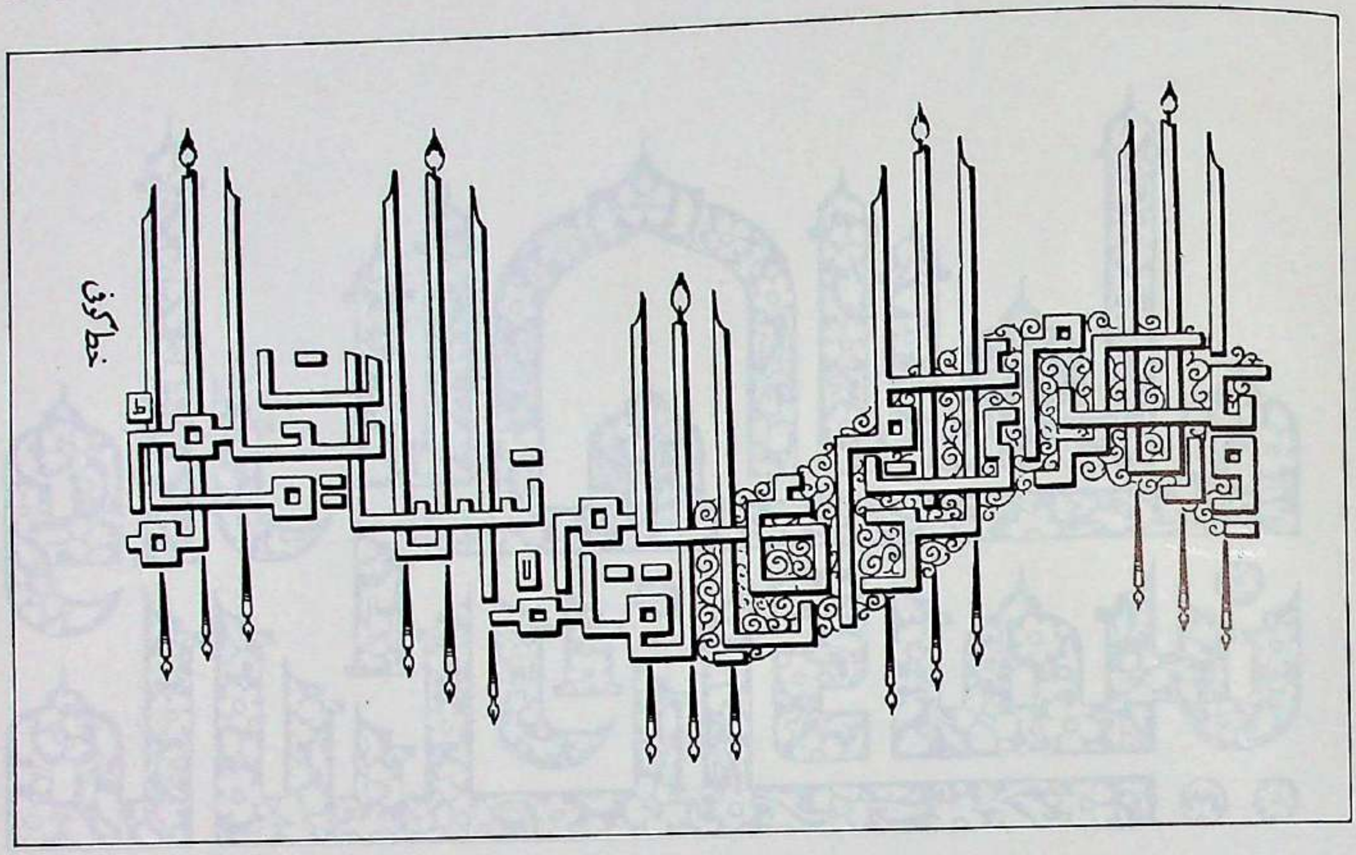

□ خلیق ٹونکی کے قلم سے خط کوفی میں قرآنی آیت ﴿ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ (سورة العلق آيت ٤)
آیت کے مضمون کی مناسبت سے اوپر دو دو قلم اور درمیان میں شمع اور اس کے بالکل نیچے تین تین قلم بنائے ہیں۔

چوڑی گرینائٹ (Granite) کی سلوں پر خط ثلث میں خوبصورت خطّاطی کی۔ اس عمارت پر خطّاطی کا کل رقبہ اٹھارہ سو مربع فٹ ہے۔ خطّاطی جس مخصوص پتھر پر کی گئی ہے، اس کی خاصیت یہ ہے کہ کٹائی کے بعد اندر سے سنہرا نکلتا ہے۔ خلیق ٹونکی مرحوم کی ڈبل پنسل سے کی گئی خطّاطی کے بعد پتھر کی کٹائی کی خاطر سوئٹزرلینڈ سے ماہرین کو مدعو کیا گیا جنھوں نے مخصوص مشینوں کے ذریعے انتہائی احتیاط سے کٹائی کی، تاکہ خطّاطی متاثر نہ ہو[6]۔ 1991ء میں راقم دورۂ ہند کے دوران قیامِ بمبئی کے بعد جب دہلی پہنچا تو خلیق ٹونکی مرحوم سے ملاقات کی غرض سے آپ کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ آپ انتہائی تپاک اور محبت سے پیش آئے اور بمبئی کے حج ہاؤس پر کی گئی خطّاطی کی بعض تکنیکی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اس دوران آپ نے فرمایا کہ ابتداء میں آپ عربی خطوط، روایتی طرز میں لکھتے تھے مگر بعد میں ترک اساتذۂ خطّاطی کے معیاری کام سے آپ بے حد متاثر ہوگئے چنانچہ حج ہاؤس پر لکھا گیا خط ثلث، ترک اساتذہ کی روش کے مطابق ہے[7]۔

محمد خلیق ٹونکی ایک عظیم خطّاط ہونے کے ساتھ ایک عظیم اور بلند اخلاق انسان بھی تھے۔ راقم کی آپ سے صرف ایک ملاقات ہو سکی۔ اس دوران آپ کی بلند اخلاقی، مہمان نوازی اور نفاست پسندی کا گہرا

(٦) یہ بات خلیق ٹونکی صاحب نے راقم کو بتائی تھی۔ کراچی کے آغا خان ہسپتال میں گرینائٹ کی سلوں پر کی گئی خطّاطی کی کٹائی بھی مشینوں کے ذریعے کی گئی تھی۔ ان سلوں پر خطّاطی معروف خطّاط جناب عبدالرشید شاہد نے کی تھی۔

(٧) راقم الحروف کی خلیق ٹونکی مرحوم سے مفصل ملاقات ١٧، مارچ 1991ء کو دہلی میں آپ کی رہائش گاہ واقع جعفر آباد میں ہوئی۔ خلیق ٹونکی مرحوم کے قدیم انداز سے لکھے گئے عربی خطوط کے لیے دیکھیے "مصباح اللغات" مرتبہ مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، ص ١٩۔

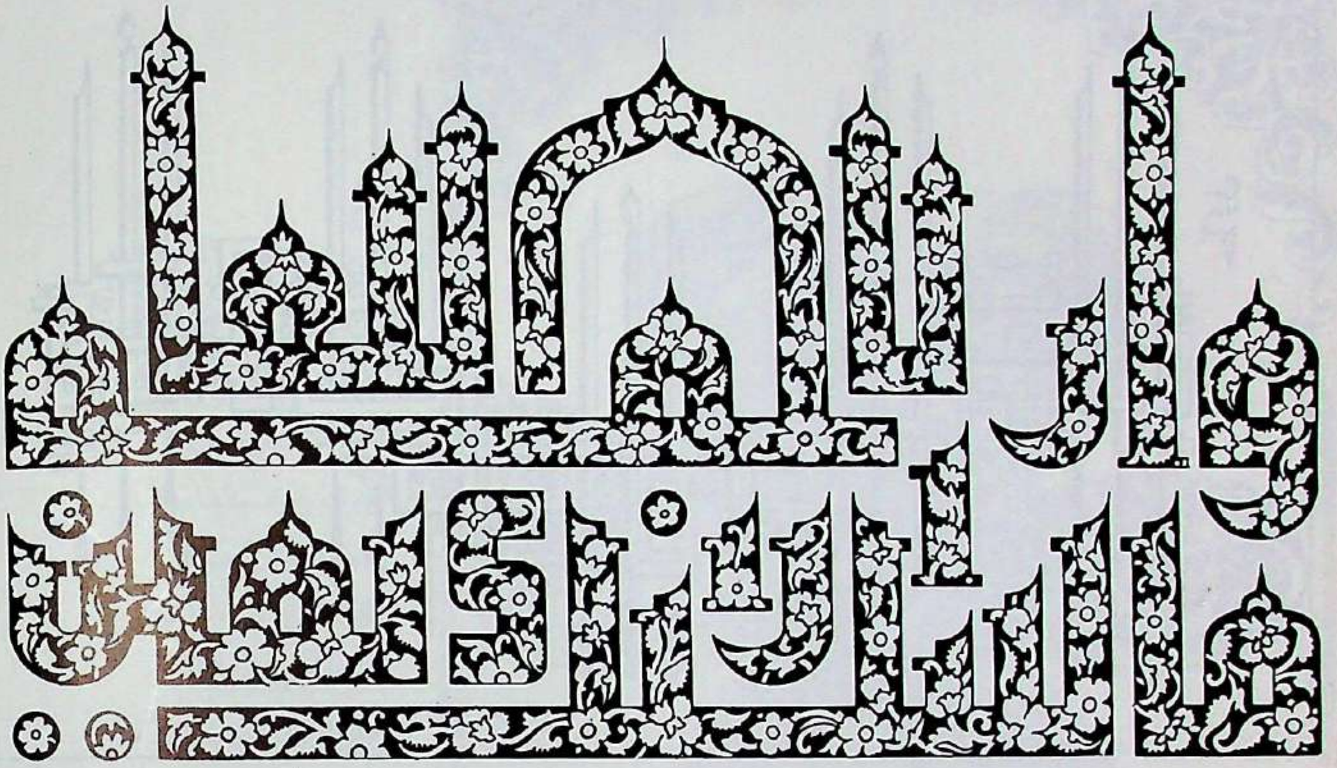

□ خط کوفی گلزار میں قرآنی آیت ﴿ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (سورۃ الأنبیاء آیت ۱۰۷) بہ خط خلق ٹونکی

تاثر قائم ہوا۔ آپ عرصے سے دمے کے مریض تھے مگر اس کے باوجود انتہائی صبر اور حوصلے سے اپنے فرائض انجام دیتے۔ دمے کے مریض کے لیے آلودگی اور دھواں انتہائی مضر ہے مگر آپ دہلی کی آلودگی چھوڑنے والی سرکاری بسوں میں صبر وضبط سے سفر کرتے[٨]۔ آخری ایام میں آپ کو مرض سرطان لاحق ہوگیا تھا۔ یہ مشکل وقت آپ نے اپنے وطن، ٹونک میں انتہائی صبر اور حوصلے سے گزارا۔ بالآخر حیاتِ مستعار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں اور وہ عظیم انسان جس نے عمر بھر ہندوستان میں چراغِ فنِ خطاطی کی لو مدھم نہ ہونے دی ۲۵، جون ۱۹۹۴ء کو ٹونک میں اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

(٨) "خلیق ٹونکی مرحوم" از معصوم مراد آبادی۔ روزنامہ قومی آواز نئی دہلی، مورخہ ۵، جولائی ۱۹۹۴ء۔
"The Dying Art of Calligraphy" by Firoz Bakht Ahmad, The Hindustan Times Delhi, 19-10-1996

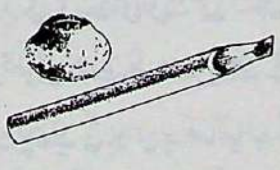

نفسُ الحسینی
سیّد ایمانی

سیّد نفیسُ الحسینی

سید انور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم) المعروف بہ سید نفیس شاہ صاحب [1] اس عہد میں پاکستان کے بزرگ ترین خطّاط ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ تک پہنچتا ہے۔ حضرت گیسو درازؒ کی اولاد میں ایک بزرگ شاہ حفیظ اللہ حسینی ۱۱۳۴ھ میں گلبرگہ شریف سے بغرض تبلیغ اسلام منتقل ہو کر، سیالکوٹ آ بسے تھے۔ سید نفیس شاہ صاحب انہی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں۔ شاہ صاحب کے والد گرامی سیّد محمد اشرف علی سیّد القلم [2] اور آپ کے سسر، حکیم سیّد نیک عالم [3] ماہر خطاط گزرے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا کتابتِ قرآن مجید سے خاص تعلق تھا اور دونوں نے زندگی بھر سب سے زیادہ کام کتابت قرآن مجید ہی کا کیا۔

سید نفیس شاہ صاحب ۱۱، مارچ ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳، ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کو موضع گھوڑیالہ، ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے [4]۔ آپ کے عہد طفولیت میں گھوڑیالہ میں آپ کے والد گرامی کے علاوہ حکیم سیّد نیک عالم اور حکیم سیّد محمد عالم معروف اساتذۂ خطّاطی موجود تھے۔ تقسیم سے کچھ عرصہ قبل آپ گھوڑیالہ سے لائلپور (موجودہ فیصل آباد) چلے گئے اور ۱۹۴۸ء میں سٹی مسلم ہائی اسکول، لائلپور سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسکول کے نصاب میں ہندی کا مضمون بھی تھا چنانچہ آپ نے ہندی زبان میں خطّاطی بھی سیکھی۔ میٹرک کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی باقاعدہ کتابت کا آغاز کیا اور بقیہ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا [5]۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لائلپور میں داخلہ لیا اور یہاں سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ لائلپور سے جب روزنامہ "انصاف" جاری ہوا تو آپ نے اس کے پہلے شمارے پر پیشانی اور علامہ اقبال کی نظم "لا الہ الاّ اللہ"، لکھی۔ آپ کی کتابت کردہ پہلی کتاب جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی، وہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی مشہور کتابِ سیرت "رحمۃ للعالمین ﷺ" ہے جسے لاہور کے ایک معروف ناشر نے شائع کیا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ لائلپور سے لاہور منتقل ہوگئے۔ قیامِ لاہور کے ابتدائی

(۱) عموماً آپ اردو یا فارسی زبان میں خطّاطی کے لیے "نفیس رقم" جبکہ عربی میں خطّاطی کے لیے "نفیس الحسینی" لکھتے ہیں۔

(۲) سیّد محمد اشرف علی "سیّد القلم" ۱۹۰۷ء میں موضع گھوڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ اپنے تایازاد بھائیوں حکیم سیّد نیک عالم اور حکیم سیّد محمد عالم سے اکتسابِ فن کیا۔ آپ نے ۱۹۲۲ء میں کتابت کا آغاز کیا۔ آپ کا کتابت کردہ پہلا قرآن پاک ۱۹۳۰ء میں مطبع قیومی (کانپور) سے شائع ہوا۔ ابتدا میں آپ زیادہ تر خطِ نستعلیق لکھتے تھے۔ بعد میں کتابت کلام الٰہی سے آپ کو خاص شغف ہو گیا اور صرف خط نسخ لکھنے لگے۔ آپ کا کتابت کردہ کلام پاک تاج کمپنی نے بھی شائع کیا۔ آپ نے زندگی میں سولہ مرتبہ قرآن مجید کی کتابت کی۔ آپ کا انتقال ۲۸، اگست ۱۹۹۵ء کو لاہور میں ہوا۔ تدفین قبرستان میانی صاحب، لاہور میں ہوئی۔

(۳) حکیم سیّد نیک عالم ۱۸۹۵ء میں گھوڑیالہ، ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ اکتسابِ فن، اپنے بڑے بھائی حکیم سیّد محمد عالم سے کیا۔ تمام عمر قرآن مجید کی کتابت کی۔ آپ نہایت زود نویس خطاط تھے۔ ایک حمائل شریف صرف ۲۳ دن میں کتابت کی جو ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ زندگی میں ۵۹ قرآن مجید تحریر کیے۔ زیادہ تر لاہور، دہلی اور کانپور کے اداروں کے لیے کتابتِ قرآن مجید کی۔ اخیر عمر میں لاہور تشریف لے آئے جہاں ۴، ستمبر ۱۹۶۷ء کو آپ

نے وفات پائی۔ گڑھی شاہو، لاہور کے قبرستان میں آسودہٴ خاک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے سید ثقلین زیدی ایک ماہر خطاط کی حیثیت سے معروف طباعتی ادارہ پیکیجز میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ محمد صدیق الماس رقم بھی حکیم سید نیک عالم کے شاگرد تھے۔

(۴) "اردو صحافت میں خطاطی کی تاریخ" از خالد محمود، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم اے (صحافت) مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، ص ۱۹۳۔

(۵) حقیقت ہے کہ شاہ صاحب نے فنِ خطاطی کی مکمل تعلیم اپنے والد محترم ہی سے حاصل کی، البتہ نظری مشق کئی خطاطوں کے کام کو دیکھ کر کی۔ انہی خطاطوں میں تاج الدین زریں رقم (وفات ۱۳، جون ۱۹۵۵ء) بھی شامل ہیں۔ اس بارے میں شاہ صاحب اپنے مضمون "خطاط الملک تاج الدین زریں رقم" (مشمولہ روزنامہ کوہستان لاہور بابت ۱۴، جون ۱۹۶۴ء) میں لکھتے ہیں: "اگرچہ حالات نے باقاعدہ مشق و اصلاح کا مجھے موقع نہ دیا اور تعلق صرف "نظری استفادہ" تک محدود رہا لیکن انہوں نے اپنے خاص تلامذہ ہی کی طرح مجھے عزیز رکھا اور ایک شفیق استاد کی طرح سرپرستی کی۔"

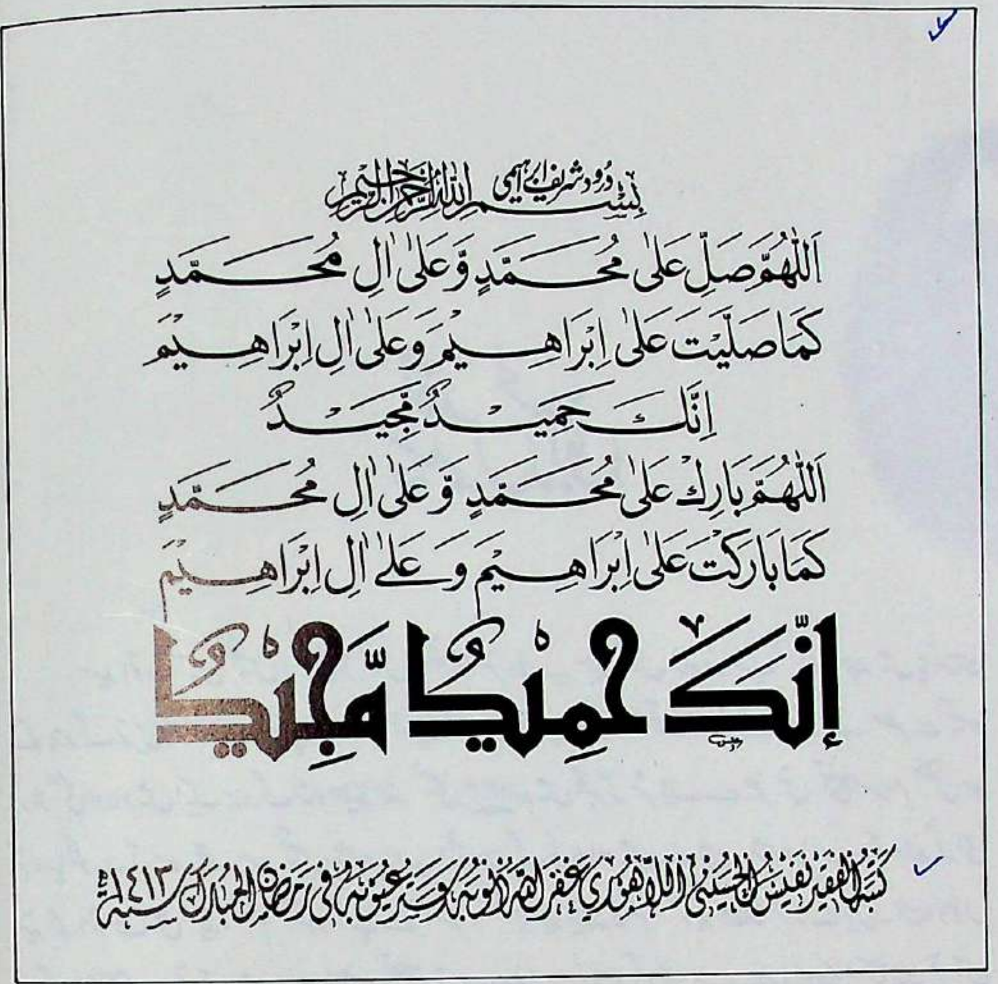

□ سیّد نفیس الحسینی کے قلم سے درود شریف ابراہیمی جس میں علی الترتیب نستعلیق، ثلث، نسخ، کوفی اور جلی دیوانی خوبصورت انداز سے لکھا ہے۔

عرصے میں آپ نے اورینٹل کالج کے شعبہٴ اردو و فارسی میں تعلیم بھی حاصل کی [۶]۔ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک آپ نے روزنامہ نوائے وقت لاہور میں بحیثیت سرخی نویس کام کیا۔ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۰ء تک آپ نے چٹان بلڈنگ، لاہور میں پرائیویٹ طور پر خطاطی کا کام کیا۔ اسی دوران مختلف اوقات میں آپ روزنامہ احسان لاہور اور روزنامہ آزاد لاہور سے بحیثیت سرخی نویس وابستہ رہے۔ ۱۹۷۰ء سے اب تک آپ اپنے گھر پر ہی پرائیویٹ طور پر خطاطی کرتے اور طلبہ کو اصلاح دیتے ہیں۔ اس دوران ہزارہا طالب علموں نے آپ سے اکتسابِ فن کیا اور یہ چشمہٴ فیض ہنوز جاری ہے۔ ایک اندازے کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک و ہند میں سب سے زیادہ افراد نے آپ ہی سے یہ فن سیکھا ہے۔ اس وقت آپ کی شخصیت ایک منارہٴ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ دور دور سے لوگ آپ کے پاس یہ فن سیکھنے آتے ہیں اور مطلوبہ استعداد حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے شعبوں میں چلے جاتے ہیں۔ اب چونکہ کمپیوٹر کے ذریعے نستعلیق کی کتابت عام ہو چکی ہے اس لیے آپ سب سے پہلے خطِ نسخ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زیادہ سے

(۶) "آہوانِ صحرا" از ڈاکٹر عبادت بریلوی، ادارہٴ ادب و تنقید لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۹۳۔

□ سیّد نفیس الحسینی کے قلم سے خط نستعلیق میں بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ
اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ
وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغٰفِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ
فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ
عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي
عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا
فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيٰتِنَا
وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُونِي

□ قرآن پاک کے اس صفحے کی کتابت سید نفیس الحسینی، ابن و تلمیذ خطاط القرآن سید محمد اشرف علی السیالکوٹی نے ۱۴۱۳ھ میں، بمقام مدینہ منورہ کی۔

﴿اَللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ﴾ (سورة الشوری آیت ۱۹)

□ سید نفیس الحسینی کے قلم سے خط نستعلیق میں۔

زیادہ افراد کتابتِ قرآن مجید کا کام جاننے والے ہوں تاکہ آئندہ اس شعبے میں ماہر افراد کی قلت کا احساس نہ ہو۔

یوں تو شاہ صاحب نے متعدد کتابوں کی پاکیزہ کتابت اپنے خوبصورت خط میں کی ہے مگر آج کل شدید مصروفیات، مسلسل اسفار اور دیگر کاموں کی وجہ سے صرف ٹائیٹل سازی کا کام ہی کرتے ہیں۔ آپ اب تک بے شمار کتب و رسائل کے ٹائیٹل تیار کر چکے ہیں۔ اس شعبے میں بھی آپ نے کئی اجتہادی تبدیلیاں کی ہیں۔ یوں تو آپ تمام مروجہ خطوط پر یکساں عبور رکھتے ہیں مگر ٹائیٹل میں عموماً سب سے زیادہ خط نستعلیق ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ ہمارے ہاں خط نستعلیق سے سب سے زیادہ مانوسیت ہے۔ نستعلیق کے علاوہ آپ ثلث، نسخ، دیوانی، رقعہ، کوفی وغیرہ بھی بڑی مہارت سے لکھتے اور ٹائیٹل پر ان خطوط کا مناسب جگہ پر خوبصورتی سے استعمال کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کے ہر کام سے آپ کی ذہانت کا اظہار ہوتا ہے مثلاً عبارت کے مطابق خط کا استعمال اور ہر خط کے لئے مناسب قط کا استعمال تاکہ عبارت واضح اور دلکش نظر آئے۔

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (سورة طه آیت ۵)

ٹائیٹل کی تیاری میں آپ مناسب رنگوں (Colour Scheme) کا بھی خوب استعمال کرتے ہیں جس سے اس کی جاذبیت اور حسن میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک وہند میں آپ سے زیادہ کسی دوسرے خطاط نے ٹائیٹل تیار نہیں کیے۔ دنیا کی ہر ایسی لائبریری میں، جہاں اردو زبان کی دینی، علمی وادبی کتب رکھی جاتی ہوں، آپ کے خط کا کوئی نہ کوئی نمونہ ضرور ملے گا۔ اس کا اندازہ راقم کو بعض بیرونی ممالک کے اسفار میں ہوا۔ اب تک پاکستان کے جن معروف

□ سید نفیس الحسینی کے قلم سے خط نستعلیق کا خوبصورت نمونہ

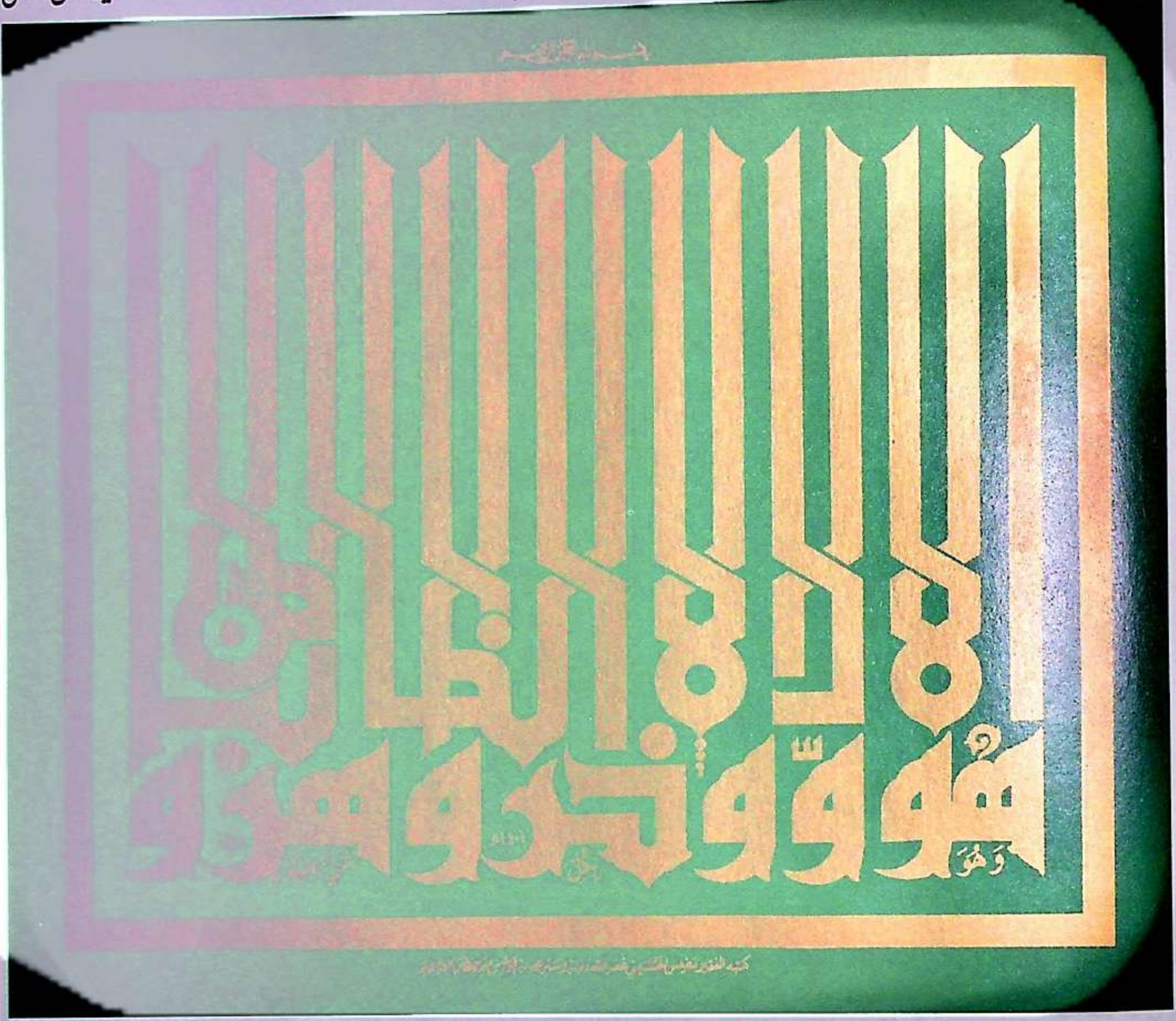

﴿ هُوَ الأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (سورة الحديد آيت ٣)

□ سیّد نفیس الحسینی کے قلم سے خط کوفی و نسخ کا خوبصورت نمونہ

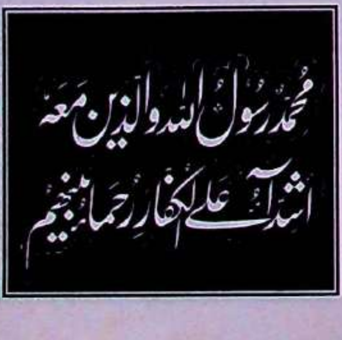

علمی، دینی وادبی اداروں کے ٹائیٹل آپ نے تیار کیے ان میں سے چند یہ ہیں: پنجاب یونیورسٹی، مجلس ترقیٔ ادب، مرکزی اردو بورڈ (موجودہ اردو سائنس بورڈ)، اقبال اکیڈمی، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ادارۂ اسلامیات، مکتبۂ مدنیہ، مکتبۂ رشیدیہ، مکتبۂ سیّد احمد شہیدؒ، ادارۂ ادب و تنقید، مرکزی انجمن خدّام القرآن، مکتبۂ بینات، مکتبۂ اہل سنّت و جماعت، دار الاشاعت اور مجلس نشریات اسلام وغیرہ۔

شاہ صاحب کے فنی سفر کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ہر بڑے خطاط کی طرح، آپ کے خط کے مختلف ادوار ہیں۔ جو رنگ آج سے تقریباً تیس برس قبل تھا وہ آج نہیں۔ آپ کا خط

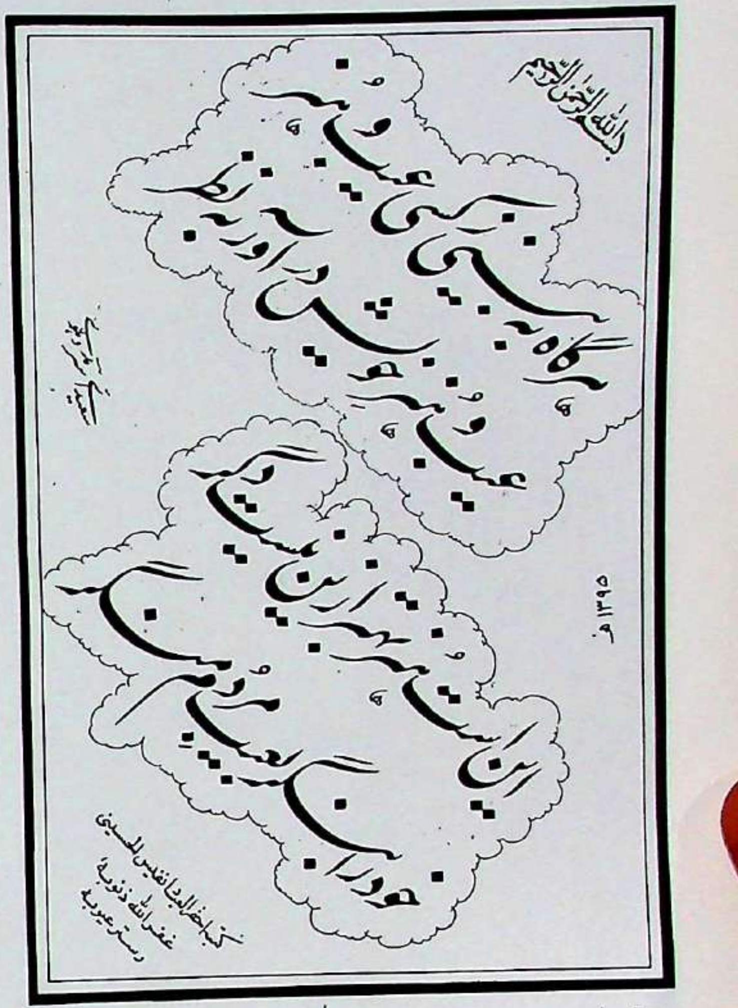

سرمد دہلوی کے فارسی اشعار بہ خط سیّد نفیس الحسینی

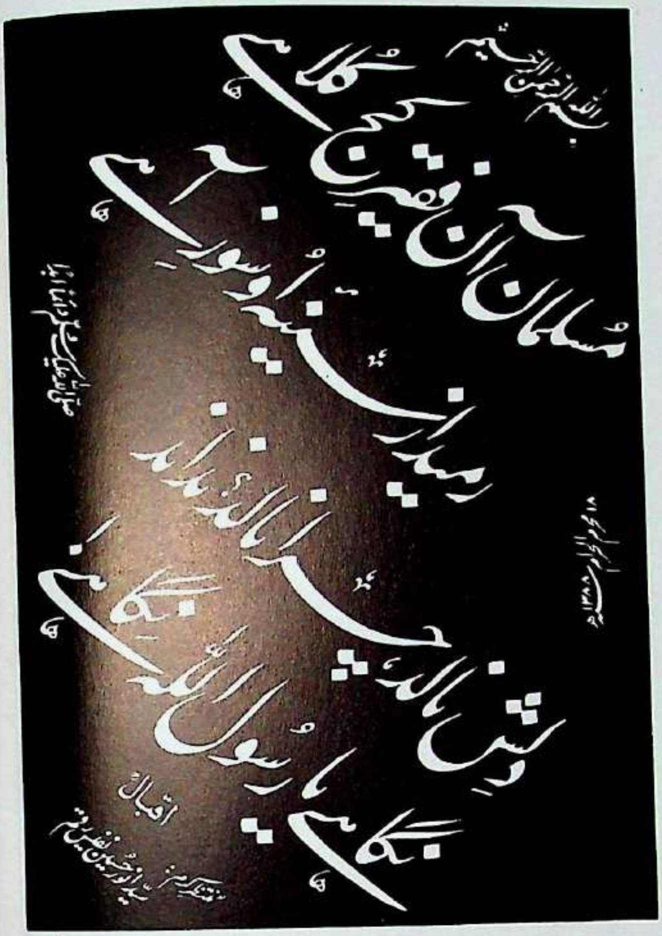

علامہ اقبال کی ایک رباعی بہ خط سید نفیس الحسینی

مسلسل ارتقائی منازل طے کر تا رہا ہے۔ آج کل آپ کے خط نستعلیق میں ایرانی نستعلیق کی جھلک واضح ہے جب کہ پہلے جس طرح آپ نستعلیق لکھتے تھے، اس میں "پروینی نستعلیق" کا رنگ زیادہ گہرا تھا۔ ایک موقع پر آپ نے اس بارے میں، راقم سے فرمایا کہ آپ نے ہر دور میں خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رکھی ہے، اسی لیے آپ کے خط میں زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ اب جس طرح آپ نستعلیق لکھتے ہیں اس کے جوڑ اور پیوند "پروینی نستعلیق" کے جوڑ اور پیوندوں سے پتلے اور نازک ہیں۔

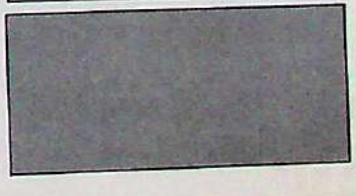

شاہ صاحب کا فنی سفر تقریباً نصف صدی کے طویل عرصے پر محیط ہے۔ اگر کوشش کی جائے تو شاہ صاحب کے نوادر جمع کر کے ایک عمدہ "مرقّع" کی صورت میں چھاپے جا سکتے ہیں۔ راقم الحروف نے اپنی تحقیق کے نتیجے میں جن چند نوادر کی تفصیل حاصل کی وہ یہ ہیں: خط نسخ میں قرآن پاک کے کئی اجزاء کی کتابت کر چکے ہیں اور یہ کام ہنوز جاری ہے، دیوانِ غالب (مکمل کتابت) جسے پنجاب یونیورسٹی نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا، کلام بلّھے شاہ (مکمل کتابت) جسے معروف طباعتی ادارے پیکیجز نے شائع کیا، کلّیاتِ میر مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی (مکمل کتابت)، شعرِ ناب مرتبہ غلام نظام الدین (مکمل

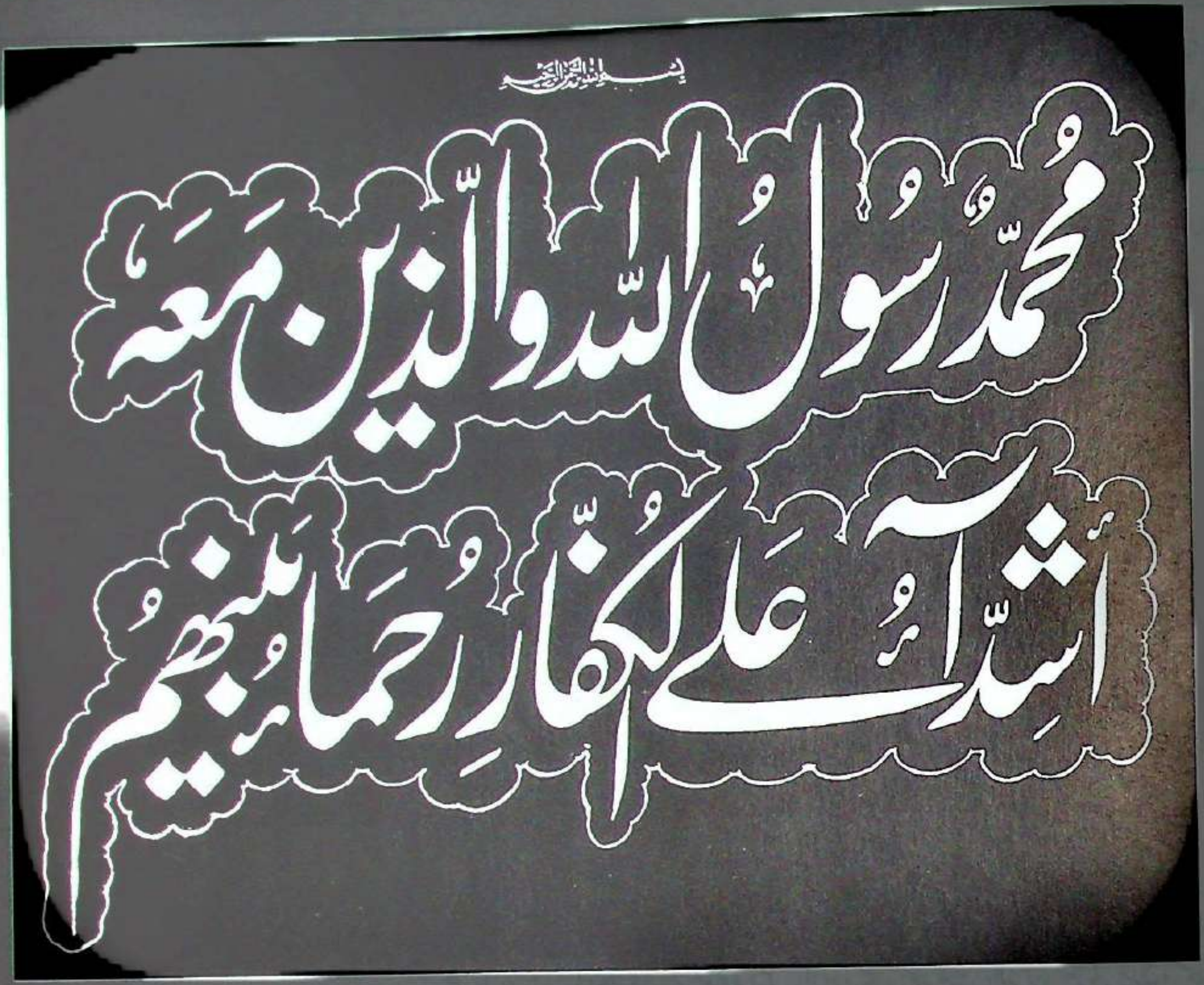

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾ (سورة الفتح آيت ٢٩)

کتابت) سیرت سیّد احمد شہیدؒ (جلد دوم) از مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی اور قادیانیت از مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کی مکمل اور خوبصورت کتابت کی۔ جن معروف کتب کے ٹائیٹل آپ نے تیار کیے ان میں: مولانا ابوالکلام آزاد کے مشہور اخبار "الہلال" کی مکمل عکسی اشاعت، تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحبؒ، معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانیؒ، سیرت النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانی و علامہ سیّد سلیمان ندوی کے علاوہ ماہنامہ البلاغ کراچی کے "مفتی اعظم نمبر" اور ماہنامہ سیّارہ ڈائجسٹ لاہور کے "قرآن نمبر" میں بھی آپ کے خط کے عمدہ نمونے موجود ہیں۔ مختلف رسائل و جرائد جن کے آپ نے خوبصورت ٹائیٹل تیار کیے ان میں قومی ڈائجسٹ، ندائے ملّت، بادبان، صحافت، رحیق، الرّشید، انوار مدینہ، البلاغ، بیّنات، حق چاریار شامل ہیں۔ آپ نے ٹیکسٹ بک بورڈ کی فرمائش پر جماعت نہم و دہم کے طلبہ کے لئے "کتابِ خطّاطی" بھی لکھی ہے جس میں مختلف خطوط سیکھنے کے لئے مشقیں موجود ہیں۔ یہ کتاب ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

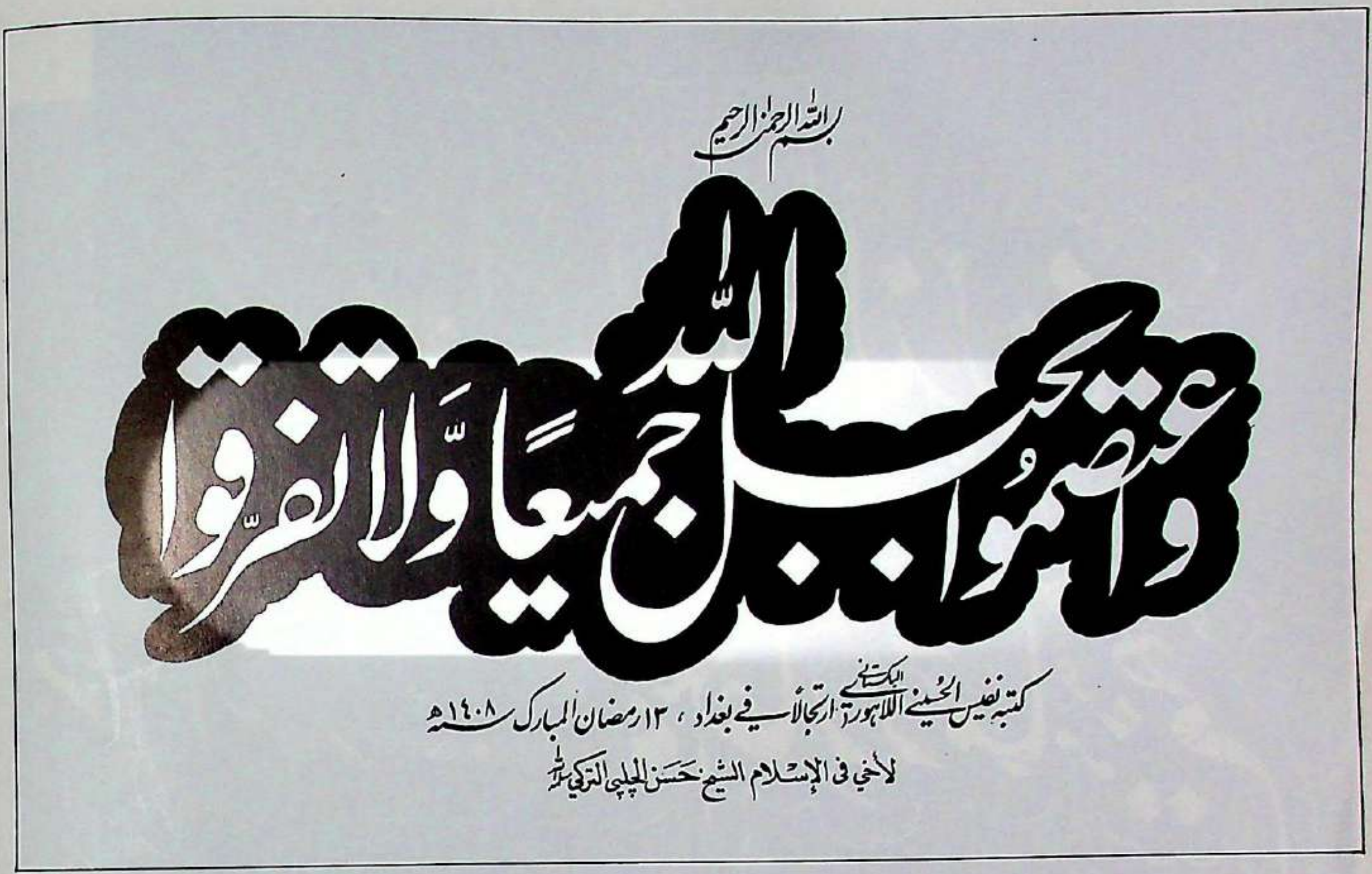

﴿ واعتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلا تفرَّقُوا ﴾ (سورة آل عمران آیت ۱۰۳)

پتھروں پر آپ کی خطاطی کے نمونوں میں: لاہور میں مسجد صلاح الدین ٹمبر مارکیٹ، مسجد حضرت علیؓ چوک موہنی روڈ، مسجد فیض الاسلام گنپت روڈ، مسجد چوہدری ہسپتال شیش محل روڈ، مال روڈ لاہور پر سمت مینار کا پتھر نیز پروفیسر حمید احمد خاں اور محمد طفیل (مدیر نقوش) کے الواحِ مزار قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل) کے لیے اسٹیل کی تین پلیٹوں پر خط نستعلیق میں خطاطی آپ کے فن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کچھ عرصہ قبل آپ نے ایوانِ اقبال، لاہور میں آویزاں کرنے کے لیے کینوس (Canvas) کی تقریباً پچاس شیٹوں پر نستعلیق جلی میں علامہ اقبال کے متفرق اشعار لکھے ہیں۔ رنگ آمیزی کے بعد یہ خطاطی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح آپ نے چھ خطوط میں درود شریف بھی لکھا ہے جس میں نہایت عمدگی اور مہارت سے ثلث، نسخ، نستعلیق، کوفی، دیوانی اور رقعہ کا استعمال کیا ہے۔ خطِ ثلث جلی میں اسمائے حسنیٰ بھی آپ کی خطاطی کی خوبصورت مثال ہے۔

شاہ صاحب کی شخصیت کی کئی جہات ہیں۔ ایک مختصر مضمون میں تمام جہات کا احاطہ ممکن نہیں البتہ کوشش کی گئی ہے کہ آپ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات درج کی جائیں۔ شاہ صاحب ایک نامور خطاط تو ہیں ہی، اس کے علاوہ علم وادب سے بھی آپ کا گہرا تعلق ہے۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ ہزار ہا دینی،

علمی وادبی کتب کے علاوہ کئی نایاب اور غیر مطبوعہ نسخوں پر مشتمل ہے۔ آپ ایک عمدہ مضمون نگار کے علاوہ اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ آپ کے مضامین میں تحقیقی شان پائی جاتی ہے۔ آپ کے فنِ خطّاطی سے متعلق جو مضامین راقم کی نظر سے گزرے ان میں: "خطّاطی، تاریخی عظمت کا شاہ کار ایک بے مثال فن"، "خطاطانِ قرآن"، "خطاطانِ قرآن۔ عہدِ نبوی ﷺ سے خلافت عبّاسیہ تک"، "خطاط الملک تاج الدین زرّیں رقم"، "اسلامی خطّاطی اور اقسام خط" "ایک خوشنویس خاندان" اور "حافظ محمد یوسف سدیدی" شامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فن خطّاطی کے محققین اور شائقین کے لیے یہ مضامین نہایت پر از معلومات اور مستند ہیں۔ گاہے گاہے آپ کی شاعری کے نمونے بھی نظر آجاتے ہیں۔ ان میں خوبصورت نعت "تجھ سا کوئی نہیں" اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبد القادر رائپوریؒ کے وصال پر لکھی گئی نظم "رثا" اپنے والد محترم کے انتقال پر لکھی گئی نظم "یاد" تاج الدین زریں رقم کے انتقال کے بعد ان کے بارے میں لکھی گئی نظم اور اپنے قدیم ساتھی اور نامور خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم کے انتقال پر کہے گئے اشعار انتہائی متاثر کن ہیں۔

شاہ صاحب کو فن خطّاطی میں نمایاں خدمات کے صلے میں اب تک جو جو اعزازات عطا کیے گئے ان میں

□ خط جلی دیوانی میں
﴿إنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللهِ الإسْلامُ﴾
بہ خط سیّد نفیس الحسینی

: حکومت پاکستان کی جانب سے پاکستان کے تمام خطاطوں میں پہلا پرائڈ آف پرفارمنس ایوارڈ اور میڈل، پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کی نمائش خطاطی ۱۹۸۰ء میں اوّل انعام، قرآنی خطاطی کی کل پاکستان نمائش، زیر اہتمام پاکستان پبلک ریلیشنز سوسائٹی، لاہور منعقدہ ۱۹۸۲ء میں اوّل انعام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب پاکستان کے واحد خطاط ہیں جنھیں بغداد میں منعقدہ عالمی مقابلۂ خطاطی اور نمائش ۱۹۸۸ء اور اسلامی ورثہ کے تحفظ کے بین الاقوامی کمیشن (ICIPICH) کے تحت یاقوت المستعصمی کے نام پر استنبول میں منعقدہ دوسرے عالمی مقابلۂ خطاطی ۱۹۸۹ء میں بطور منصف (Member of jury) مدعو کیا گیا۔

اب تک شاہ صاحب کی شخصیت کا محض ایک پہلو یعنی بحیثیت نامور خطاط پیش کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت کے دوسرے اور اہم پہلو پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔ شاہ صاحب ایک ماہر خطاط کے علاوہ ایک بلند پایہ صوفی بزرگ اور شیخ طریقت بھی ہیں۔ آپ مشہور صوفی بزرگ حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے خلیفۂ مجاز ہیں۔ روزانہ بے شمار افراد آپکی محفل میں شرکت کے لیے آتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب ہر ایک سے نہایت خندہ پیشانی اور محبت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرے اور آپ کی محبت، شفقت، مہمان نوازی اور اخلاقی بلندی کا گہرا تاثر

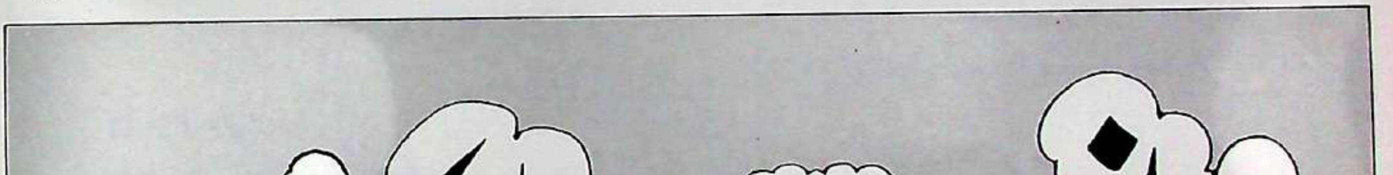

﴿ حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ (سورۃ آل عمران آیت ۱۷۳)

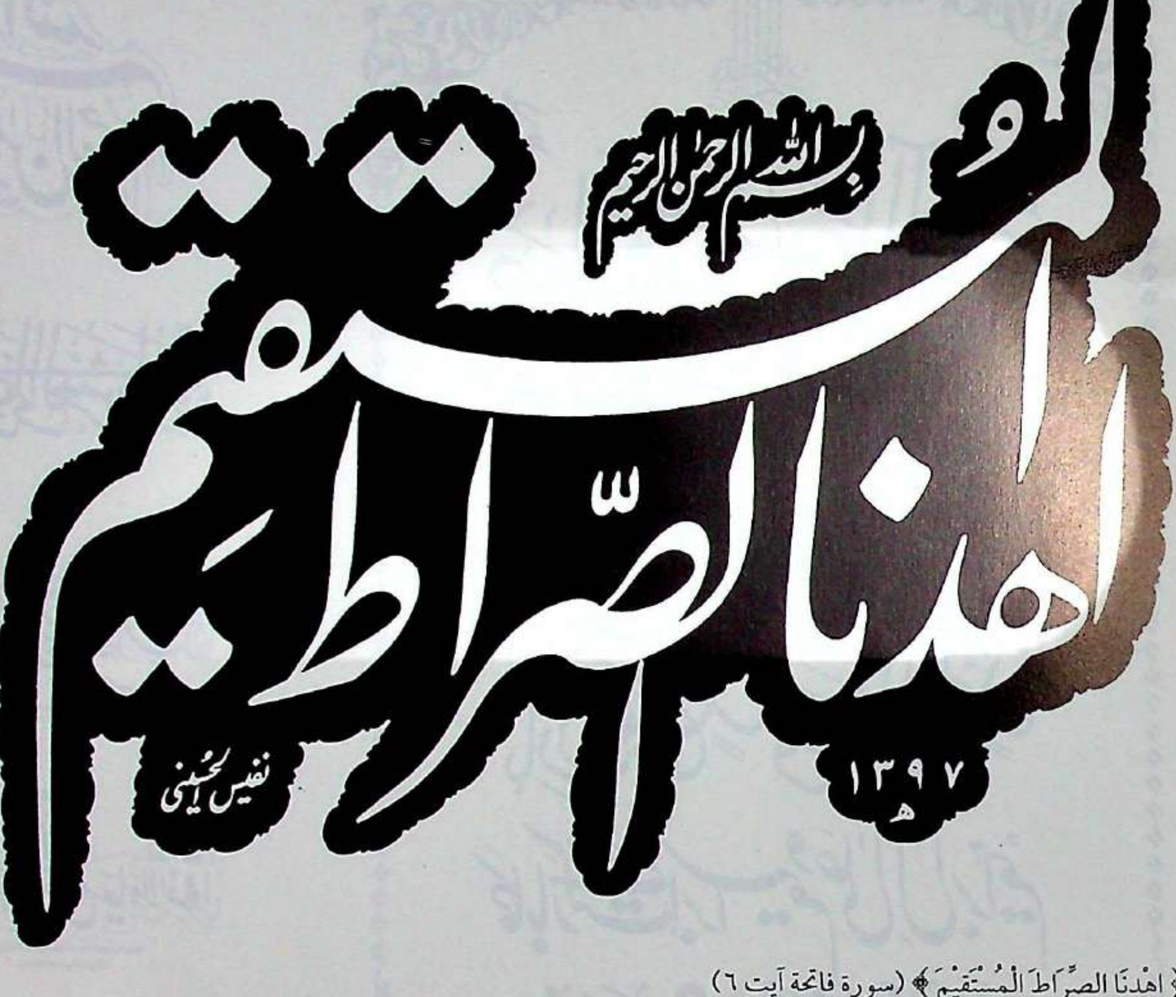

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ (سورة فاتحة آیت ٦)

لے کر نہ اٹھے۔ آپ کی شخصیت میں قدرت نے عجب جاذبیت اور کشش رکھی ہے۔ راقم الحروف نے متحمل مزاجی اور نرم کلامی میں شاہ صاحب سا کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔ بلند اخلاقی کا یہ عالم ہے کہ گھنٹوں نشست کیجئے کبھی آپ اکتاہٹ یا بیزاری کا اظہار نہیں فرماتے۔ نامور خطاط اور اس عہد کے ایک بڑے شیخ طریقت ہیں مگر خرد نوازی کا یہ عالم ہے کہ آپ کی محفل میں چھوٹے خود کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں۔ خشونت، درشتی اور تلخی نام کو بھی نہیں۔ آپ کے ہاں دیکھا گیا کہ جدید اور قدیم دونوں طبقوں کے افراد آپ سے یکساں محبت کرتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ اگر دینی طبقے میں مساجد و مدارس سے متعلق حضرات آپ کے ہاں دیکھے گئے تو جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کے پروفیسر حضرات اور طالب علم بھی۔ ہر ایک سے آپ یکساں محبت اور مہمان نوازی سے پیش آتے ہیں۔

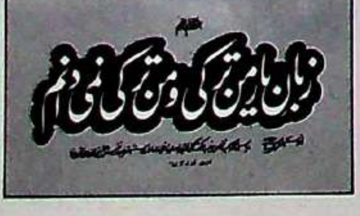

آخر میں آپ سے متعلق یہ فارسی اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو برسوں پہلے آپ کی شخصیت اور فن

□ مختلف خطوط میں درود شریف ایک منفرد انداز سے بہ قلم سیّد نفیس الحسینی

سے متعلق غلام نظام الدین نے کہے تھے:

سیّد حق شناس کانِ کرم
صاحبِ لوح، شہریارِ قلم
شاعر باعمل، حکیم حکم
کاتبِ بے بدل، نفیس رقم (۷)

(۷) ''فن کار سے ملیے'' از غلام نظام الدین، پندرہ روزہ نیا پیام لاہور، ۱۵، جون ۱۹۷۱ء، ص ۳۲۔

حسن چلبی

حسن چلبی

استاد حسن چلبی آج کل ترکی میں موجود اساتذۂ خط میں سب سے ماہر اور تجربہ کار خطاط ہیں۔ آپ ترک صوبے ارضِ روم کے قریے اینجی میں ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے [۱]۔ اینجی ہی میں آپ نے حفظِ قرآن کی تکمیل کی۔ اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں آپ استنبول آگئے جہاں دینی تعلیم کے ادارے (Muslim Theo-logical School) میں تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۵۹ء میں لازمی فوجی خدمات پوری کرنے کے بعد آپ کا تقرر بحیثیت امام وخطیب کیا گیا [۲]۔

استنبول میں قیام کے دوران ہی آپ کا معروف ترک خطاط مصطفیٰ حلیم آفندی (۱۸۹۸ء۔۱۹۶۴ء) سے تعارف ہو گیا۔ ۱۹۶۴ء میں آپ نے باقاعدہ مصطفیٰ حلیم سے فن خطاطی کی تعلیم کا آغاز کیا مگر مختصر مدت کے بعد ہی مصطفیٰ حلیم کا استنبول میں انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد فن خطاطی میں مزید تحصیل کی خاطر آپ نے، مصطفیٰ حلیم کے استاد اور بیسویں صدی کے عظیم خطاط استاد حامد الآمدی سے رشتۂ تلمذ قائم کیا۔ استاد حامد سے آپ نے خط ثلث ونسخ کی تعلیم جاری رکھی۔ یہ سلسلہ مسلسل ۱۶ برس استاد حامد کے انتقال تک جاری رہا [۳]۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے خطاط کمال بطانی سے خط رقعہ اور تعلیق میں اسباق لینا شروع کیے چنانچہ مطلوبہ استعداد حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں استاد حامد الآمدی اور ۱۹۸۱ء میں کمال بطانی سے اجازہ (ڈپلوما) حاصل کیا [۴]۔

استاد حسن چلبی کے فنی نقوش نہ صرف ترکی بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں موجود ہیں۔ جن جن مقامات پر آپ نے اپنی خوبصورت خطاطی کا مظاہرہ کیا ان کی تفصیل کچھ یوں ہے: ۱۹۷۷ء میں اتاترک یونیورسٹی، ارض روم کی جامع مسجد میں خطاطی کی، ۱۹۸۱ء میں آپ کا تقرر منظمة الموتمر الاسلامی (Organisation of Islamic Conference) کی جانب سے اس کے سیکریٹریٹ، جدّہ میں کیا گیا جہاں آپ نے خطاطی کے جوہر دکھائے، ۱۹۸۳ء میں آپ کو مسجد نبوی ﷺ میں خطاطی کرنے کا اعزاز

(۱) "The Art of Turkish Calligraphy" by Muammer Ulker, Ankara, 1987, Page 97.

(۲) "The Art of Turkish Calligraphy" by Muammer Ulker, Ankara, 1987, Page 97:

(۳) تعارفی بروشر "SENIKHAT" Kualalumpur, 1997.

(۴) IRCICA Newsletter Istanbul, No. 35, December 1994, Page 39

□ خط ثلث مسلسل میں
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
بقلم حسن چلبی۔

حاصل ہوا۔ ترکی کے مختلف شہروں کی جن مساجد میں آپ نے خطاطی کی ان میں جامع وان، مسجد مصطلحہ المواصلات البریہ، اولطو، جامع اوزدرہ، جامع قیصری، جامع طاش خان شامل ہیں۔ استنبول میں جامع عمرانیہ، جامع سلامی عالی (اسکودار کے محلے میں)، جامع البراۃ، جامع مرتر، جامع قریہ ینی بوصنہ، جامع کوزدو بابا، جامع جاغلیان شامل ہیں۔ اس کے علاوہ استنبول کی مشہور عالم مسجد، جامع سلطان احمد (نیلی مسجد) کے کتبات کی ترمیم واصلاح اور جامع بایزید میں لفظ جلالہ "اللہ" اور لفظ "محمد ﷺ" انتہائی جلی قلم سے لکھے۔ بعد ازاں استنبول کے مشہور عالم تحقیقی مرکز برائے تاریخ، فنون وثقافت اسلامی (IRCICA) کی عمارت کے لیے

□ لفظ حُسَین رضی اللہ عنہ بہ خط حسن چلبی ثلث جلی میں

﴿ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ (سورة الحجرات آیت ۱۳)

□ بہ خط حسن چلبی ثلث جلی میں دائرہ کی شکل میں قرآنی آیت

آپ ہی نے خطاطی کا کام بحسن وخوبی انجام دیا(۵)۔ اس ادارے کی کئی مطبوعات کے لیے بھی آپ نے خطاطی کی۔

دنیا کے جن دیگر ممالک کی مساجد کے لیے آپ نے خطاطی کا کام کیا ان میں مسجد نبوی ﷺ،

(۵) "The Art of Turkish Calligraphy", Page 97

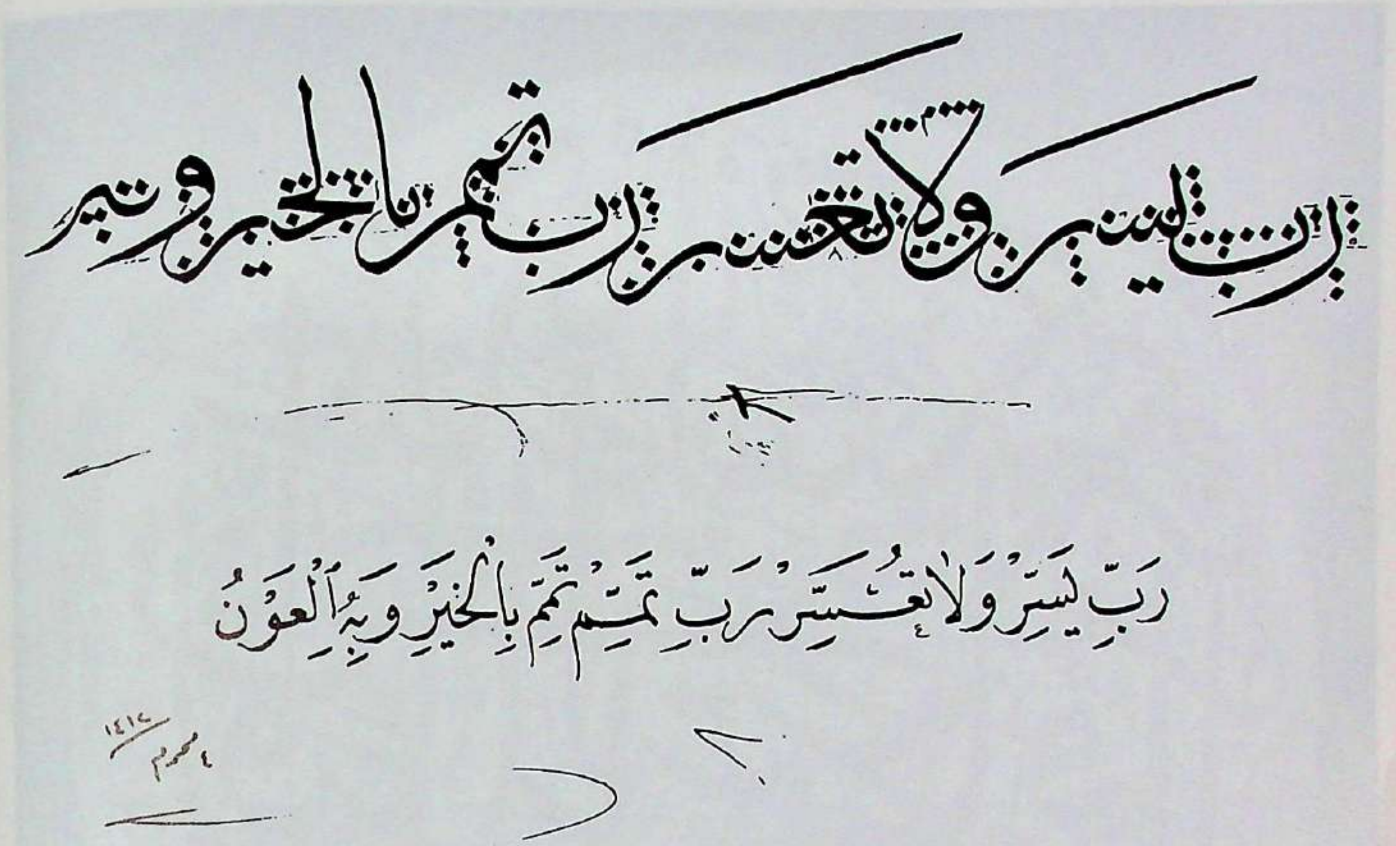

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ رَبِّ تَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَبِه

□ خط ثلث و نسخ کی تحصیل کی خاطر دعا بصورت مشق، جسے استاد حسن چلبی نے مؤلف کے لیے استنبول سے بھیجا۔

مدینۂ منورہ کے علاوہ کویت، ہالینڈ، جرمنی اور دبئی کی مساجد شامل ہیں۔ مدینۂ منورہ میں مسجد قبا کی جدید تعمیر کے بعد آپ ہی نے، انتہائی دلکش خط ثلث اور خط کوفی میں سونے کے پانی سے خطاطی کی ہے[6]۔ دنیا بھر سے آنے والے زائرین مسجد قبا میں خطاطی دیکھتے اور پسند کرتے ہیں۔

(٦) اس کام کی خاطر آپ نے ایک سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اس دوران مسجد نبوی ﷺ اور غلاف کعبہ کے لیے بھی خطاطی کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

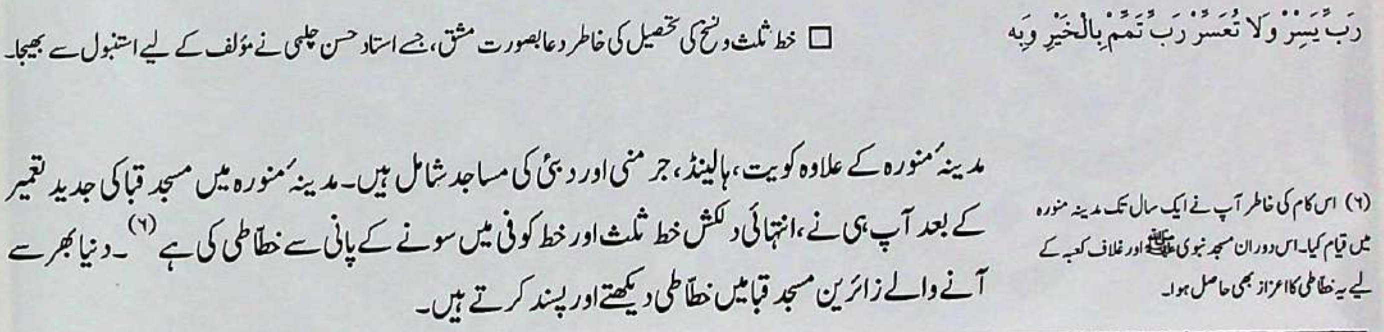

□ خط ثلث جلی میں کلمہ شہادت بہ خط حسن چلبی

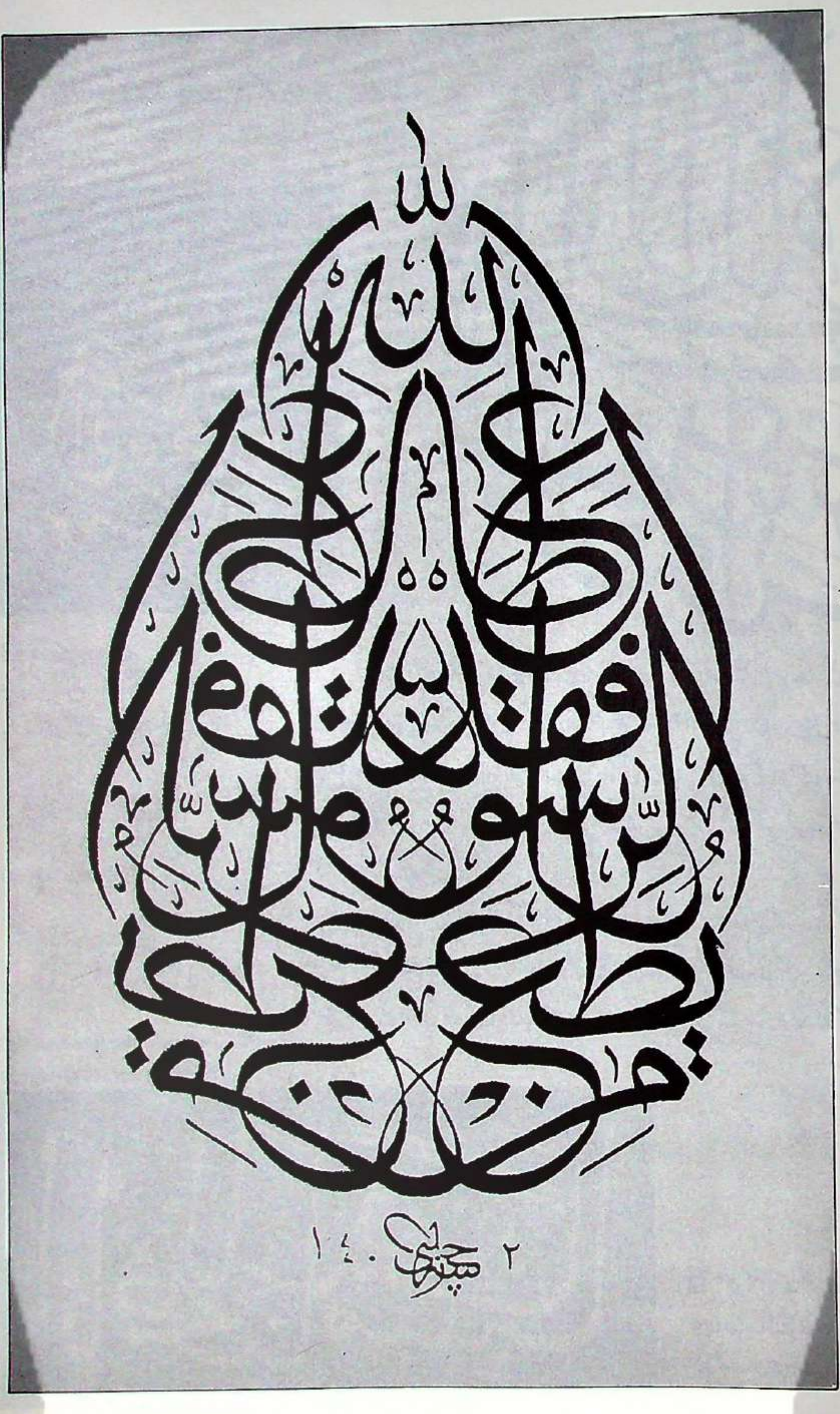

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ

□ استاد حسن چلبی کے قلم سے
خط ثلث جلی میں
بہ شکل متناظرہ قرآنی آیت

☐ کلمۂ شہادت بہ خط حسن چلبی جس میں انہوں نے اپنے استاد، حامد الآمدی کے لوحے کی نقل کی ہے۔

☐ حدیث مبارکہ
«سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ»
بہ خط حسن چلبی

استاد حسن چلبی کی خطاطی کے نمونوں پر مشتمل نمائشیں دنیا کے کئی ممالک میں ہو چکی ہیں۔ آپ کی خطاطی کی پہلی نمائش اسلامی تحقیقی مرکز IRCICA میں ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں کوالالمپور (ملائیشیا) میں اور ۱۹۸۵ء میں عمان (اردن) میں آپ کی خطاطی کی نمائشیں ہوئیں۔ اس کے علاوہ کئی مشترکہ نمائشوں میں اندرون اور بیرون ترکی آپ شرکت کر چکے ہیں۔ آج کل آپ اپنے خوبصورت خط میں قرآن مجید کی کتابت کر رہے ہیں[٧]۔

استاد حسن چلبی کا مستقل قیام استنبول میں ہے اور دنیا بھر سے فن خطاطی کے طالب علم بذریعہ مراسلت یا بالمشافہ آپ سے استفادہ کرتے ہیں۔ راقم الحروف کو بھی بذریعہ مراسلت آپ سے استفادے کا موقع ملا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ استاد حسن چلبی کے صاحبزادے مصطفیٰ چلبی فن نقش و نگار کے ماہر ہیں[٨]۔

(٧) "SENIKHAT" بحوالہ سابق۔

(٨) IRCICA Newsletter Istanbul, No. 35, December 1994, Page 39

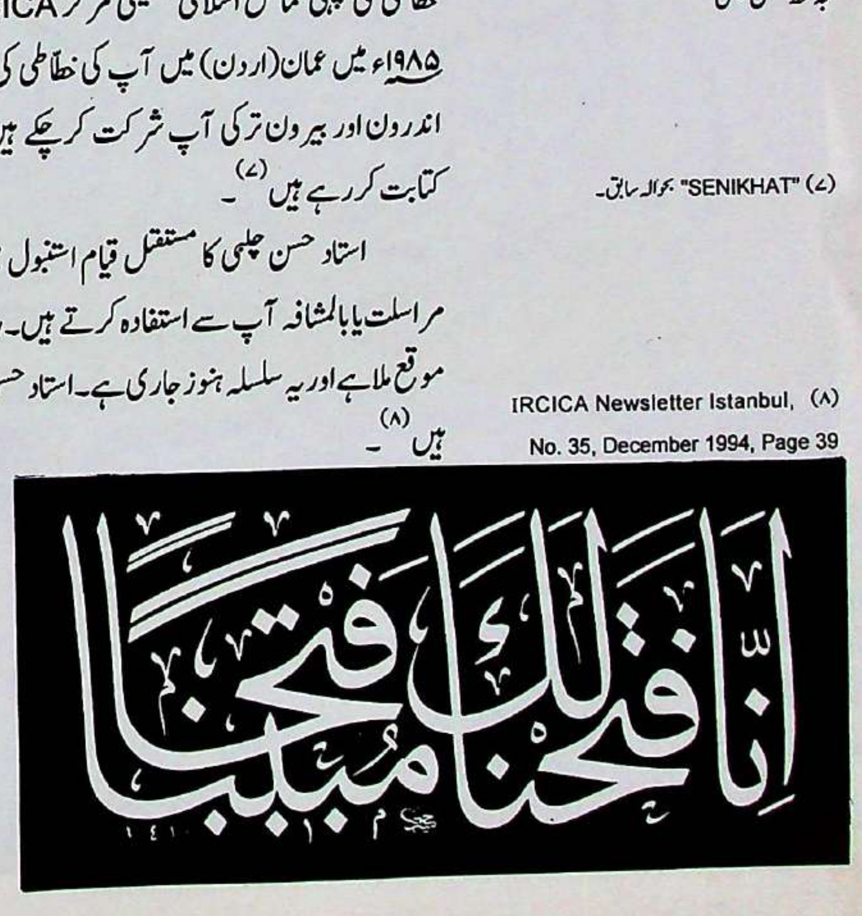

☐ حسن چلبی کے قلم سے قرآنی آیت
﴿إِنَّا فَتَحنَا لَكَ فَتحًا مُّبِينًا﴾
خطِ ثلث جلی میں

غلام حسین امیرخانی

غلام حسین امیر خانی

غلام حسین امیر خانی ایران کے صف اوّل کے خطاط اور باکمال نستعلیق نگار ہیں۔ آپ ۱۹۳۹ء میں ایرانی شہر طالقان میں پیدا ہوئے[۱]۔ آپ کے والد کا نام رستم بسال ہے۔ ابھی آپ محض دو سال ہی کے تھے کہ والدین کے ہمراہ طالقان سے منتقل ہو کر تہران آبسے۔ اس دور میں تہران میں کئی باکمال خطاط اور فن کار موجود تھے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کچھ عرصہ تجارت کا پیشہ اختیار کیا لیکن فنِ خوشنویسی سے فطری رغبت کی وجہ سے آپ زیادہ عرصہ اس پیشہ سے وابستہ نہ رہ سکے اور فنِ خوشنویسی کی باقاعدہ تحصیل کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے اس عہد کے نامور ایرانی خطاط، استاد حسین میر خانی سے رشتۂ تلمذ قائم کیا اور ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۱ء تک مسلسل خوشنویسی کی تعلیم حاصل کی[۲]۔ اسی مدت کے دوران آپ اپنے بڑے بھائی استاد حسن میر خانی سے بھی برابر استفادہ کرتے رہے[۳]۔ استاد حسن میر خانی بھی استاد حسین میر خانی کی طرح اس عہد کے نامور خطاط و نستعلیق نگار تھے۔ آپ نے استاد حسن میر خانی سے بھی فن خطاطی کے کئی اہم نکات سیکھے اور فن خطاطی میں بے حد ترقی کی۔ ان اساتذہ سے فنِ خطاطی کی تحصیل کے بعد آپ کا شمار ایران کے قابل قدر خطاطوں میں ہونے لگا چنانچہ آپ نے طلبہ کو اس فن کی تعلیم دینے کا آغاز کیا۔

غلام حسین امیر خانی ایرانی وزارت ثقافت کے ''ادارہ ہنرہائے زیبا'' سے ۱۹۶۶ء میں بحیثیت استاد خطاط وابستہ ہوئے اور اس ادارے میں آپ نے بیس برس تک خطاطی کی تعلیم دی۔ آپ گزشتہ ۳۱ برسوں سے خطاطی کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد آپ کو ''انجمن خوشنویسانِ ایران'' کی اعلیٰ مشاورتی کونسل کا سربراہ بنایا گیا۔ آپ تاحال اس عہدے پر فائز ہیں۔ اس کے علاوہ آپ یونیسکو کی نیشنل کمیٹی کے رکن بھی ہیں[۴]۔

غلام حسین امیر خانی نے عموماً خط نستعلیق ہی میں مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ آپ نستعلیق جلی اور

(۱) ''تذکرۂ خوشنویسانِ معاصر'' از علی راہجیری کے مطابق ایرانی تقویم کے حساب سے غلام حسین امیر خانی کا سالِ ولادت ۱۳۱۸ش ھ (مطابق ۱۹۳۹ء) ہے۔

(۲) ''تذکرۂ خوشنویسانِ معاصر'' از علی راہجیری، ص ۲۲۷۔

(۳) ''تذکرۂ خوشنویسانِ معاصر'' از علی راہجیری، ص ۲۲۷۔

(۴) حالاتِ زندگی موصولہ از ''انجمنِ خوشنویسانِ ایران'' تہران۔

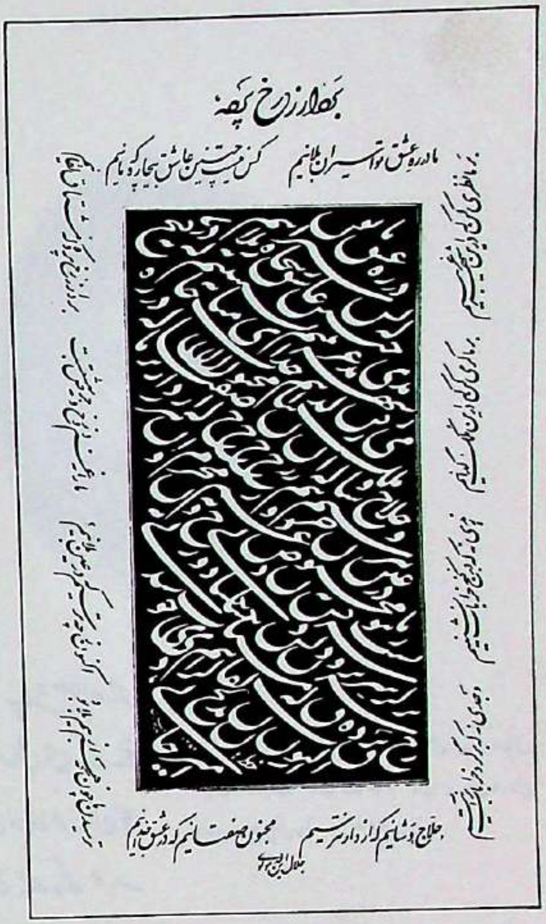

□ مولانا جلال الدین رومی کے اشعار بہ خط غلام حسین امیر خانی

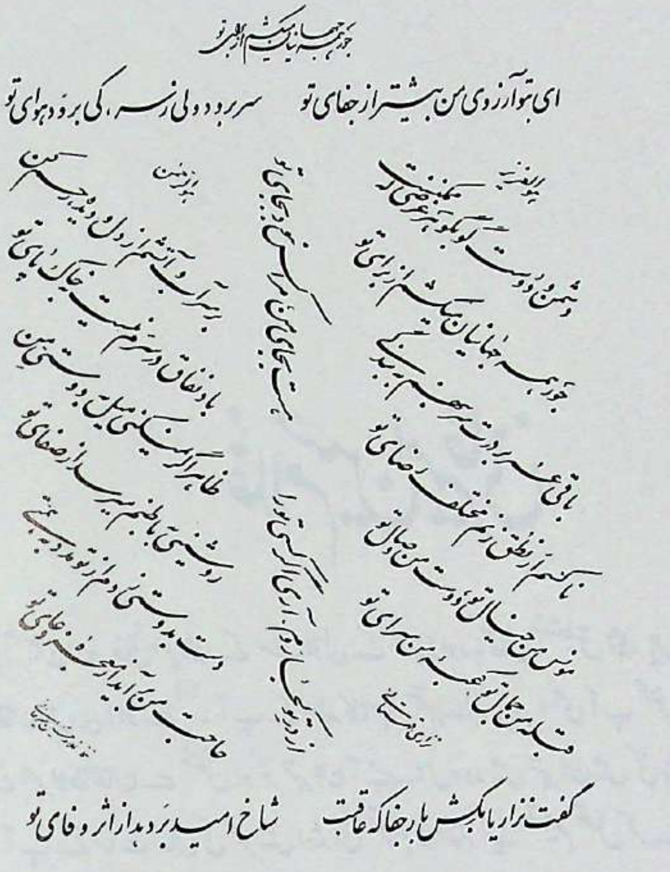

□ نزاری قہستانی کے اشعار بہ خط غلام حسین امیر خانی

نستعلیق خفی دونوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ انجمن خوشنویساں ایران و دیگر اداروں کی جانب سے شائع کردہ بیشتر کتب کے ٹائیٹل آپ ہی نے لکھے ہیں۔ آپ نے فن خطاطی سے متعلق دو کتب بھی تحریر کی ہیں جو "آداب الخط امیر خانی" اور "صحیفۂ ہستی" کے ناموں سے شایع ہوئی ہیں۔ انجمن خوشنویسانِ ایران کی جانب سے شائع کردہ جن کتب کی آپ نے خطاطی کی وہ یہ ہیں:

ترجیع بند ہاتف اصفہانی، یادنامۂ کلہر، غزلیات خواجوی کرمانی، رسم الخط، آداب المشق، ترکیب بند محتشم کاشانی، دیوانِ حافظ، سرو سایہ فگن، تضمین گلچینِ سعدی، قصیدۂ قرآنیہ، صحیفۂ ہستی (۵)۔

غلام حسین امیر خانی کی خطاطی کے نمونوں کی اب تک نہ صرف اندرون ایران بلکہ کئی بیرونی ممالک میں نمائشیں ہو چکی ہیں۔ ان میں پاکستان، برطانیہ، فرانس، ترکی، جرمنی، سویڈن، آذربائی جان، بھارت اور اٹلی شامل ہیں (٦)۔

غلام حسین امیر خانی واحد ایرانی خطاط ہیں جنھیں استنبول میں منعقدہ تیسرے عالمی مقابلۂ خطاطی (۱۹۹۲ء) میں بحیثیت منصف مدعو کیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ چوتھے عالمی مقابلۂ خطاطی (۱۹۹۷ء) کے منصفین میں بھی شامل ہیں (٧)۔

(۵) حالاتِ زندگی موصولہ از "انجمن خوشنویسانِ ایران" تہران۔

(٦) حالاتِ زندگی موصولہ از "انجمن خوشنویسانِ ایران" تہران۔

(٧) "4th International Sheikh Hamdullah Calligraphy Competition, Rules and Regulations" Istanbul, 1997, Page. 6

□ فردوسی کے اشعار به خط غلام حسین امیر خانی

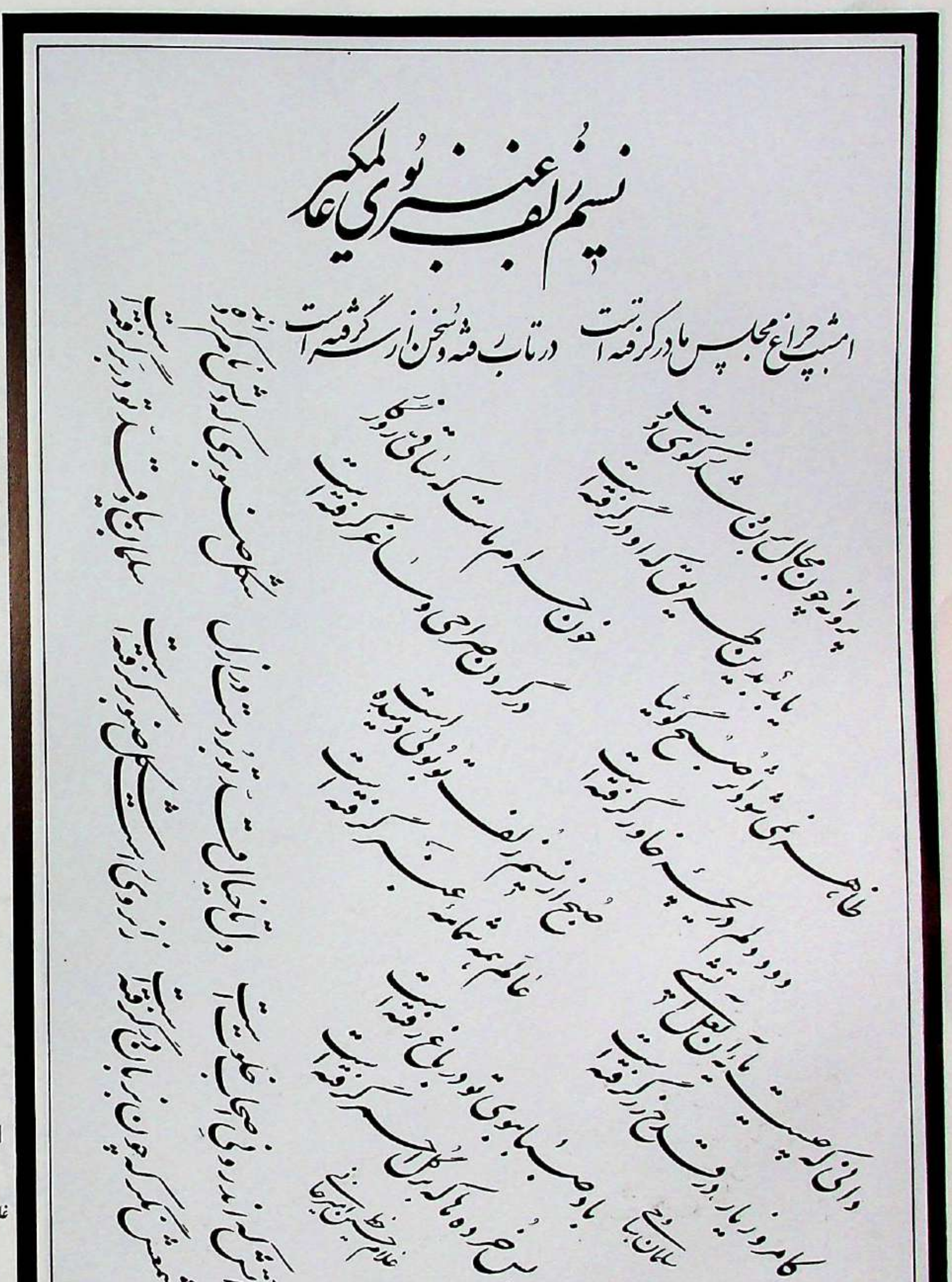

□ سلمان ساوجی
کے اشعار بہ خط
غلام حسین امیر خانی

بَارکَ اللهُ تعَالی

به خط غلام حسین امیر خانی

□ به خط غلام حسین امیر خانی فارسی اشعار

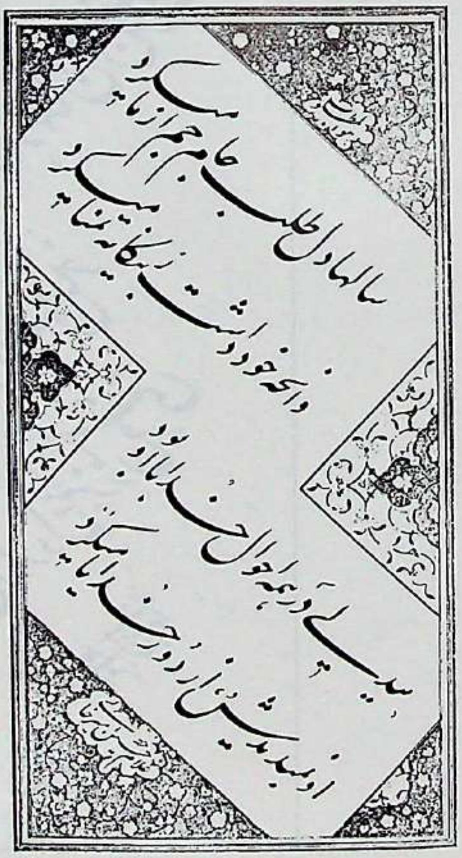

□ کلام فارسی به خط غلام حسین امیر خانی

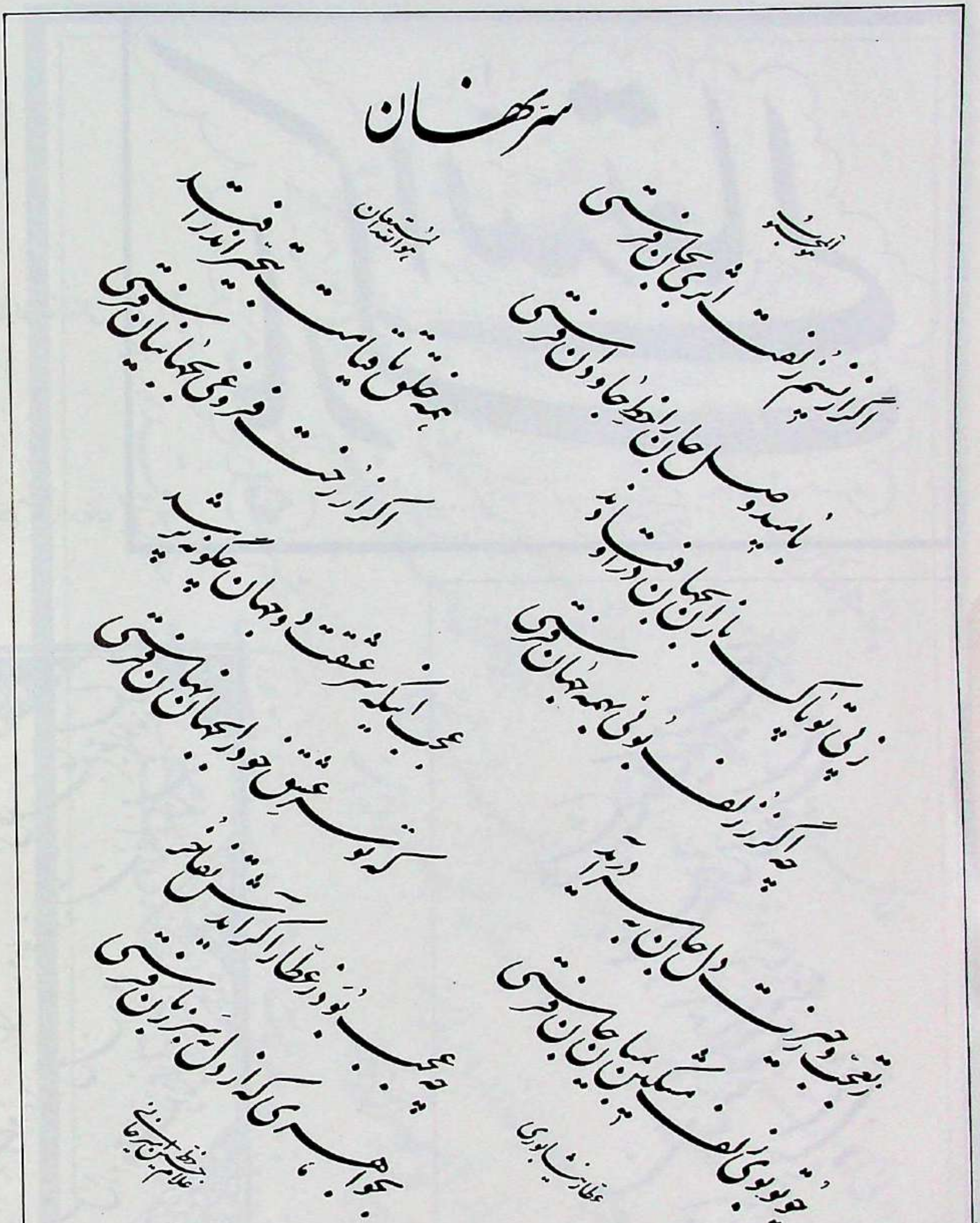

□ عطار نیشاپوری کے اشعار بہ خط غلام حسین امیر خانی

شفیقُ الزّماں خاںؒ

شفیق الزّماں خاںؒ

تاریخ کے ہر دور میں ایسی شخصیات موجود رہی ہیں جنھوں نے اپنے مقامی ماحول واثرات سے آگے بڑھ کر اپنے شعبے میں کارکردگی دکھائی ہے۔ فن خطاطی میں بھی ایک ایسی ہی شخصیت نے ہمارے عہد میں اپنی انفرادی کوشش، انتھک محنت اور لگن سے بے پناہ شہرت حاصل کی ہے، جن پر اہل پاکستان کو بجا طور پر ناز ہے۔ ہماری مراد استاد شفیق الزماں خان سے ہے جن کا عالمی سطح پر دنیائے خطاطی میں اعلیٰ مقام اور معتبر نام ہے اور جنھوں نے انتہائی کم عمری میں شدید ریاض اور محنت کے بعد اس فن میں وہ مقام حاصل کر لیا ہے، جو تمام عمر کی محنت کے بعد بھی مشکل ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ خوش نصیبی کی انتہا دیکھیں کہ استاد شفیق الزماں کو یہ منفرد مقام یوں ملا کہ مسجد نبوی ﷺ میں خطاطی کے لیے منعقدہ مقابلۂ خطاطی جیتنے کے بعد پہلے پاکستانی کی حیثیت سے آپ ۱۹۹۱ء سے اب تک مسجد نبوی ﷺ میں خطاطی کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

استاد شفیق الزماں ۱۹۵۶ء میں چکلالہ (راولپنڈی) میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والد پاکستان ائیر فورس میں خدمات انجام دے رہے تھے[1]۔ بچپن ہی سے آپ کو مختلف فنون خصوصاً خطاطی، نقاشی اور مصوری سے بے پناہ دلچسپی تھی۔ دو سال بعد آپ کے والد کا تبادلہ چکلالہ سے کراچی ہوگیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی۔ بعد ازاں ذاتی محنت سے خطاطی، نقاشی، مصوری و دیگر فنون میں مسلسل ترقی کی منازل طے کیں۔ ۱۹۷۹ء میں آپ مدینۂ منورہ پہنچ گئے۔ مدینۂ منورہ میں آپ نے عالم اسلام کے عظیم خطاطوں کے کام کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ بالآخر آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ بیسویں صدی کے سب سے بڑے خطاط استاد حامد الآمدی (متوفی ۱۹۸۲ء) کا کام سب سے معیاری ہے۔ آپ نے استاد حامد کے فن کو اپنا معیار (IDEAL) اور نصب العین بنالیا اور ان کی روش کے مطابق کام کرنے لگے۔ اس دوران مسلسل محنت، مشاہدے و مطالعے کی بنا پر آپ کے خط نے بہت کم عرصے میں حیرت انگیز طور پر ترقی کی۔ یہ بات باعث حیرت ہے کہ استاد شفیق الزماں نے کبھی کسی استاد کے آگے زانوئے تلمذ تہ نہ کیا، بلکہ استاد حامد کے

(۱) ''مسجد نبوی ﷺ کے پہلے پاکستانی خطاط شفیق الزماں خاں سے خصوصی انٹرویو'' از انور انصاری، ہفت روزہ تکبیر کراچی، ۱۳، مئی ۱۹۹۳ء، ص ۴۸۔

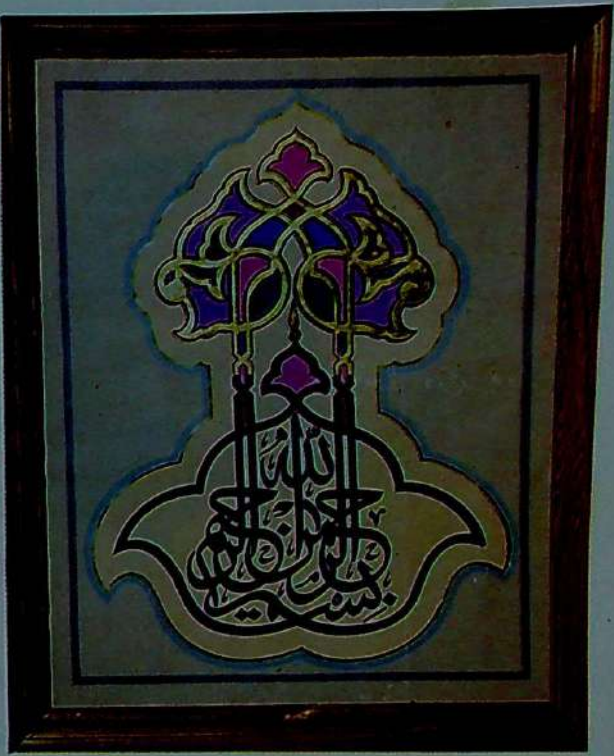

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ □ بہ خط استاد شفیق الزماں

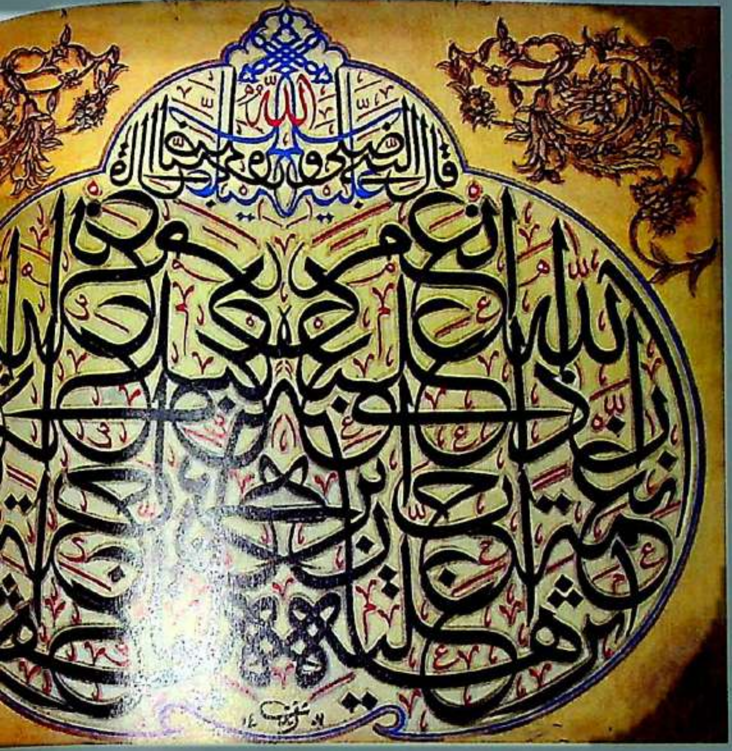

«إنَّ اللهَ إذَا أنْعَمَ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً أحَبَّ أنْ يَّرَى أثَرَهَا عَلَيْهِ»

□ بصورت متناظرہ حدیث مبارکہ جس میں ع، غ، ح اور ع ایک خاص ترتیب سے استاد شفیق الزماں

استاد شفیق الزماں کے قلم ثلث جلی میں قرآنی آیت ﴿إنَّ اللهَ عِنْدَه عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الأرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأيِّ أرْضٍ تَمُوْتُ إنَّ اللهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ [القمان : ٣٤] اس لوحے میں قوتِ دست، حسن ترتیب، توازن مابین حروف والفاظ اور طویل کششوں کا بہت خوبصورت انداز سے مظاہرہ کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

☐ خط دیوانی جلی میں به خط استاد شفیق الزماں

نے لکھے۔

انداز کو اپناتے ہوئے ذاتی محنت سے یہ بلند مقام حاصل کیا۔ اس دوران استاد حامد کے شاگرد اور دیگر خطّاط جب کبھی ترکی سے مدینۂ منورہ آتے تو آپ سے ان کی ملاقات ہوتی۔ ان ملاقاتوں کے ذریعے بھی آپ نے استاد حامد الآمدی کے فن کے بہت سے اہم نکات معلوم کیے[۲]۔ استاد شفیق الزماں نے ایک ملاقات کے دوران راقم کو بتایا کہ اس فن کی خاطر انہوں نے رات رات بھر محنت کی ہے۔ ساری رات خطّاطی کی مشق کرتے اور پھر سارا دن بورڈ نویسی کا کام کرتے۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ خونِ جگر سے معجزۂ فن کی نمود کرتے ہیں۔

سعودی عرب میں قیام کے دوران استاد شفیق الزماں کو کئی اعزازات حاصل ہوئے۔ ۱۹۸۶ء میں مدینۂ منورہ میں اسلامی خطّاطی کی قومی نمائش میں انہیں اول انعام ملا، جب کہ پاکستان میں ۱۹۸۷ء کی ادارۂ ثقافت پاکستان کی قومی نمائش منعقدہ لاہور میں آپ کے فن پارے کو دوسرا انعام دیا گیا[۳]۔ اس کے بعد استنبول میں واقع اسلامی ورثہ کے تحفظ کے کمیشن (ICIPICH) کی جانب سے منعقدہ تیسرے عالمی مقابلۂ خطّاطی ۱۹۹۲ء میں خط ثلث جلی میں آپ نے ساری دنیا کے خطاطوں میں دوسرا انعام پایا۔

استاد شفیق الزماں اور اہل پاکستان کے لیے سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ ۱۹۹۱ء سے اب تک وہ مسجد نبوی ﷺ میں اپنے فن کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں[۴]۔ وہ حضرات جنہیں مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اس حقیقت سے واقف ہیں کہ مسجد تعمیراتی لحاظ سے تین حصوں میں منقسم ہے۔ ایک ترکی عہد کی سرخ رنگ کی تعمیر، دوسری شاہ سعود کی تعمیر اور تیسری شاہ فہد کی جدید اور عظیم الشان تعمیر۔ مسجد نبوی ﷺ کے تمام مقدس مقامات بشمول روضۂ نبوی ﷺ ریاض الجنۃ، اصحاب صفہ کا چبوترہ، منبر

(۲) یہ معلومات متفرق ملاقاتوں کے دوران حاصل کی گئیں۔

(۳) ''مسجد نبوی ﷺ کے پہلے پاکستانی خطاط شفیق الزماں خاں سے خصوصی انٹرویو''۔ ص ۴۸۔

(۴) عجیب حسن اتفاق ہے کہ شفیق بے نامی ایک معروف خطاط گزشتہ صدی میں ترکی میں گزرے ہیں۔ شفیق بے کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے مسجد اقصیٰ (قبۃ الصخریٰ) کی بیرونی دیواروں اور گنبد پر یہ خط ثلث جلی ۱۸۷۶ء میں خطاطی کی۔ اس خطاطی میں طویل پٹیوں کی صورت میں مکمل سورۃ یٰسٓ بھی شامل ہے۔ اسکے علاوہ

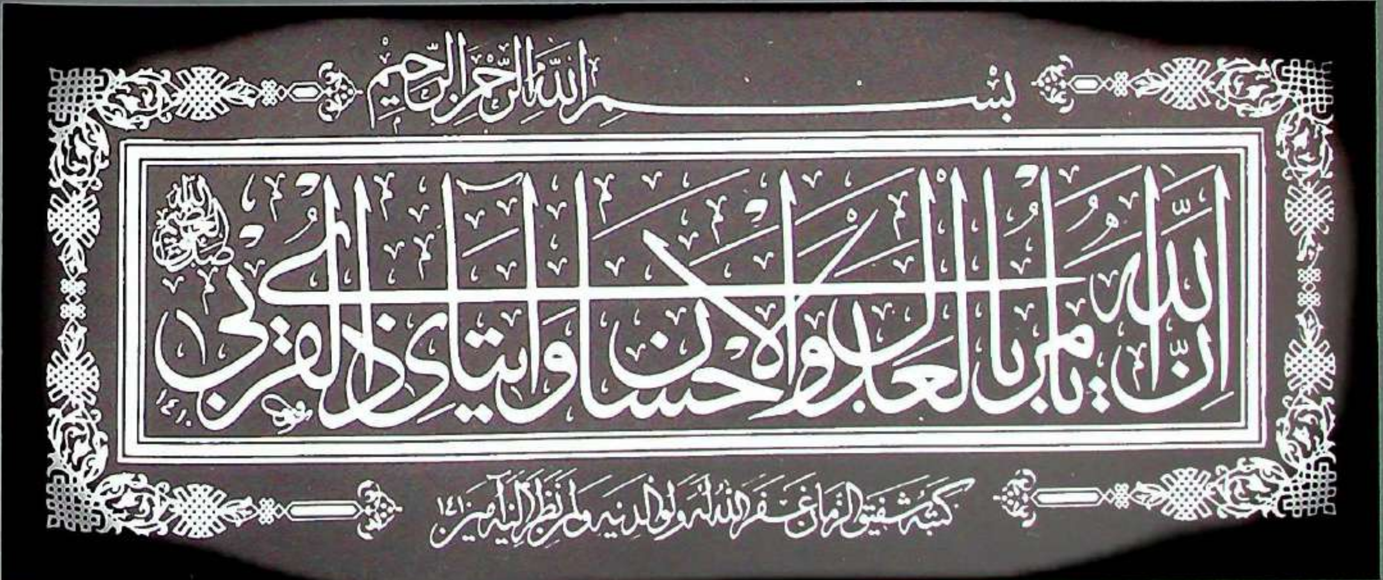

﴿إنَّ اللهَ يَأمُرُكُمْ بِالعَدْلِ وَالإحْسَانِ وَإيْتَاءِ ذِى القُرْبٰى﴾

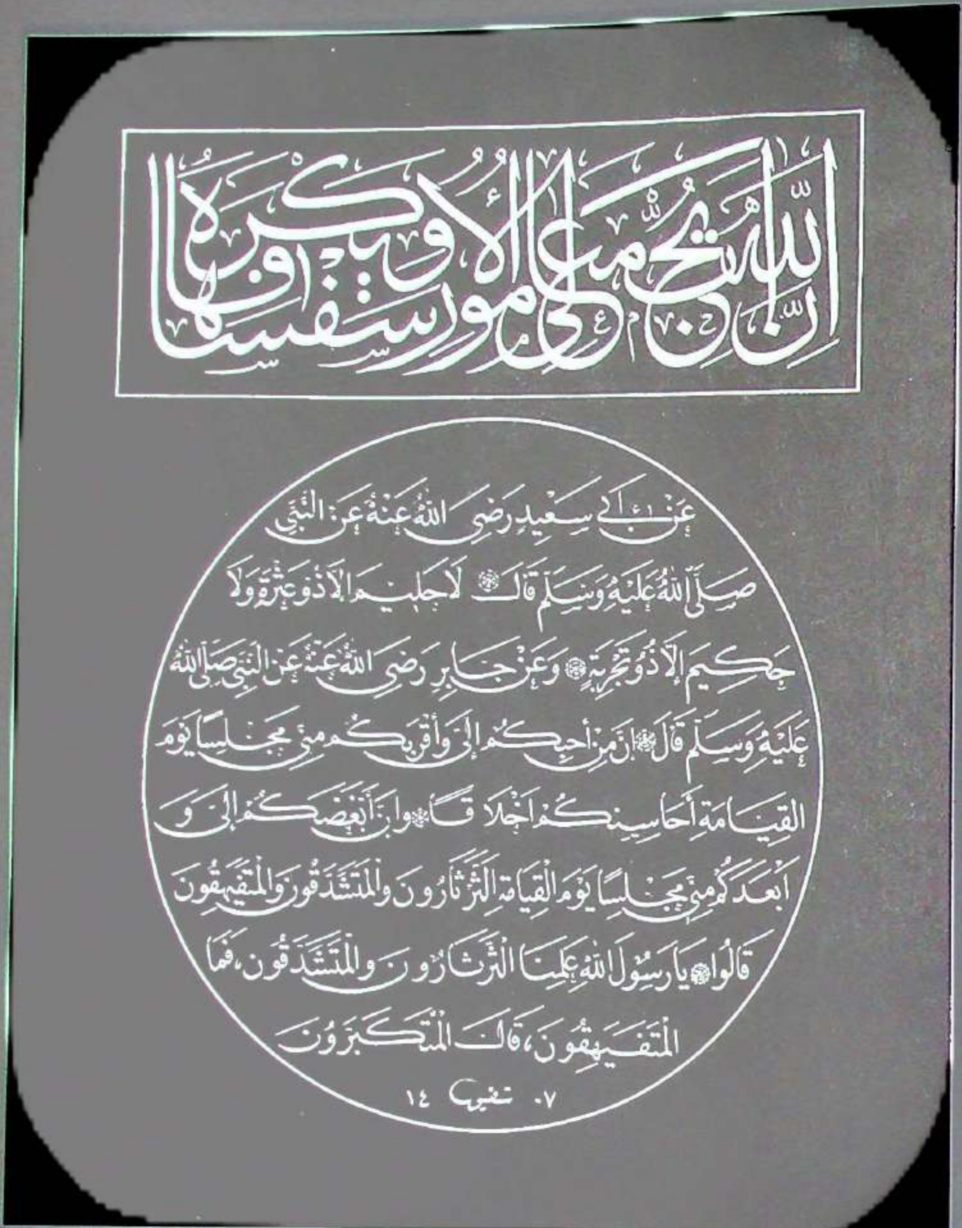

خطِ ثلث و نسخ میں احادیث مبارکہ
بہ خط استاد شفیق الزماں خاں

رسول ﷺ اور دیگر مقامات مقدسہ ترکی تعمیر کے اندر موجود ہیں۔ مسجد کے اس حصے کی تعمیر سلطان عبد المجید خان کے عہد میں (۱۸۴۸ء۔ ۱۸۶۰ء مطابق ۱۲۶۵ھ۔ ۱۲۷۷ھ) جاری رہی۔ ترکوں نے اس مسجد کی تعمیر میں کس قدر خلوص و احترام کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ دورانِ تعمیر یہ انتظام کیا گیا کہ ہر معمار حافظِ قرآن ہو۔ اس کی بنیاد اس طرح رکھی گئی کہ ہر پتھر رکھنے سے قبل ہر معمار غسل ادا کرتا، دو نوافل پڑھتا اور سرکارِ دو عالم ﷺ پر درود بھیجتا پھر وہ پتھر اپنے مقام پر رکھتا۔ ہر پتھر رکھنے میں یہ التزام جاری رہا۔ اس دور میں گو کہ تعمیراتی صنعت آج کی طرح ترقی یافتہ نہ تھی، مگر ترکوں نے مسجد کی عمارت کی مضبوطی اور استحکام کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ مسجد کے تمام ستونوں پر مرکب دھات پگھلا کر ڈالی گئی، تاکہ حرمِ مصطفوی ﷺ کے در و بام پر گردشِ زمانہ اثر انداز نہ ہو[۵]۔ مسجد کے حسن و جمال کے لیے بھی ترکوں

استنبول یونیورسٹی کے مرکزی دروازے پر ثلث جلی میں "دائرۂ امورِ عسکریہ" بھی آپ کے خط کی عمدہ مثال ہے۔ اس طرح یہ دلچسپ مماثلت سامنے آتی ہے کہ ترکی کے خطاط شفیق بے کو، اگر مسجد اقصیٰ کے لیے خطاطی کرنے کا اعزاز حاصل ہوا تو پاکستان کے استاد شفیق الزماں کو مسجد نبوی ﷺ کے لیے۔ (شفیق بے کے حالات زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں "فن الخط" مرتبہ مصطفی اوغور درمان، ص ۲۰۶)

(۵) "جمالِ حرمین" از حافظ لدھیانوی، ص ۲۱۲۔

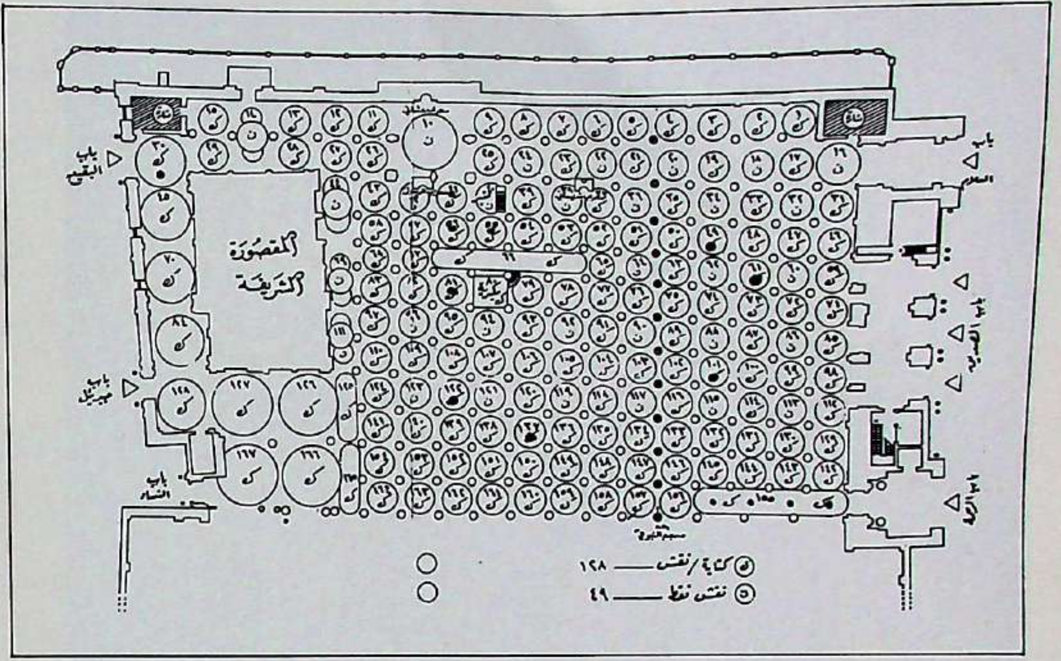

□ مسجد نبوی ﷺ (ترکی تعمیر) کا سطحی نقشہ جس میں گنبدوں کی تفصیل ظاہر کی گئی ہے۔ انہی گنبدوں میں خطاطی کا مبارک کام استاد شفیق الزماں انجام دے رہے ہیں۔

نے انتہائی کوشش کی۔ اس دور کے عظیم ترک خطاط استاد عبداللہ زہدی آفندی کو سلطان عبدالمجید خان نے اپنے محل میں مدعو کیا اور مسجد نبوی ﷺ میں خطاطی کرنے کے لیے ہدایت کی، سلطان خود بھی خطاط اور اس فن کے تمام رموز سے آگاہ تھے۔ سلطان نے مسجد میں خطاطی کے لیے زہدی آفندی کو ۷۵۰۰ قرش (ترکی سکہ) ماہانہ پر مامور کیا[۶]۔ مسجد کے اس حصے میں ۲۶۰ گنبد ہیں اور اکثر گنبدوں کا محیط تقریباً ۱۵ میٹر ہے، ہر گنبد کے اندر خطِ ثلث میں خطاطی کی گئی تھی۔ عبداللہ زہدی نے برس ہا برس تک مدینۂ منورہ میں رہ کر تمام گنبدوں کے علاوہ مختلف دیواروں اور دروازوں پر اس قدر خوبصورت کام کیا کہ زیادہ تر کام آج بھی بالکل نیا معلوم ہے۔ جب یہ کام برسوں کی محنت کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچا تو اسے دیکھنے والے اس قدر مسحور ہوئے کہ انہوں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ اس قدر خوبصورت کام کوئی انسان بھی کر سکتا ہے۔ لوگ یہی کہتے تھے کہ یہ کام فرشتوں نے کیا ہے[۷]۔ البتہ تقریباً ڈیڑھ صدی گذر جانے کی وجہ سے، بعض گنبدوں پر خطاطی مدہم پڑ گئی تھی، نیز مختلف وقتوں میں متاثر شدہ آیات پر مختلف خطاطوں نے اپنے قلم سے درستگی کی کوششیں کیں، جن سے اصل کا حسن برقرار نہ رہ سکا۔

(۶) Son Hattatlar, Page. 15

(۷) The Art of Turkish Calligraphy Page. 61

۱۹۹۱ء میں سعودی تعمیراتی کمپنی دلہ (DALLAH) کی جانب سے ایک ایسے خطاط کے انتخاب کے لیے مقابلے کا انعقاد کیا گیا، جو نہ صرف متاثر شدہ حصوں کو درست کر سکے اور عبداللہ زہدی کے قلم سے قلم ملا سکے، بلکہ کئی گنبدوں میں بالکل نئی خطاطی کرے۔ اس مقابلے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کے سربراہ استاد حامد الآمدی مرحوم کے مدینۂ منورہ میں مقیم شاگرد، خطاط احمد ضیاء الدین ابراہیم تھے۔ اس مقابلے میں بالاتفاق استاد شفیق الزماں کا انتخاب عمل میں آیا اور یہ طے ہو گیا کہ آپ سے بہتر اس کام کو کوئی انجام نہیں دے سکتا۔ یہ کام ۱۹۹۱ء سے اب تک مسلسل جاری ہے اور کئی ہزار فٹ خطاطی کی جا چکی ہے۔ اس

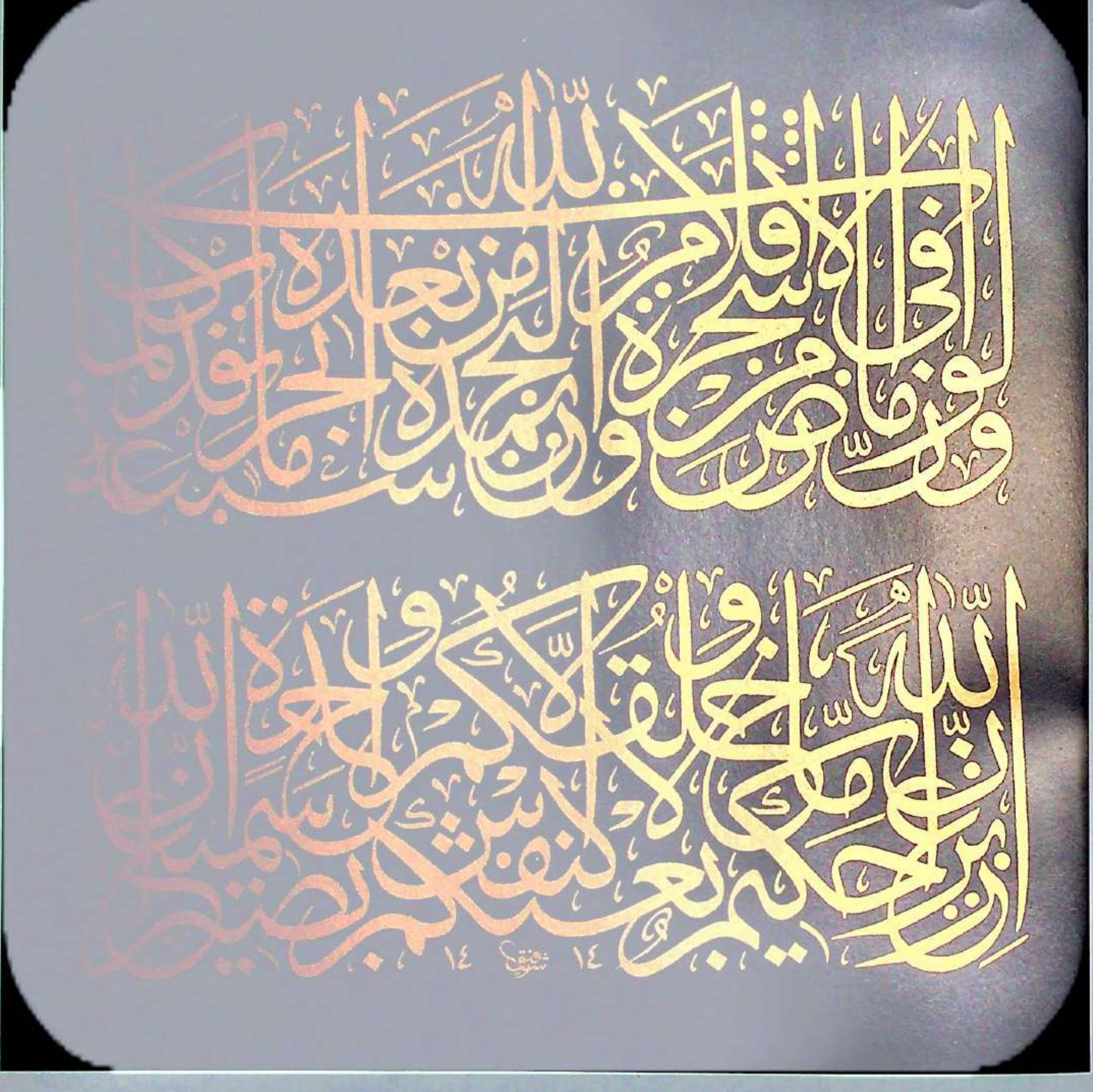

﴿ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللهِ إِنَّ اللهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ. مَا خَلْقُكُمْ
وَلا بَعْثُكُمْ إِلا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِنَّ اللهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴾ (سورة لقمان آیت ۲۷ ، ۲۸)

□ استاد شفیق الزماں خاں کا خط ثلث جلی میں خوبصورت نمونہ
اس لوحے پر انہیں تیسرے عالمی مقابلہ خطاطی میں دوسرے انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔

□ خطِ نستعلیق میں قرآنی آیت
جس میں استاد شفیق الزماں نے خط نستعلیق،
فن زخرفہ اور رنگوں کے استعمال کا
خوبصورت مظاہرہ کیا ہے۔
اسے استاد شفیق الزماں نے ازراہِ عنایت،
بطور خاص مدینہ منورہ سے
"تذکرۂ خطاطین"
کے لیے تیار کرکے بھیجا۔

﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾

دوران استاد شفیق الزماں نے ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۴ء تک خطاطی کے پرانے کام کی تجدید و ترمیم کی جبکہ ۱۹۹۴ء سے آپ بالکل نئے سرے سے گنبدوں میں خطاطی کر رہے ہیں۔ اب تک آپ ۴۸ گنبدوں میں بالکل نئی خطاطی کر چکے ہیں۔ استاد شفیق الزماں نے اپنی مہارت اور اجتہادی ذوق سے کام لے کر پرانے کام سے بہتر معیار پیش کیا ہے۔ پرانی خطاطی میں آپ کو یہ فنی کمزوری نظر آئی کہ گنبدوں میں آیات قرآنی کو جہاں چاہا جگہ کے حساب سے روک دیا گیا تھا مگر اب آپ یہ اہتمام کر رہے ہیں کہ گنبد خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اسے آیت کے اختتام پر ہی مکمل کیا جا رہا ہے۔ اختیار کردہ قرآنی آیات چھوٹی بڑی ہیں اسی طرح گنبد بھی چھوٹے بڑے ہیں مگر ان میں خطاطی اس مہارت سے کی جا رہی ہے کہ دیکھنے میں یکسانیت اور پڑھنے میں تواتر برقرار رہے۔ کہیں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ گنبد میں خطاطی بہت گنجان ہو گئی ہے یا کہیں جگہ خالی ہے۔ یہ کام انتہائی دشوار اور فنِ خطاطی میں بے پناہ صلاحیت کا متقاضی تھا جسے الحمد للہ استاد شفیق الزماں بحسن و خوبی انجام دے رہے

ہیں۔

۱۹۹۳ء میں موسم حج کے موقع پر راقم کو کئی مرتبہ اس مبارک کام کی زیارت اور اس کی باریکیوں کے مشاہدے کا موقع ملا۔ اس دوران استاد شفیق الزماں کے اسٹوڈیو (جو حرم نبوی علیہ کے نزدیک ہی ہے) میں انہیں کام کرتے ہوئے دیکھا اور اس کام کے تمام مراحل سے آگاہی ہوئی۔ اس کام میں کتنی محنت درکار رہے اور یہ کام کتنا دقیق اور صبر آزما ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ساری رات محنت کے بعد محض ایک میٹر طوالت کی خطاطی گنبد پر منتقل ہوتی ہے۔ پہلے مخصوص کاغذ پر استاد شفیق الزماں خطاطی کرتے ہیں۔ پھر اس کی سوزنگ کی جاتی ہے، یعنی الفاظ کے کناروں پر سوئی سے سوراخ کیے جاتے ہیں، پھر مسجد کے متعلقہ حصے میں یہ خطاطی گنبد پر منتقل کی جاتی ہے اور بالآخر برش اور جرمنی کے ساختہ خصوصی رنگوں کی مدد سے یہ کام مکمل کیا جاتا ہے۔ مسجد نبوی علیہ میں ہر تعمیراتی کام صرف رات کو ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ میں نو تعمیر شدہ مسجد احسان میں بھی استاد شفیق الزماں نے خط ثلث جلی اور خط کوفی میں اپنے فن کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔ کراچی ائیرپورٹ کے ٹرمینل نمبر ۳ کی مسجد بخاری میں بھی آپ کی خطاطی کا خوبصورت کام خطِ ثلث جلی میں موجود ہے۔ کچھ عرصہ قبل ہی استاد شفیق الزماں نے مسجد نبوی علیہ کے قدیم اور جدید دروازوں کے ناموں کی خطاطی مکمل کی ہے۔

استاد شفیق الزماں ہر سال پاکستان آتے ہیں، یہاں ان کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شائقینِ خطاطی ان سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں اور اس فن کے باریک نکات معلوم کرتے ہیں۔ راقم الحروف کو بھی تقریباً دس سال سے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ اس عرصے میں تقریباً ہر سال آپ کی کراچی آمد کے موقعے پر آپ سے ملاقات اور استفادہ کے مواقع حاصل ہوئے۔ ایک اہم بات جو راقم نے، استاد شفیق الزماں کی صحبت میں محسوس کی وہ یہ ہے کہ آپ کے مزاج میں تکمیل پسندی کا عنصر غالب ہے۔ آپ جو کام بھی کرتے ہیں، اس میں اس قدر محنت کرتے ہیں کہ اسے درجہ کمال تک پہنچادیتے ہیں۔ راقم نے نہ صرف آپ کے قلم سے خطاطی دیکھی ہے بلکہ نقاشی، زخرفہ، تصویر سازی، ڈبل پنسل سے کیا گیا کام، چاک سے کیا گیا کام، برش اور رنگوں سے کیا گیا کام دیکھا ہے۔ ہر کام سے آپ کی یہی خصوصیت ظاہر ہوتی ہے۔

قحط الرجال کے اس دور میں اہلِ پاکستان میں استاد شفیق الزماں جیسا خطاط اور دیگر اسلامی فنون کا ماہر موجود ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اب تک آپ کی بے پناہ صلاحیتوں سے اہل وطن خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھاسکے۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسجد نبوی علیہ کے عظیم الشان کام کی تکمیل کے بعد استاد شفیق الزماں کو مدعو کیا جائے اور انہیں مناسب سہولیات فراہم کی جائیں کہ وہ یہاں باقاعدہ خطاطی، نقاشی و دیگر فنون کی تعلیم دیں۔ اگر ایسا ہوگیا تو امید ہے کہ اسلامی جمہوریۂ پاکستان میں اسلامی فنون کی بقا و ترقی کا مناسب انتظام ہو جائے گا۔

☐ خطِ کوفی میں سورۂ فاتحہ
بہ خط استاد شفیق الزماں خاں

☐ مسجد نبوی علیہ کے ایک گنبد میں استاد شفیق الزماں کے قلم سے کی گئی خطاطی سے قبل کی صورت حال

☐ اسی گنبد کے لیے استاد شفیق الزماں کے قلم سے خوبصورت خطاطی کے بعد کی صورت

سورۂ مریم کی آیت نمبر ۱۷ تا ۲۳ بہ خط استاد شفیق الزماں جنہیں مختلف پٹیوں کی صورت میں لکھا گیا۔ ان آیات کو بعد ازاں مسجد نبوی ﷺ کے ایک گنبد میں دائرے کی صورت میں منتقل کیا گیا۔

◇ لِلّٰہِ الْعِزَّۃ بہ خط استاد شفیق الزماں خان جسے آپ نے مسجد نبوی ﷺ کی محراب کے لیے ثلث جلی میں لکھا اور اسی شکل میں محراب پہ نصب کیا گیا۔

□ قرآنی آیت خطِ ثلث جلی میں

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴾

(سورة النساء آیت ٤٠)

بہ خط استاد شفیق الزماں

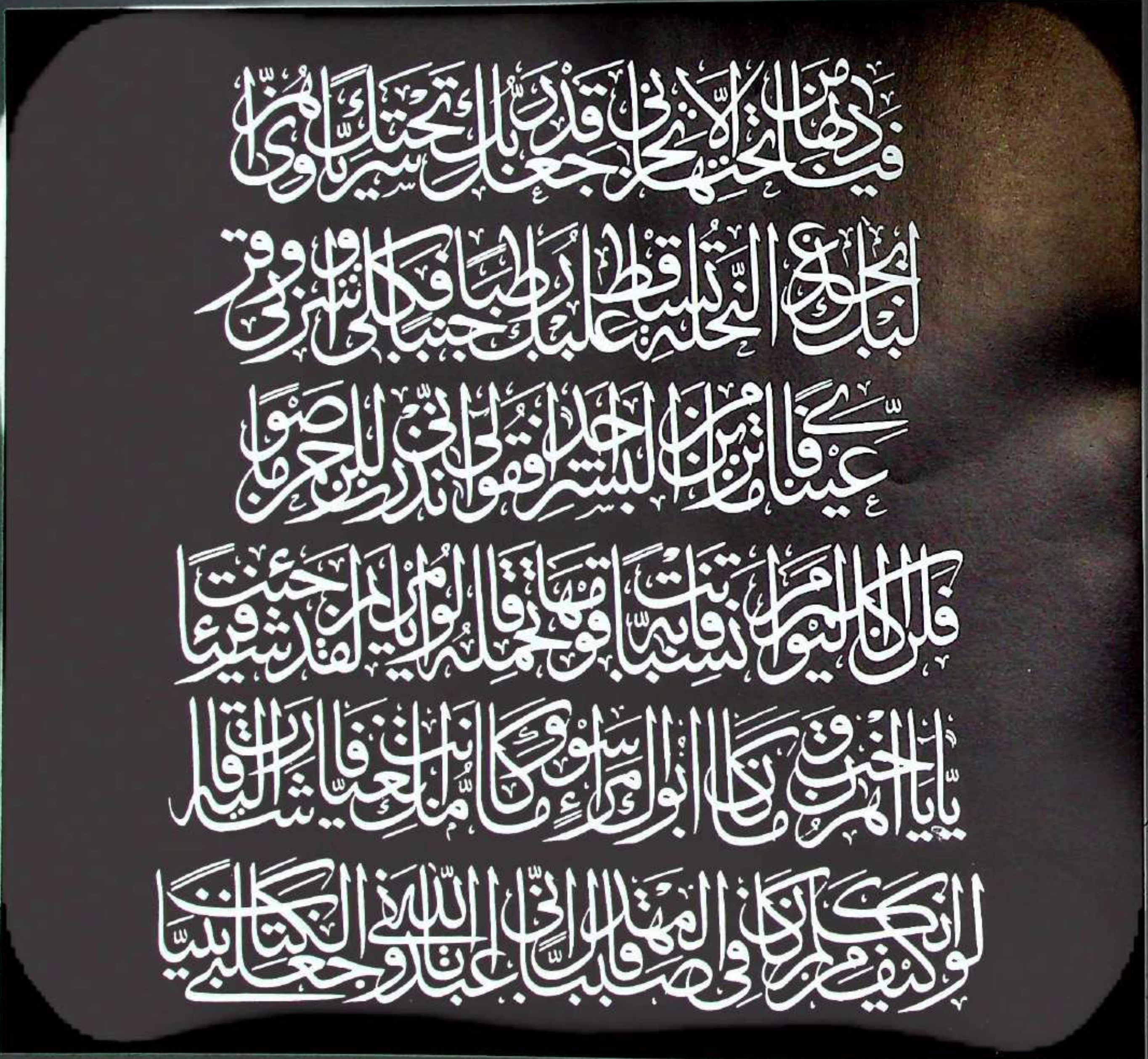

□ مسجد نبوی ﷺ کے ایک گنبد کے لیے استاد شفیق الزماں کے قلم سے سورۂ مریم کی آیت نمبر ۲۴تا۳۰۔

□ مسجد نبوی ﷺ کے قدیم اور بعض جدید دروازوں کے نام جنہیں نہایت خوبصورت انداز میں ثلث جلی میں استاد شفیق الزماں نے لکھا۔

داؤد بیکتاش

داؤد بیکتاش

داؤد بیکتاش نوجوان ترک خطاط ہیں۔ آپ کا تعلق ترک خطاطوں کی اس نسل سے ہے، جس نے ذاتی محنت، شوق اور اپنے تاریخی ورثے کے تحفظ و ترویج کے جذبے کے تحت اس فن میں بلند مقام حاصل کیا۔ آپ ترکی کے شہر ادانہ (ADANA) کے گاؤں آکولک (AKOLUK) میں ۱۹۶۳ء میں پیدا ہوئے[1]۔ گاؤں میں پرائمری تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ مڈل اور اعلیٰ تعلیم کی خاطر شہر ادانہ کے ”امام خطیب اسکول“ میں داخل ہوگئے۔ ان کے ہم جماعتوں میں احمد فاتح بے کے صاحبزادے بھی شامل تھے۔ احمد فاتح بے بیسویں صدی کے عظیم ترک خطاط حامد الآمدی کے شاگرد تھے۔ داؤد بیکتاش کے یہ ہم جماعت انہیں مسلسل فن خطاطی سے متعلق معلومات مہیا کرتے تھے اور انہیں عظیم ترک خطاطوں کے شہ پارے بھی دکھاتے۔ ایک روز انہوں نے داؤد کو ترک خطاطوں کا مشہور تذکرہ Son Hattatlar دکھایا[2]۔ اس ضخیم کتاب میں، جہاں سلطنتِ عثمانیہ کے آخری دور کے عظیم خطاطوں کے مستند حالاتِ زندگی درج ہیں، وہاں ان کی اصل تصاویر اور ان کے تخلیق کردہ شاہکار بھی موجود ہیں۔ یہ کتاب ترکی کے نامور محقق ابن الامین محمود کمال کی بلند پایہ تالیف ہے۔ سلطنتِ عثمانیہ کے آخری دور کے ترک خطاطوں کے حالات زندگی اور کارناموں پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔ اس کے بعد داؤد نے خطاطی کی مشہور کتاب Kalem Guzeli خریدلی۔ یہ کتاب مشہور و معروف ترک خطاط و محقق محمود بدرالدین یازر کی کاوش ہے۔ داؤد بیکتاش کو آہستہ آہستہ اس فن سے بے حد دلچسپی پیدا ہوگئی اور انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ خطاطی کی مزید تعلیم حاصل کریں گے اور اپنی صلاحیتیں اسی عظیم فن کی بقا، ترقی اور ترویج کی خاطر صرف کریں گے۔

۱۹۸۱ء میں داؤد، ادانہ سے استنبول آگئے اور استاد حامد الآمدی کے شاگرد یوسف ارزنجانی سے ملاقات کی اور ان سے خطاطی سکھانے کی درخواست کی، یہاں داؤد نے کچھ عرصے تک خطِ ثلث سیکھا۔ اس کے بعد

(۱) "Young Turks of the Art of Calligraphy" by Ekmeleddin Ihsanoglu, Arts and the Islamic world London, Spring- Summer 1987, Page 79.

(۲) "Young Turks of the Art of Calligraphy" by Ekmeleddin Ihsanoglu, Arts and the Islamic world London, Spring- Summer 1987, Page 79.

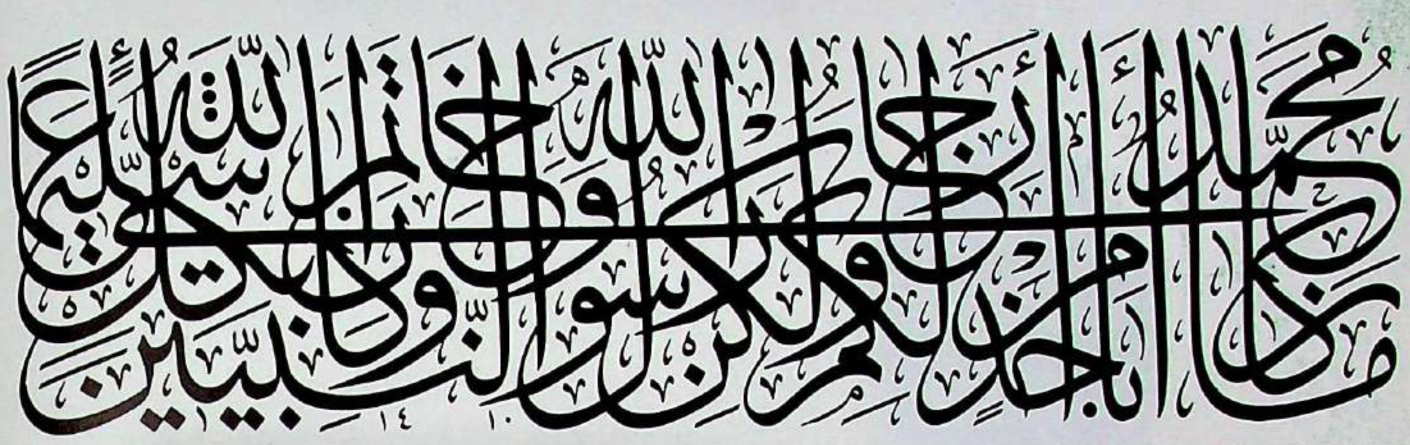

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴾

(سورة النساء آیت ٤٠)

□ خط ثلث جلی میں تحریر کردہ اس آیت پر داؤد بیکتاش کو دوسرے عالمی مقابلہ خطاطی (۱۹۸۹ء) میں پہلے انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

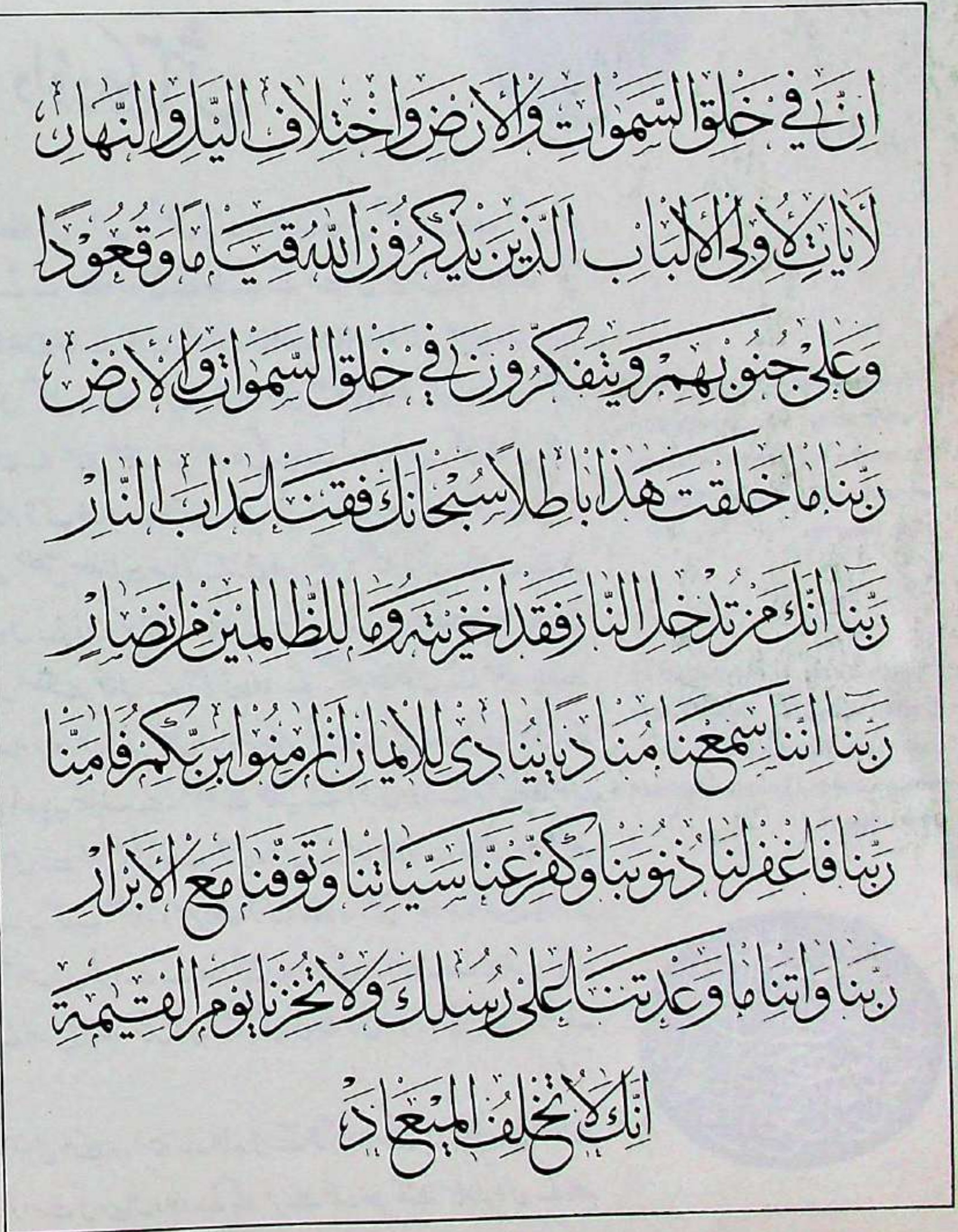

□ سورہ آلِ عمران کی آیت ۱۹۰ تا ۱۹۴ بہ خط ثلث تیسرے عالمی مقابلہ خطاطی (۱۹۹۲ء) میں اس لوحے پر داؤد بیکتاش کو اس خط میں پہلے انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔

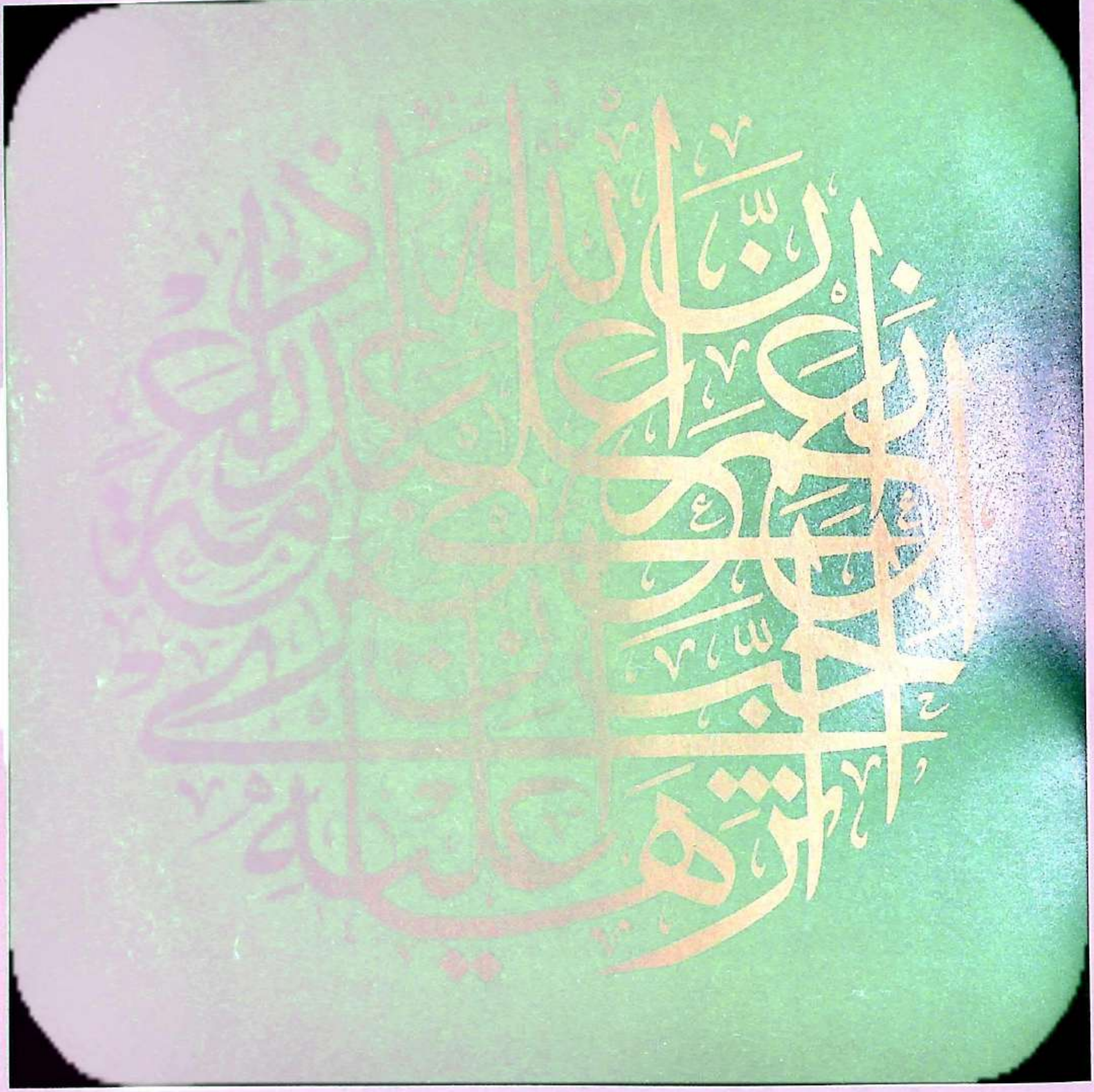

«إنَّ اللهَ إذَا أنْعَمَ عَلى عَبْدٍ نِعْمَةً أحَبَّ أنْ يَّرَى أثَرَهَا عَلَيْه»

□ استنبول میں منعقدہ پہلے عالمی مقابلہ خطاطی میں پیش کیا گیا خط ثلث جلی کا لوحہ جس پر داؤد بیکتاش کو اول انعام دیا گیا۔

آپ کو معروف خطاط اور استاد حامد کے نامور شاگرد حسن چلبی سے شرفِ تلمذ حاصل ہو گیا۔ یہاں خط ثلث میں کچھ مہارت حاصل کرنے کے بعد خط نسخ کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ اس کے بعد داؤد نے ترکی کے دو عظیم اساتذہ حامد الآمدی اور سامی آفندی کے نمونوں کو سامنے رکھ کر خطِ ثلث جلی کی مشق جاری

قرآنی آیت ﴿ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴾ بہ خط داؤد بیکتاش۔ آیت کے مضمون کی مناسبت سے گردش فلک کا خوبصورت تاثر پیش کیا ہے نیز سات آسمانوں کی مناسبت سے آیت کو سات مرتبہ لکھا ہے۔

رکھی۔ ان عظیم استاتذہ کے کام کی تقلید سے داؤد کے خط میں بھی ان کا رنگ پیدا ہو گیا۔

داؤد بیکتاش دنیا کے واحد خطاط ہیں جنہیں پہلے عالمی مقابلۂ خطاطی منعقدہ ۱۹۸۶ء اور دوسرے عالمی مقابلۂ خطاطی منعقدہ ۱۹۸۹ء میں خط ثلث جلی میں پہلا انعام دیا گیا۔ قواعد کی رو سے تیسرے عالمی مقابلہ خطاطی منعقدہ ۱۹۹۲ء میں داؤد خط ثلث جلی کے مقابلے میں شریک نہ ہو سکے چنانچہ آپ نے خط ثلث خفی میں اپنا نمونہ بھیجا اور اس طرز میں دنیا بھر کے خطاطوں میں پہلے انعام کے حقدار قرار پائے۔ داؤد بیکتاش ایک ماہر خطاط ہونے کے علاوہ ایک قابل وکیل بھی ہیں۔ آپ نے استنبول یونیورسٹی سے وکالت کی سند حاصل کی ہے۔

شرحِ اصطلاحاتِ فنِّ خطّاطی

شرح اِصطلاحات فنّ خطاطی

بہ ترتیب حروفِ تہجّی

اجازہ:

اجازہ ایک سند یا ڈپلوما ہے جو استاد خطاط، طالب علم کو ایک خاص استعداد حاصل کرنے کے بعد دیتا ہے۔ اجازہ کے حصول کے لیے لازمی ہے کہ طالب علم مخصوص امتحانی مرحلے سے گزرے۔ اس امتحان میں طالب علم، اساتذۂ خط کی موجودگی میں انہی کی دی گئی عبارت کی خطاطی کرتا ہے۔ ترکی میں یہ روایت صدیوں سے موجود ہے کہ اجازہ حاصل کیے بغیر کوئی خطاط اپنے نمونے پر توقیع (دستخط) نہیں لکھ سکتا۔

اِعراب:

اعراب زیر، زبر، پیش کو کہتے ہیں۔ اوّلین تحریریں اعراب اور نقطوں کے بغیر تھیں۔ سنہ ۵۰ ہجری میں ابوالاسود دوئلی نے (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شاگرد تھا) نقطے وضع کیے۔ بعد میں انہی نقطوں کو جنہیں مختلف رنگوں سے لکھا جاتا تھا، اعراب کے طور پر استعمال کیا گیا۔

اُنسی:

قلم کے قط کی بائیں طرف والی نوک جو لکھتے وقت کاتب سے نسبتاً قریب ہوتی ہے اُنسی کہلاتی ہے۔

تذھیب:

عربی زبان میں ذَھَبٌ سونے کو کہتے ہیں۔ تذھیب ذَھَبٌ سے نکلا ہے۔ اسکے لغوی معنیٰ سونے کا ملمع کرنا ہے لیکن اسلامی فنون میں اس کا اطلاق ہر اس سجاوٹ یا نقاشی پر ہوتا ہے جس میں سنہری رنگ کا کام کیا گیا ہو۔ موجودہ عہد میں خطاطی کے نمونوں کے گرد سنہری نقش و نگار کے علاوہ ٹائلوں اور قالین پر سنہری نقش و نگار بھی تذھیب کے زمرے میں آتے ہیں۔

تعلیق:

عربی زبان میں علّق لٹکانے یا معلّق کرنے کو کہتے ہیں۔ خطِ تعلیق میں حروف ایک دوسرے سے معلق ہوتے ہیں۔ اس خط کو ایران میں ساتویں صدی ہجری میں، خواجہ تاج الدین نے ایجاد کیا۔ یہ خط ایران کے قدیم خطوط مثلاً پہلوی، اوستائی اور کوفی سے اثر قبول کر کے وجود میں آیا۔ بعد میں ضرورت کی بنا پر نیز کثرتِ استعمال کی وجہ سے درباروں میں رائج ہو گیا۔ اس خط کی سہل اور آسان شکل کو ترسل کہتے ہیں۔ خطِ تعلیق میں تمام حروف خمیدہ اور ترچھی شکلوں کی جانب مائل نظر آتے ہیں۔

توقیع:

توقیع کے لفظی معنی دستخط یا فرمانِ شاہی کے ہیں۔ یہ خطِ ثلث کی ترمیم شدہ شکل ہے جس کے الفاظ ثلث سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ سلطنتِ عثمانیہ کی سرکاری دستاویزات کی کتابت کے لیے یہ خط مستعمل تھا۔ عموماً قرآن مجید کی کتابت کے دوران سورتوں کے نام اس خط میں لکھے جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ قرآن یا کسی اور کتاب کی کتابت کے بعد کاتب کا نام، تاریخ کتابت وغیرہ بھی خطِ توقیع ہی میں لکھے جاتے تھے۔ توقیع، خطّاط کے مختصر دستخط کو بھی کہتے ہیں جو عموماً ہر خطّاط اپنے خطّی نمونے کی تیاری کے بعد اس میں مناسب جگہ پر لکھتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی خطّاط اپنی پوری فنی زندگی کے مختلف ادوار میں ایک یا ایک سے زائد توقیعات لکھتا ہے۔

ثلث:

ثلث عربی میں ایک تہائی کو کہتے ہیں۔ خطِ ثلث تمام اسلامی خطوط میں خوبصورت ترین خط ہے۔ اس کی وجہِ تسمیہ کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں مثلاً:

(۱) یہ مشکل ترین خط ہے اور جو شخص اس خط پر عبور حاصل کر لے وہ باقی خطوط بھی بآسانی لکھ سکتا ہے گویا ایسا شخص تہائی خطّاطی پر حاوی ہو جاتا ہے۔
(۲) اس خط میں چھ حصّوں میں سے گردش دو حصے اور سطح چار حصے ہوتی ہے۔ اسی تناسب کی وجہ سے اسے ثلث کہتے ہیں۔
(۳) ثلث (تہائی)، نصف (آدھا)، ثلثین (دو تہائی) مختلف خطوط کے نام ہیں۔ یہ نام ہر خط کو لکھنے کے لیے درکار وقت کی بنا پر پڑے۔
(۴) مختلف خطوط لکھنے کے لیے کاغذ کے مختلف سائز مخصوص تھے۔ سب سے بڑے سائز کا کاغذ طومار کہلاتا تھا جسکی چوڑائی گھوڑے کے چوبیس بالوں کے برابر تھی۔ خط ثلث لکھنے کے لیے اس کاغذ کا ایک تہائی کاغذ (یعنی آٹھ بالوں کی چوڑائی) درکار تھی۔ اسی لیے اسے ثلث کہا گیا۔

جلی:

جلی کا مطلب ہے صاف اور واضح۔ اگر کسی خط کو بڑے اور آسانی سے پڑھے جانے والے حروف میں لکھا جائے تو اسے جلی کہتے ہیں۔ جلی کوئی علیحدہ خط نہیں بلکہ عام طور پر خط کے نام کے بعد لکھا جاتا ہے مثلاً ثلث جلی، نستعلیق جلی، دیوانی جلی وغیرہ۔ عموماً جلی لکھنے کے لیے قلم کا قط ایک سینٹی میٹر یا اس سے زائد رکھا جاتا ہے۔

جلی دیوانی:

یہ خطِ دیوانی کی پیچیدہ اور زیادہ آرائش والی شکل ہے۔ سلطنتِ عثمانیہ کے عہد میں یہ خط، سلطان اور شاہی محل کی اہم ترین دستاویزات کی کتابت کے لیے مستعمل تھا۔ اس کا پڑھنا آسان نہیں اسلیے اسے پڑھنے کے لیے خاص مہارت درکار ہے۔

حِلیہ:

حِلیہ یا حِلیۃ النبی ﷺ خطاطی کے اس خوبصورت نمونے کو کہتے ہیں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کی خطاطی کی جاتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف مبارکہ بیان کیے گئے ہیں۔ حلیہ لکھنے کی ابتداء قرآن مجید کی کتابت کے حوالے سے مشہور ترک خطاط حافظ عثمان (۱۶۴۲ء۔۱۶۹۸ء) نے کی۔ اس کے بعد سے تمام ترک خطاطوں نے حلیہ ہائے مبارکہ لکھے اور یہ روایت برابر قائم ہے۔

خط:

ابتدا میں خط اس لکیر کو کہتے تھے جسے زمین پر کھود کر یا ریت پر، لکڑی کی نوک یا انگلی سے بنایا جائے۔ بعد کے ادوار میں خط کے معنی رسمِ کتابت کے ہو گئے یعنی عربی زبان لکھنے کا طریقہ۔ دنیا کی کسی قوم نے مسلمانوں سے زیادہ اپنے خط میں، حسن و جمال کے پہلو پیدا نہیں کیے اور نہ ہی کسی قوم نے اپنے خط کی اتنی اقسام ایجاد کیں جتنی مسلمانوں نے کیں۔

دیوانی:

دیوانی کے معنی ہیں سرکاری۔ یہ خط ترکوں کا ایجاد کردہ ہے۔ سلطنتِ عثمانیہ کے عہد میں دیوانِ شاہی کے فرامین اور اہم کاغذات کی کتابت کے لیے مستعمل تھا اسلیے دیوانی کہلایا۔ اس خط کو خطِ ہمایونی بھی کہا جاتا ہے۔

رقاع:

رقاع جمع ہے رقعہ (کاغذ کا پرزہ یا مکتوب) کی۔ حسابی کام رقعوں پر اسی خط میں کیا جاتا تھا۔ نیز یہ خط رقعات و مکاتبات لکھنے کے لیے بھی مستعمل تھا۔ خطِ رقاع کو خطِ اجازہ بھی کہا جاتا ہے۔

رقعہ:

رقعہ مکتوب کو کہتے ہیں۔ یہ خط خطِ رقاع میں کئی تبدیلیوں کے بعد عالمِ وجود میں آیا۔ اس کی ایجاد کا اصل مقصد روزمرہ اور عام تحریر کے لیے ایک ایسے خط کی ضرورت تھی جسے سہولت اور تیز رفتاری سے لکھا جاسکے۔ اس میں دیگر خطوط کی بہ نسبت سیدھا پن زیادہ ہے۔ آج کل روزمرہ خط

وکتابت کے لیے عرب ممالک میں یہی خط مستعمل ہے۔ اس کے علاوہ اخبارات واشتہارات کی سرخیوں کے لیے بھی خطِ رقعہ ہی لکھا جاتا ہے۔

ریحانی:

اسے خطِ محقق سے اختراع کیا گیا چنانچہ یہ خط اصول میں خطِ محقق کے تابع اور محقق کی خوبصورت شکل ہے۔ یہ خوبصورتی میں ریحان کی سی نزاکت رکھتا ہے اسی ناز کی اور نفاست کی وجہ سے خطِ ریحانی کہلایا۔

زلفِ عروس:

اسے زلفِ عروس اسلیے کہاجاتا ہے کہ اس خط کے شروع اور آخر میں نیم گولائی دے کر زلف کی سی ہیئت پیدا کی جاتی ہے۔ دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ زلف کے بال حروف کے دامن سے گزر رہے ہیں۔ .

زیرِ مشق:

زیرِ مشق چمڑے یا موٹے کاغذ کی اس تہہ کو کہتے ہیں جس پر کاغذ پھیلا کر کتابت کی جاتی ہے۔

سیاقت:

یہ خط مختصر نویسی (Short hand) سے مشابہ ہے۔ اس کی ابتدا ترکوں نے کی۔ یہ خط صرف بیع ناموں اور جائیداد سے متعلق کاغذات کی کتابت کے لیے مستعمل تھا۔ اس کی ایجاد کا اصل مقصد راز داری تھا تاکہ ان کاغذات کو کوئی غیر متعلقہ شخص نہ پڑھ سکے۔ اس خط میں حروف کے نقاط بھی نہیں لکھے جاتے تھے تاکہ بہ مشکل پڑھا جاسکے۔

سیاہ مشق:

سیاہ مشق خطاطی کی مشق کی ایک خاص قسم ہے۔ اس میں حروف یا الفاظ بار بار لکھے جاتے ہیں۔ اگر حرف یا لفظ صحیح لکھا گیا ہو تو مکرر لکھنے سے خوشنویس کی گرفت میں آجاتا ہے۔ اگر غلط لکھا گیا ہو تو مکرر لکھنے سے اسے صحیح لکھا جاسکتا ہے۔ عربی زبان میں اس انداز کی مشق کو کَرلَمہ کہتے ہیں۔

شکستہ:

خطِ نستعلیق کا لکھنا محنت طلب اور وقت طلب ہوتا ہے۔ مرتضیٰ قلی شاملو، حاکم ہرات نے تعلیق اور نستعلیق کی آمیزش سے خطِ شکستہ وضع کیا۔ اسکے دائرے اور شوشے کٹے ہوئے ہوتے ہیں یا دائرے لمبے ہوتے ہیں۔ خطِ شکستہ کو تیز رفتاری سے بآسانی لکھا جاسکتا ہے۔

صعودِ حقیقی:

صعودِ حقیقی قلم کی نیچے سے اوپر کی جانب حرکت کو کہتے ہیں۔اس میں قلم بالکل مستقیم نیچے سے اوپر کی جانب جاتا ہے۔

صعودِ مجازی:

صعودِ مجازی بھی قلم کی نیچے سے اوپر کی جانب حرکت کو کہتے ہیں مگراس میں قلم سیدھااوپر نہیں جاتا بلکہ حرف کی شکل کے مطابق یہ حرکت خم دار ہوتی ہے۔

طغرئ:

یہ خط عہد بنی عباس میں ایجاد ہوا۔اس میں تین عدد عمود لکھے جاتے ہیں۔ان کے گرد بقیہ عبارت لکھی جاتی ہے۔اوّل اوّل سلاطین کے نام اس خط میں لکھے جاتے تھے پھر عام افراد بھی اس خط میں اپنے نام لکھوانے لگے۔سلاطینِ عثمانی کے طغرے اس فن میں ترک خطاطوں کی مہارتِ فن کے شاہد ہیں۔ بعض خطاطوں نے بسم اللہ، کلمۂ طیبہ ،احادیثِ مبارکہ اور آیاتِ قرآنی بھی خطِ طغرئ میں لکھی ہیں۔

غبار:

یہ بہت باریک خط ہے۔اسے غبار (خاک) کی طرح نہایت باریک لکھا جاتا ہے کہ آنکھ بہ مشکل پڑھ سکے۔اس خط کی ظاہری شکل غبار سے مماثلت رکھتی ہے۔اس خط کو رقاع اور نسخ سے اختراع کیا گیا ہے۔

قِطعہ:

قِطعہ ایک مخصوص خطی نمونے کا نام ہے جس کا سائز عموماً درمیانی سائز کی کتاب کے برابر ہوتا ہے۔حلیۃ النبی ﷺ کی طرح قِطعہ کی ایجاد کا سہرا بھی ترکوں ہی کے سر ہے۔اس میں کاغذ کے ایک جانب یا تو ایک خط (مثلاً نسخ یا تعلیق) یا دو خطوط (مثلاً ثلث + نسخ یا محقق + ریحانی) میں خطاطی کی جاتی ہے۔سب سے زیادہ ثلث + نسخ میں قِطعے لکھے گئے ہیں۔ قطعے کے درمیان اور چاروں طرف خوبصورت رنگین نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔اس کے بعد اسے گتّے پر چسپاں کر کے فریم کر دیا جاتا ہے۔

کرّاسہ:

موجودہ عربی زبان میں کرّاسہ نوٹ بک یا کاپی کو کہتے ہیں۔ فنِ خطاطی میں کرّاسہ خطاطی سیکھنے کے لیے رہنما کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں مفردات اور مرکبات اصول کے تحت لکھنے کے لیے رہنمائی کی گئی ہو۔ مختلف عربی خطوط سیکھنے کے لیے جو کرّاسے معروف ہیں ان میں محمد شوقی آفندی،

شیخ عبدالعزیزالرفاعی، مصطفٰے عزت، ہاشم محمد بغدادی، سیّد ابراہیم وغیرہ کے کراسے فنی حیثیت سے بلند مقام کے حامل ہیں۔ لاہوری طرزِ نستعلیق سیکھنے والوں کے لیے تاج الدین زرّیں رقم کی معروف کتاب "مرقع زرّیں" بھی کراسہ کہی جاسکتی ہے۔

کوفی:

خطِ کوفی شہر کوفہ میں ایجاد ہوااسی لیے کوفی کہلایا۔ یہ مروجہ عربی خطوط میں قدیم ترین ہے۔ اسے خلیل بن احمد بصری نے ۶۰ھ میں خطِ حیری میں اصلاح کے بعد ایجاد کیا۔ اس زمانے سے قرآن مجید کی کتابت خطِ کوفی میں ہونے لگی نیز مساجد و عمارات میں بطور تزئینی خط کے بھی اس کا استعمال شروع ہوا۔ خطِ کوفی کے اجزاء میں مستقیم سطور اور مختلف زاویے شامل ہیں۔ خطِ کوفی کی بے شمار اقسام ہیں جن میں کوفی اولیّہ، کوفی سادہ، کوفی بنایی، کوفی تربیعی، کوفی تزئینی، کوفی جمیل، کوفی مبسوط، کوفی مورّق، کوفی مشجر، کوفی مشکول، کوفی موشح وغیرہ شامل ہیں۔

گلزار:

اس خط میں حروف کے داخلی حصّوں کو گل بوٹوں اور پتوں سے ماہرانہ انداز میں مزیّن کیا جاتا ہے گویا کہ ایک گلزار کا منظر پیش کیا جاتا ہے۔ اس خط کے لکھنے کے دوران اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ خوش نویسی کے اصولوں کی رعایت باقی رہے۔ عموماً خطِ نستعلیق ہی میں لکھا جاتا ہے۔

متعاکس۔ متناظر:

کسی بھی خط کو اگر اس طرح لکھا جائے کہ ایک طرف اصل خط اور دوسری طرف اس کا عکس الٹی لکھائی کی صورت میں لکھا جائے تو اسے متعاکس یا متناظر کہتے ہیں۔ ایسا لکھنے کے لیے انتہائی مہارت درکار ہے کیونکہ ایک جانب لکھے حروف کو بالکل الٹ اسی طرح لکھنا کہ کوئی فرق نظر نہ آئے نہایت مشکل کام ہے۔

محقّق:

یہ خط خطِ ثلث سے ماخوذ ہے۔ پڑھنے میں صاف ہونے کی بنا پر محقق کہلایا۔ یہ خط اسنادِ معتبرہ اور شاہی دستاویزات کی کتابت کے لیے مستعمل تھا۔

مرقّع:

مرقّع اس البم کو کہتے ہیں جس میں کئی قطعے یا خطّاطی کے دیگر نمونے ترتیب سے رکھے گئے ہوں۔ مرقّع میں تمام نمونے علیحدہ علیحدہ یا یکجا ہوتے ہیں۔

مسلسل:

یہ کوئی علیحدہ خط نہیں بلکہ اگر کسی خط کو اس طرح لکھا جائے کہ تمام حروف باہم پیوست ہوں اور کوئی حرف دوسرے سے جدا نہ ہو تو وہ خط مسلسل کہلائے گا مثلاً ثلث مسلسل، دیوانی مسلسل، کوفی مسلسل وغیرہ۔ خط کی تمام اقسام کو بشرطِ حفاظت اصول و معیار خطِ مسلسل سے مربوط کر کے لکھا جاسکتا ہے۔

نزولِ حقیقی:

اگر قلم کی حرکت اوپر سے نیچے کی جانب اور خطِ مستقیم میں ہو تو یہ نزولِ حقیقی کہلاتا ہے۔

نزولِ مجازی:

قلم کی حرکت اوپر سے نیچے ہو مگر خطِ مستقیم میں نہ ہو بلکہ خم دار تو یہ نزولِ مجازی کہلاتا ہے۔

نسخ:

خطِ نسخ کی وجہِ تسمیہ کے بارے میں دو آراء پائی جاتی ہیں۔ پہلی رائے کے مطابق خطِ نسخ کی ایجاد سے قبل کتابت قرآن مجید خطِ کوفی میں ہوتی تھی۔ خطِ نسخ نے خطِ کوفی کو منسوخ کر دیا اسلیے یہ نسخ کہلایا۔ اس کے بعد کتابتِ قرآن اسی خط میں ہونے لگی۔ دوسری رائے کے مطابق چونکہ قرآن مجید کی کتابت ایک نسخے سے دوسرے کو نقل کر کے کی جاتی ہے اسلیے یہ نسخ (یعنی نقل کرنا) کہلایا۔ یہ وہ معروف ترین خط ہے جو تقریباً ایک ہزار سال سے اپنی خوبیوں کی بنا پر کتابتِ قرآن مجید کے لیے مستعمل اور پسندیدہ ہے۔ اس خط کی خوبی یہ ہے کہ الفاظ کا عرض طوالت کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتا ہے اسلیے حروف پر اعراب و نقاط اپنے صحیح مقام پر بآسانی لگائے جاسکتے ہیں۔

نستعلیق:

یہ خط خطِ نسخ اور خطِ تعلیق کی آمیزش سے وجود میں آیا۔ اسکے موجد میر علی تبریزی تسلیم کیے گئے ہیں لیکن بعض محققین کے نزدیک یہ خط ان سے قبل رائج تھا اور میر علی کی حیثیت خطِ نستعلیق کے مصلح کی ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ ایران میں یہ سب سے زیادہ پسندیدہ خط ہے اور اردو و فارسی کی کتابت کے لیے مستعمل ہے۔ ہمارے ہاں خطِ نستعلیق کی جو اقسام رائج ہیں ان میں لاہوری طرز نستعلیق اور دہلوی طرز نستعلیق معروف ہیں۔ ایرانی طرزِ نستعلیق اور ترکی طرز نستعلیق بھی خطِ نستعلیق کی اقسام ہیں جن پر مقامی اثرات غالب ہیں۔

وحشی:

وحشی قلم کے قط کے دائیں کنارے یا نوک کو کہتے ہیں۔ لکھتے وقت، وحشی، اُنسی کے مقابلے میں کاتب سے نسبتاً دور ہوتی ہے۔

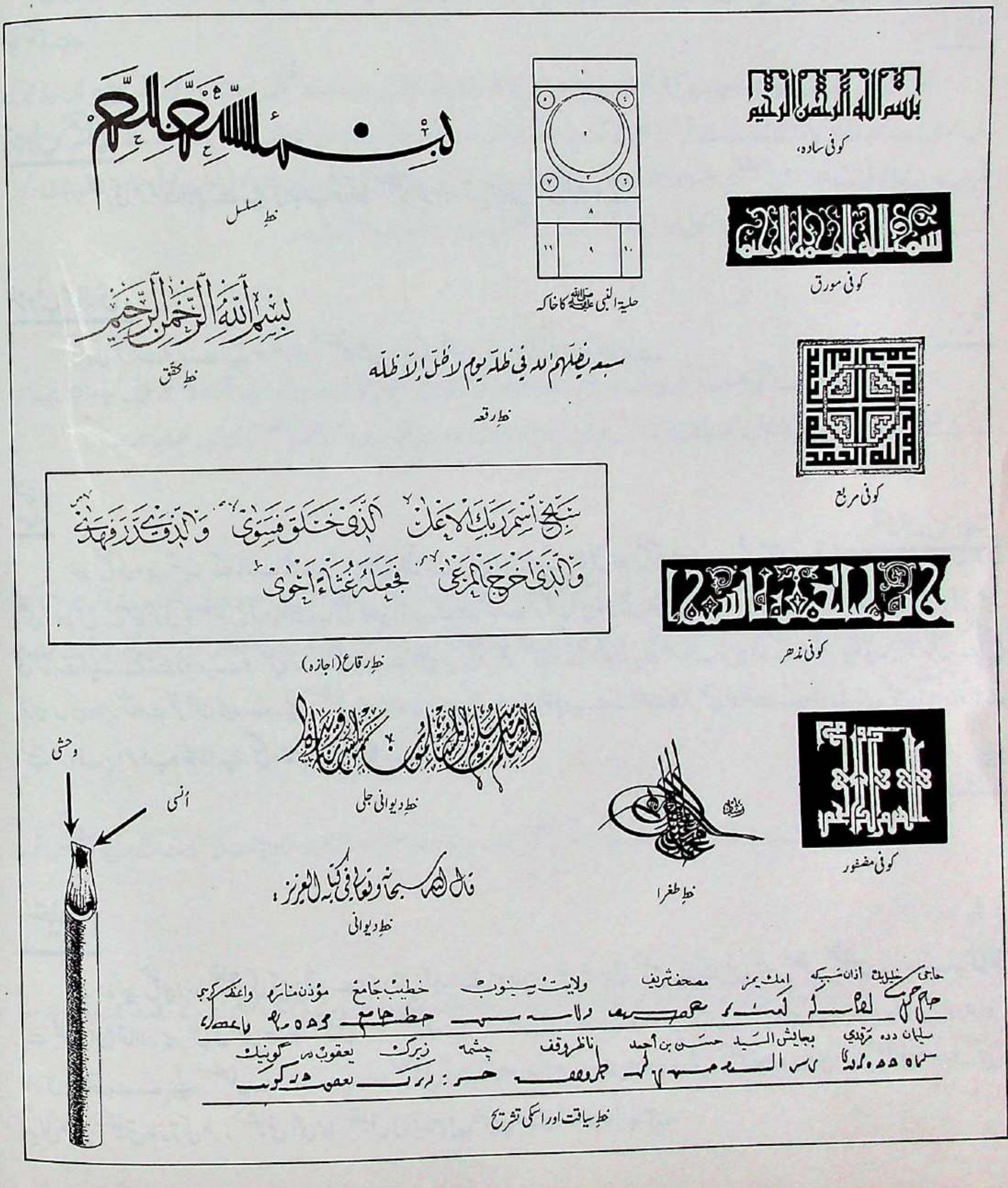

ماخذ و مصادر

ماخذ و مصادر

قرآن مجید به خط حامد الآمدی، موسّسه وقف الخدمة، استانبول، ١٩٧٤ء۔

قرآن مجید به خط حافظ امین الرشدی (بعض مقامات پر خطاطی از ہاشم محمد بغدادی)، دیوان الاوقاف، بغداد، ١٣٨٦ھ۔

بنیادی ماخذ

اردو، عربی، فارسی مطبوعات

کتب:

☆ شاغل عثمانی، مولوی احترام الدین احمد: صحیفۂ خوشنویساں، دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۷ء۔

☆ او غور درمان، مصطفی: فنّ الخطّ، الطبعة الاولیٰ، مرکز الابحاث للتّاریخ والفنون والثّقافة الاسلامیة، استانبول، ١٩٩٠م.

☆ کامل البابا: روح الخطّ العربی، الطبعة الاولیٰ، بیروت، دار العلم للملایین، ١٩٨٣م.

☆ عبدالقادر عبدالله، محمد: من الخطوط العربیة، قاهرة، الهیئة المصریّة العامّة للکتاب، ١٩٩٠م.

☆ ناجی زین الدّین: بدائع الخطّ العربی، الطبعة الاولیٰ، بغداد، وزارة الاعلام، ١٩٧٢م.

☆ ناجی زین الدّین: مصوّر الخطّ العربی، الطبعة الثالثة، بغداد، مکتبة النّهضة، ١٩٨٠م.

☆ ولید الاعظمی، الخطّاط: تراجم خطّاطی بغداد المعاصرین، مکتبة النهضة بغداد، ١٩٧٧م.

☆ علی راہجیری: تذکرۂ خوشنویسانِ معاصر جلد اوّل، تہران، موسسہ انتشاراتِ امیر کبیر، ۱۳۶۴ش ھ (۱۹۸۵ء)۔

☆ علی راہجیری: زندگانی و آثار عماد الکتّاب، تہران، کتاب خانہ مرکزی، ۱۳۴۲ش ھ۔ (۱۹۶۳ء)

☆ فضائلی، حبیب اللہ: اطلسِ خط، اصفہان، انتشاراتِ مشعل، ۲-۱۳۴۲ش ھ (۱۹۶۳ء)۔

☆ عبد الرفیع حقیقت: تاریخ ہنرہائے ملّی و ہنر مندانِ ایرانی، تہران، شرکتِ مولفان و مترجمانِ ایران، ۱۳۶۹ش ھ (۱۹۹۰ء)۔

مضامین و مقالات

☆ انبیاء انصاری: ''مسجد نبوی ﷺ کے پہلے پاکستانی خطّاط شفیق الزماں''روزنامہ جنگ کراچی، ۱۶، مئی ۱۹۹۳ء۔

☆ انور انصاری: ''مسجد نبوی ﷺ کے پہلے پاکستانی خطّاط شفیق الزماں سے انٹرویو''ہفت روزہ تکبیر کراچی، ۱۳، مئی ۱۹۹۳ء۔

☆ انور انصاری: ''خطاط شفیق الزماں''، سہ ماہی ادبیات اسلام آباد، بین الاقوامی ادب نمبر ا، جلد ۹ شمارہ ۳۵، ۳۶، بہار، گرما ۱۹۹۶ء۔

☆ انور انصاری: ''عبد المجید دہلوی مرحوم''، ہفت روزہ تکبیر کراچی، جلد ۱۶ شمارہ ۱۰، ۱۰، مارچ ۱۹۹۴ء

☆ تحسین جہاں: ''فن خطاطی اور مجید دہلوی کی خدمات''، روزنامہ جنگ کراچی، جمعہ میگزین، ۳، مارچ ۱۹۹۵ء

☆ حکیم مظفر عزیز: ''صوفی عبد المجید پرویں رقم''رسالہ کتاب لاہور، اپریل مئی ۱۹۶۷ء۔

☆ غلام نظام الدین: ''فن کار سے ملیے''، پندرہ روزہ نیا پیام لاہور، جلد ۱۴ شمارہ ۱۲، ۱۵، جون ۱۹۷۱ء۔

☆ فریداحمد: ''امام الخطاطین حافظ یوسف سدیدی''، ماہنامہ پہچان کراچی، جلد ۳ شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۸۶ء۔

☆ قاضی عبد السلیم: ''استاد یوسف دہلوی مرحوم''، روزنامہ جنگ کراچی، ۱۸، مارچ ۱۹۷۷ء۔

☆ کوکب جمیل: ''خطاط اعظم عبد المجید ایک تعارف۔ ایک انٹرویو''ماہنامہ پہچان کراچی، جلد ۳ شمارہ ۹، ستمبر ۱۹۸۶ء۔

☆ محمد خالد جاوید یوسفی: ''استادِ محترم۔ حافظ محمد یوسف سدیدی''، سہ ماہی ادبیات اسلام آباد، جلد ۴ شمارہ ۱۳، ۱۴، ۱۵، س ن۔

☆ محمد رضی دہلوی: ''بابائے خطاطی استاد محمد یوسف دہلوی''ماہنامہ قومی زبان کراچی، جلد ۶۲ شمارہ ۷، جولائی ۱۹۹۰ء۔

☆ محمد رضی دہلوی: ''بابائے خطاطی استاد محمد یوسف دہلوی''، ماہنامہ کتابی دنیا کراچی، جلد ۱۸ شمارہ ۱۲، فروری مارچ ۱۹۹۱ء۔

☆ محمد عالم مختار حق: ''حواشی گنجینۂ گوہر''، ماہنامہ الرشید لاہور، جلد ۲۳ شمارہ ۲، اکتوبر ۱۹۹۴ء۔

☆ محمد عالم مختار حق: ''نوادر پرویں رقم''ماہنامہ الرشید لاہور، جلد ۲۳ شمارہ ۸، اپریل ۱۹۹۵ء۔

☆ محمد عالم مختار حق: ''نوادر پرویں رقم''، ماہنامہ الرشید لاہور، جلد ۲۴ شمارہ ۱۱، جولائی ۱۹۹۶ء

☆ مسعود احمد برکاتی: ''خطاطِ اعظم منشی محمد یوسف مرحوم''، ماہنامہ خبر نامۂ ہمدرد کراچی، جون ۱۹۷۷ء۔

☆ معصوم مراد آبادی: ''خلیق ٹونکی مرحوم''، روزنامہ قومی آواز نئی دہلی، ۵، جولائی ۱۹۹۴ء۔

☆ معین نظامی: ''امام الخطاطین حافظ محمد یوسف سدیدی''، ماہنامہ وحدتِ اسلامی اسلام آباد، شمارہ ۸۲، ستمبر اکتوبر ۱۹۹۱ء۔

☆ ملک نواز احمد اعوان: ''استنبول میں عالمی مقابلہ خطاطی''، ہفت روزہ تکبیر کراچی، ۲۰ تا ۲۶ فروری ۱۹۸۷ء۔

☆ نازش رضوی، ابو ظفر: ''صوفی عبد المجید پرویں رقم''، ماہنامہ خوشنویس لاہور، جلد ا شمارہ ا، مارچ ۱۹۵۰ء۔

☆ نسیم الحق عثمانی: ''فن خطاطی کا محسنِ اعظم یوسف دہلوی''، روزنامہ حریت کراچی، ۱۴، مارچ ۱۹۷۷ء۔

☆ نسیم الحق عثمانی: "محمد یوسف دہلوی۔ فن خطاطی کا آخری امام"، روزنامہ حریّت کراچی، ۲۱، مارچ ۱۹۷۷ء۔

☆ نسیم الحق عثمانی: "فن خطاطی کا محسنِ اعظم یوسف دہلوی" ماہنامہ کتابی دنیا کراچی جلد ۱۸ شمارہ ۱۲، فروری مارچ ۱۹۹۱ء۔

☆ نظام الدین: "میرا پسندیدہ فنکار۔ یوسف سدیدی"، ماہنامہ اوراق لاہور، جلد ا شمارہ ۳، ۱۹۶۶ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: "خطّاط الملک تاج الدین زرّیں رقم، روزنامہ کوہستان لاہور، ۱۴، جون ۱۹۶۴ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: "تاج الدین زریں رقم، روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۲، جون ۱۹۶۹ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: "خطّاطانِ قرآن"، ماہنامہ سیّارہ ڈائجسٹ لاہور، قرآن نمبر جلد دوم، نومبر ۱۹۶۹ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: "خطّاطانِ قرآن۔ عہدِ نبوی ﷺ سے خلافت عباسیہ تک"، ماہنامہ سیّارہ ڈائجسٹ لاہور، قرآن نمبر جلد سوم، اپریل ۱۹۷۰ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: "خطّاطی، تاریخی عظمت کا شاہکار ایک بے مثال فن" بروشر نمائش خطاطی زیر اہتمام پنجاب آرٹ کونسل لاہور، ۱۹۷۶ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: "اسلامی خطاطی اور اقسامِ خط" رسالہ روایت لاہور، شمارہ ۲، ۱۹۸۵ء۔

☆ **الدكتور محمد حوب: "حامد آخر الخطّاطين العظام" مجلّة العربي كويت، العدد ۲۹۰، يناير ۱۹۸۳م۔**

غیر مطبوعہ مواد:

☆ ثناء الحق صدیقی: "عبد المجید دہلوی مرحوم" (غیر مطبوعہ مضمون مخزونہ جناب جاوید مجید پسر عبد المجید دہلوی مرحوم)

☆ حالاتِ زندگی استاد غلام حسین امیر خانی مرسلہ انجمن خوشنویسانِ ایران، تہران۔

☆ خالد محمود: "اردو صحافت میں خطاطی کی تاریخ"، مقالہ برائے ایم اے (صحافت) سال ۱۹۷۶ء مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور۔

☆ صفیہ غفور: "مسلم خطاط خواتین" مقالہ برائے ایم اے (اسلامیات) سال ۱۹۶۹ء مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور۔

☆ محمد خالد جاوید یوسفی (مرتب): "جمالِ یوسف" (انتخاب نمونہ ہائے خطاطی حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم)۔

☆ حالات زندگی محمد خلیق ٹونکی مرحوم مورخہ یکم فروری ۱۹۹۲ء بقلم خود۔

☆ بورینی، محمد احمد عبدالعزیز: الخطّ والكتابة وفضلهما في القرآن الكريم والاحاديث النبويّة الشّريفة والآثار، أطروحة دكتوراه، قسم اللغة العربيّة، جامعة السّند، ۱۹۹۵م۔

انٹرویو:

☆ سیّد انور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم) سے ۲۱، اکتوبر ۱۹۹۶ء اور اس کے بعد متعدد مرتبہ۔

☆ استاد شفیق الزماں خان سے متعدد مواقع پر۔

☆ جاوید مجید پسر عبد المجید دہلوی مرحوم سے مورخہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۹۵ء اور اسکے بعد متعدد مواقع پر۔

☆ علاء الدین خالد صاحب (برادرزادہ محمد یوسف دہلوی مرحوم) سے مورخہ ۲، دسمبر ۱۹۹۵ء کو۔

☆ عبد المجید دہلوی مرحوم سے مورخہ ۱۷، اگست ۱۹۸۸ء کو۔

دائرۃ المعارف / انسائیکلوپیڈیا:

☆ اردو انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز، دوسرا ایڈیشن، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۶۸ء۔

☆ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، دانشگاہِ پنجاب لاہور، جلد ۱۵، طبع اوّل، ۱۹۷۵ء۔

☆ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، دانشگاہِ پنجاب لاہور، جلد ۸، طبع اوّل، ۱۹۷۳ء۔

متفرق اخبارات و رسائل:

☆ روزنامہ امروز لاہور، ۱۷، اکتوبر ۱۹۸۶ء، خصوصی اشاعت بیاد امام الخطّاطین حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم۔

☆ سہ ماہی علم و فن گوجرانوالہ، جلد ا شمارہ ۴، مارچ اپریل مئی ۱۹۹۱ء۔

☆ روزنامہ جنگ کراچی، ۱۸، فروری ۱۹۹۴ء۔

☆ روزنامہ مشرق کراچی، ۳، مارچ ۱۹۹۴ء۔

☆ ہفت روزہ لیل و نہار لاہور، جلد ۱۱ نمبر ۱۳، ۲۶، مارچ ۱۹۶۱ء۔

☆ "حوار مع محمّد عبدالقادر عبدالله شیخ الخطّاطین بمصر"، جریده الشّرق الاوسط لندن، ۱۳، دسمبر ۱۹۸۳م۔

☆ رسالہ ہنر و مردم تہران (متعدد شمارے)

انگریزی، ترکی مطبوعات

کتب:

☆ Atiq R. Siddiqui: *THE STORY OF ISLAMIC CALLIGRAPHY*, Delhi, Sarita Book House, 1990.

☆ *CATALOGUE OF WINNERS PLATES IN THE FIRST INTERNATIONAL CALLIGRAPHY COMPETITION IN THE NAME OF HAMID AL AMIDI*, Istanbul, International Commission for the Preservation of Islamic Cultural Heritage, *1987*.

☆ *CATALOGUE OF WINNERS PLATES IN THE SECOND INTERNATIONAL CALLIGRAPHY COMPETITION IN THE NAME OF YAQUT EL MUSTASIMI*, Istanbul, International Commision for the Preservation of Islamic Cultural Heritage, *1991*.

☆ *CATALOGUE OF WINNERS PLATES IN THE THIRD INTERNATIONAL CALLIGRAPHY COMPETITION IN THE NAME OF IBN-EL-BAWWAB*, Istanbul, International Commission for the Preservation of Islamic Cultural Heritage, 1996.

☆ *TREASURE OF QUR'ANIC CALLIGRAPHY*, Karachi, Hamdard Foundation, 1991.

☆ Ülker, Muammer : *THE ART OF TURKISH CALLIGRAPHY FROM THE BEGINING UPTO PRESENT*, Ankara., Turkiye iş Bankasi, Cultural Publications, 1987.

☆ *HASHEM AL KHATTAT*, London, the Iraqi Cultural Centre, 1978.

☆ Derman, M. Uğur : *TURK HAT SANATININ ŞAHESERLERİ*, Ankara, Kültür Bakanligi Yayinlari, 1990.

☆ Serin, Muhittin : *HATTAT AZIZ EFENDI*, Istanbul, Kubbealti. Akademisi, 1988.

☆ Serin, Muhiddin : *HAT SAN'ATIMIZ*, Istanbul, Kubbealti Nęsriyati, 1982.

☆ Şevket Rado : *TÜRK HATTATLARI*, Istanbul, Yayin Matbaacilik.

☆ Inal, İbnülemin Mahmud Kemal : *SON HATTATLAR*, Istanbul, Maarif Basimevi, 1955.

☆ Yazir, M. Badreddin : Medeniyet Aleminde Yazi ve Islam Medeniyetinede *KALEM GUZELI-I*, Ankara, Ayyildiz Matbassi A.Ş, 1972.

☆ Yazir, M. Badreddin : Medeniyet Aleminde Yazi ve Islam Medeniyetinde *KALEM GUZELI-II*, Ankara, Ayyildiz Matbassi A.Ş, 1974.

☆ Yazir, M. Badreddin : Medeniyet Alemindi Yazi ve Islam Medeniyetinde *KALEM GUZELI III*, Ankara, Gaye Matbaacilik A.Ş, 1989.

☆ Subaşi, Dr. M. Hüsrev : *YAZIYA GİRİŞ*, İstanbul, Dersaadet Yayinevi, 1987.

☆ *KOK*, Sayi 16, Cilt 2, Haziran 1982, Son Devrin En Buyuk Hattati, Reisul Hattatini HAMID AYTAÇ,I KAYBETTIK.

مضامین و مقالات:

☆ *Arts & the Islamic World*, London, Special Issue on Islamic Heritage, Volume 4, Number 3, Spring-Summer 1987, INTERNATIONAL ISLAMIC CALLIGRAPHY COMPETITION by Ekmeleddin İhsanoğlu.

☆---- THE ART OF CALLIGRAPHY IN ISLAM by M. Ugur Derman.

☆---- YOUNG TURKS OF THE ART OF CALLIGRAPHY by Ekmeleddin İhsanoğlu,

NEWSLETTER Istanbul, No.2, 1988, CALLIGRAPHER HAMID AYTAÇ AND HIS WORKS.

December 1988, INTERNATIONAL YAQUT EL MUSTASIMI CALLIGRAPHY COMPETITION 1409H-

---- No. 26, August 1991, DEMISE OF LEBANESE CALLIGRAPHER KAMIL ALBABA.

☆---- No. 35, December 1994, THE LATE CALLIGRAPHER SAYED IBRAHIM AND HIS WORKS.

☆---- No. 42, April 1997, CALLIGRAPHER M.U.ZAKARIYA AND JILANI GHARBI RECEIVED CALLIGRAPHY DIPLOMAS.

☆---- No. 42, April 1997, BOOK ON THE LIFE AND THE WORKS OF THE FAMOUS CALLIGRAPHER LATE SAYED IBRAHIM TO BE PUBLISHED BY ICIPICH.

☆---- No. 42, April 1997, DEMISE OF THE WELL KNOWN EGYPTIAN CALLIGRAPHER MOHAMMED ABDUL KADER ABDULLAH

☆ Daily *DAWN* Karachi, Friday Magazine, 8 April 1994, A PAKISTANI CALLIGRAPHER BRINGS HOME DOUBLE HONOURS by Asim Meir.

☆ Daily *THE NEWS* Karachi, 3 March 1994, PAKISTANI CALLIGRAPHER WINS INTERNATIONAL AWARD.

VIDEO CASSETTE

☆ The Life and Works of the late Calligrapher Hamid al Amidi(Aytaç) and Calligraphic Arts, Istanbul, Research Centre for Islamic History, Arts and Culture (IRCICA).

ضمنی مآخذ

اردو، عربی، فارسی کتب:

☆ ضیاء الدین برنی: عظمتِ رفتہ، کراچی، تعلیمی مرکز، ۱۹۶۱ء۔

☆ سالک، عبدالمجید: سرگزشتِ سالک، لاہور، قومی کتب خانہ، ۱۹۶۶ء۔

☆ طالب الہاشمی: تاریخِ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، لاہور، پین اسلامک پبلشرز، ۱۹۹۲ء۔

☆ محمد اقبال، علامہ: کلیاتِ اقبال اردو، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۹۰ء۔

☆ محمد اقبال، علامہ: کلیاتِ اقبال اردو، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۳ء۔

☆ طاہر الکردی: تاریخ الخطّ العربی و آدابہ، الطبعة الثّانیة، ریاض. ۱۹۸۲م۔

☆ فوزی سالم عفیفی: نشأة وتطوّر الکتابة الخطیّة العربیة. ودورها الثّقافی والاجتماعی، الطبعة الاولیٰ، کویت، وکالة المطبوعات، ۱۹۸۰م۔

☆ ھاشم محمّد الخطّاط: قواعد الخطّ العربی، بغداد، مکتبة النّھضة ۱۹۸۰م۔

☆ احمد نجفی زنجانی: آثارِ جاویدانِ خط، تہران، ۱۹۷۷ء۔

☆ فضائلی، حبیب اللہ: تعلیمِ خط، تہران، انتشاراتِ صدا و سیمای جمہوری اسلامی ایران، ۱۳۶۳ش ھ۔ (۱۹۸۴ء)۔

☆ مہدی بیانی: احوال و آثارِ خوشنویساں، تہران، انتشاراتِ علمی، ۱۳۵۸ش ھ۔ (۱۹۷۹ء)۔

☆ نجیب مایل ہروی: کتاب آرایی در تمدّن اسلامی، مشہد، موسسۂ چاپ و انتشاراتِ آستانِ قدس رضوی، ۱۳۷۲ش ھ۔ (۱۹۹۳ء)۔

☆ محمد مہدی ہراتی: تجلّیِ ہنر در کتابتِ بسم اللہ، مشہد، موسسۂ چاپ و انتشاراتِ آستانِ قدس رضوی، ۱۹۸۷ء۔

مضامین و مقالات:

☆ حافظ احمد یار: "تاریخِ خطِ نسخ"، سہ ماہی اقبال لاہور، جلد ۱۵ شمارہ ۲، اکتوبر ۱۹۶۶ء۔

☆ حکیم احمد شجاع: "لاہور کا چیلسی"، رسالہ نقوش لاہور، شمارہ ۱۰۴، جنوری ۱۹۶۶ء۔

☆ حمید اللہ، ڈاکٹر: "حضور اکرم ﷺ کی تعلیمی کوششیں"، ماہنامہ افکارِ معلّم لاہور، نومبر ۱۹۹۶ء۔

☆ خورشید محمد، چودھری: "شیخ مبارک علی"، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، جلد ۲۳ شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۸۳ء۔

☆ "خطاطی کے چند فنکار"، ماہنامہ آج کل دہلی، مارچ ۱۹۸۰ء۔

☆ شفیق الزماں خان: "عبدالمجید پرویں رقم"، ماہنامہ کتاب لاہور۔ مئی ۱۹۶۸ء۔

☆ عبدالرشید ارشد: "مخدوم سیّد اشرف علی شاہ"، ماہنامہ الرشید لاہور، جلد ۲۴ شمارہ ۲، اکتوبر ۱۹۹۵ء۔

☆ علاءالدین خالد: "فاطمۃ الکبریٰ، قرآن پاک کی پہلی خاتون کاتب"، ماہنامہ کتابی دنیا کراچی، اکتوبر نومبر دسمبر ۱۹۶۷ء۔

☆ علی محمد ملک: "منشی عبدالمجید پرویں رقم" رسالہ نقوش لاہور، لاہور نمبر، فروری ۱۹۶۲ء۔

☆ "فنِ خطاطی اور ہمدرد"، ماہنامہ خبر نامہ ہمدرد، جلد۱۶ شمارہ۱، جنوری ۱۹۷۸ء۔

☆ قاسم محمود: "عصر حاضر کے چند نامور خطاط"، ماہنامہ سیّارہ لاہور، جلد۳۱ شمارہ ۴، ۵۔ اکتوبر، نومبر ۱۹۷۶ء۔

☆ محمد سلیم، سیّد: "آغازِ اسلام کی علمی سرگرمیاں اور فکری تحریک" ماہنامہ افکارِ معلّم لاہور، مارچ ۱۹۹۶ء۔

☆ محمد شفیع انور: "موجد طرزِ جدید صوفی عبدالمجید پرویں رقم مرحوم" روزنامہ کوہستان لاہور، ۴، اپریل ۱۹۶۵ء۔

☆ یوسف بخاری: "برصغیر میں خطاطی"، ماہنامہ ماہِ نو کراچی جلد۱۱ شمارہ۶، ستمبر ۱۹۵۸ء۔

☆ IRCICA *NEWSLETTER* Istanbul: Special issue, No. 11, April 1986, EXHIBITIONS BY AN AMERICAN MUSLIM CALLIGRAPHER.

☆---- No. 18, August 1988, CALLIGRAPHER MUHAMMED ZAKARIYA RECEIVED HIS IJAZET AT THE COMMISSION SECRETERIAT.

☆---- No. 19, December 1988, INTERNATIONAL YAQUT EL-MUSTASIMI CALLIGRAPHY COMPETITION.

☆---- No. 20, April 1989, CALLIGRAPHIC EXHIBITION.

☆----No. 22, December 1989, YAKUT EL MUSTASIMI SECOND INTERNATIONAL CALLIGRAPHY COMPETITION- ANNOUNCEMENT OF RESULTS.

☆----No. 25, April 1991, SELÇUK UNIVERSITY IN KONYA CONFERRED HONORARY DOCTORATE IN CALLIGRAPHY TO MR. HÜSEYİN ÖKSÜZ.

☆----No. 27 December 1991, PREPARATIONS FOR THE THIRD INTERNATIONAL CALLIGRAPHY COMPETITION IN THE NAME OF GREAT CALLIGRAPHER IBN AL-BAWWAB.

☆----No, 29, August 1992, THIRD INTERNATIONAL CALLIGRAPHY COMPETITION ANNOUNCED.

☆----No. 35 December 1994, HASAN ÇELEBI'S EXHIBITION OF CALLIGRAPHY.

☆ Daily *DAWN* Karachi 6, December 1979, Gujranwala Trade and Industry- A Suppliment, CONTRIBUTION TO CALLIGRAPHY by Anjum Rehmani.

مزید مطالعے کے لیے

اردو، عربی، فارسی، کتب (بشمول مختصر کتابچے)

☆ ابن کلیم: تاریخ فنِ خطاطی حصہ اوّل ملتان، کلیم آرٹ پریس، ۱۹۷۷ء۔

☆ ابنِ کلیم: نقوشِ رعنا موسوم مرقّع خطاطی، ملتان، کلیم آرٹ پریس۔

☆ ابن کلیم: قلم اور اہلِ قلم، ملتان، کلیم آرٹ پریس، ۱۹۸۶ء۔

☆ اعجاز راہی: تاریخ خطاطی، اسلام آباد، ادارۂ ثقافتِ پاکستان، ۱۹۸۶ء۔

☆ انجم رحمانی: برصغیر پاک و ہند میں خطاطی، لاہور، لاہور عجائب گھر، ۱۹۷۸ء۔

☆ چغتائی، ڈاکٹر محمد عبداللہ: سرگزشت خطِ نستعلیق، لاہور، کتاب خانہ نورس، ۱۹۷۰ء۔

☆ چغتائی، ڈاکٹر محمد عبداللہ: پاک و ہند میں اسلامی خطاطی، لاہور، کتاب خانہ نورس، ۱۹۷۶ء۔

☆ چغتائی، ڈاکٹر محمد عبداللہ: پاک و ہند میں خطِ نستعلیق، لاہور، کتاب خانہ نورس، ۱۹۷۴ء۔

☆ چغتائی، ڈاکٹر محمد عبداللہ: ریحانِ نستعلیق، لاہور، ۱۹۴۱ء۔

☆ زرّیں رقم، تاج الدین: مرقع زرّیں، لاہور، ۱۹۸۳ء۔

☆ شوکت علی خان: اسلامی ہند میں فنِ خطاطی، ٹونک (راجستھان)، عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ۱۹۸۰ء۔

☆ صابری، ایم ایم: رہنمائے خوشنویسی، لاہور، صابری برادرز پبلشرز و بکسیلرز، س ن۔

☆ طارق مسعود: مرقّع خط، لاہور، لاہور عجائب گھر، ۱۹۸۱ء۔

☆ عبدالمجید دہلوی: سعیدی رہنمائے خطاطی، کراچی، محمد سعید اینڈ سنز تاجرانِ کتب، ۱۹۵۰ء۔

☆ فیض مجدد: مرقّع فیض، لاہور، ملک بک ڈپو، س ن۔

☆ محمد اکرام الحق خطاط: دبستانِ خط، لاہور، ایوان خطاطانِ پاکستان، س ن۔

☆ محمد اعظم منور رقم: نگارستان، لاہور، ادارۂ پروینِ کتابت، ۱۹۹۵ء۔

☆ نادر مجموعۂ خوش نویسی، کراچی، میر محمد کتب خانہ، س ن۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: نفائس القلم (الجزالاوّل)، لاہور، مکتبۂ نفیس، ۱۹۷۱ء۔

☆ نمائش خطاطی وکتب خطاطی بسلسلۂ یومِ وفات موسیٰ عزمی حامد الآمدی حامد ایتاچ، لاہور، ایوانِ خطاطانِ پاکستان، ۱۹، مئی ۱۹۸۳ء۔

☆ یوسف بخاری: خطاطی اور ہمارا رسم الخط، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۵۹ء۔

☆ ابراهیم جمعه: قصّة الكتابة العربيّة، الطبعة الثالثة، القاهرة (بدون السنه)

☆ اوقطای آسلان آبا: فنون الترك وعمائرهم، استانبول، مركز الابحاث للتاريخ والفنون والثقافة الاسلامية، ۱۹۸۷م.

☆ تحفۂ خطاطین (جدید)، کراچی، میر محمد کتب خانہ (بدون السنہ)

☆ حسن قاسم حبش: فنّ الخطّ العربی و الزّخرفة الاسلامیّة، بیروت، دارالقلم، ۱۹۹۰م.

☆ حسن قاسم حبش: نفائس الخطّ العربی، بیروت، دارالقلم، ۱۹۹۲م.

☆ عبدالعزیز الرّفاعی: کرّاسة الخط فی خط الثلث والنسخ، قاهرة (بدون السنة)

☆ فوزی سالم عفیفی: موسوعة الکتابة الخطّیة، طنطا، مکتب ممدوح للطّباعة، ۱۹۸۸م.

☆ محمّد شوقی: مجموعة شوقی فی خط الثلث والنسخ.

☆ محی الدّین نجیب باد نجکی: معالم الخطّ العربی، حلب، دارالقلم العربی، ۱۹۹۳م.

☆ موسوعة الخط العربی، دمشق، دارالرشید، (بدون السنة)

☆ جواد بختیاری: شورِ مستی، تہران، ۱۳۷۱ش ھ۔ (مطابق ۱۹۹۲ء)

☆ نمایشگاہِ خط، خانۂ فرہنگ ایران لاہور، ۱۲ تا ۲۲ اردیبہشت ماہ ۱۳۵۷ش ھ۔ (مطابق ۱۹۷۸ء)

☆ فضائلی، حبیب اللہ: بوستانِ ہنرِ خط، تہران، انتشارات صداوسیمای جمہوری اسلامی ایران، ۱۳۶۵ش ھ۔ (مطابق ۱۹۸۶ء)

متفرق رسائل:

☆ مجلة المورد بغداد عدد خاص فی فن الخط العربی، المجلّد الخامس العشر، العدد الرّابع، ۱۹۸۶م۔

☆ رسالہ "کلکِ مشکیں" تہران، ۲۲ فروردین ماہ ۱۳۷۴ش ھ۔ (مطابق ۱۹۹۵ء)

مضامین و مقالات:

☆ اختر جوناگڑھی، قاضی احمد میاں: "خطاطی"، دیکھیے کتاب ثقافتِ پاکستان، کراچی، ادارۂ مطبوعاتِ پاکستان، ۱۹۶۷ء۔

☆ اسلم جیراجپوری: "عربی خط" دیکھیے کتاب نوادرات، کراچی، ادارۂ طلوع اسلام، ۱۹۵۱ء۔

☆ انجم رحمانی: "برصغیر میں مسلم خطاطی"، سہ ماہی المعارف لاہور، مارچ اپریل ۱۹۸۶ء۔

☆ ثناالحق: "فنِ خطاطی کے ارتقاء کا ایک دور" روزنامہ جنگ کراچی، ۲۰، اگست ۱۹۷۷ء۔

☆ حافظ احمدیار: "خط و خطاطانِ لاہور"، رسالہ ارمغان لاہور، ۱۹۶۷ء۔

☆ حافظ احمدیار: "کتابتِ مصاحف میں صنائع و بدائع کا تنوع"، سہ ماہی اقبال لاہور، جلد ۱۸ شمارہ ۲، اکتوبر ۱۹۶۹ء۔

☆ حافظ محمد یوسف سدیدی: "عہدِ اسلامی میں خطاطی"، روزنامہ امروز لاہور، ۱۰، اگست ۱۹۵۰ء۔

☆ حماد حسن: "عالم اسلام کا مایہ ناز خطاط"، ہفت روزہ ندائے ملّت لاہور، ۱۷، جنوری ۱۹۹۷ء۔

☆ خالد لطیف: "خطاط العصر محمد صدیق الماس رقم"، ماہنامہ کتاب لاہور، جون ۱۹۷۲ء۔

☆ سراج نظامی: "کاتب کُن فیکون"، ماہنامہ سیّارہ ڈائجسٹ لاہور، جلد ۸ شمارہ ۲، اگست ۱۹۶۶ء۔

☆ سیّد عبداللہ، ڈاکٹر: "خط کی کہانی مخطوطات کی زبانی"، دیکھیے کتاب نذرِ رحمٰن، مجلسِ نذرِ رحمٰن لاہور، ۱۹۶۶ء۔

☆ شفیق بریلوی: "فنِ خطاطی مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کا عظیم سرمایہ"، روزنامہ جنگ کراچی، ۱۰، ستمبر ۱۹۷۷ء۔

☆ عباد اللہ فاروقی، حافظ: "خطاطی" سہ ماہی اقبال لاہور، جلد ۹ شمارہ ۲، اکتوبر ۱۹۶۰ء۔

☆ عباد اللہ فاروقی، حافظ: "ہندوستان میں خطاطی" سہ ماہی اقبال لاہور، جلد ۹ شمارہ ۳، اکتوبر ۱۹۶۱ء۔

☆ عبداللہ چغتائی، ڈاکٹر: "احوالِ خوشنویسانِ لاہور"، روزنامہ امروز لاہور، ۲۳، مارچ ۱۹۵۹ء۔

☆ کریم بخش خالد: "سندھ میں فنِ خطاطی کا ارتقاء" روزنامہ جنگ کراچی، مڈویک میگزین ۵، اکتوبر ۱۹۸۸ء۔

☆ محمد عالم مختار حق: "خطاط مشرق صوفی عبدالمجید پرویں رقم"، روزنامہ مشرق لاہور، ۴، اپریل ۱۹۶۵ء۔

☆ محمد عالم مختار حق: "بزرگ خطاط الحاج محمد اعظم منور رقم"، روزنامہ خبریں لاہور، ۲۰، فروری ۱۹۹۷ء۔

☆ مشفق خواجہ: "خطاطی کے چند نادر نمونے"، سہ ماہی اردو کراچی، جلد ۴۲ شمارہ ۳، جولائی ۱۹۶۶ء۔

☆ نسیم الحق عثمانی: "یوسف دہلوی کی وفات سے فنِ خطاطی کا درخشاں باب بند ہو گیا"، روزنامہ امروز لاہور، ۱۴، مارچ ۱۹۷۷ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: "خطاطی ایک بے مثال، فن"، روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۷، اگست ۱۹۷۹ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: "ایک خوشنویس خاندان"، ماہنامہ سیّارہ ڈائجسٹ لاہور، جنوری ۱۹۷۰ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: "لاہور کے اخباری خطاط"، روزنامہ امروز لاہور، ۱۲، دسمبر ۱۹۸۶ء۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: فنِ خطاطی کو فروغ کیسے ہو۔ چند ٹھوس تجاویز۔

☆ نفیس رقم، سیّد انور حسین: خطاطِ مشرق صوفی عبدالمجید پرویں رقم۔ خطِ نستعلیق کا امام مجتہد۔

☆ وحید قریشی، ڈاکٹر: "خطِ بہار" مجلۂ تحقیق لاہور، جلد ا شمارۂ خاص ا، ۲، س، ن۔

☆ یوسف سدیدی: "علم الخط"، سہ ماہی فنون لاہور، جلد ۲ شمارہ ا، اپریل ۱۹۶۲ء۔

انگریزی کتب:

- ☆ Abdul Kadir Karahan, Prof. Dr : *KIRK HADIS* (Forty Sayings of the Holy Prophet (PBUH) in different Styles of Calligraphy of Hamid al Amidi), Istanbul, SABAH, 1991.
- ☆ Al Faruqi, Lois Lamya: ISLAM AND ART, Islamabad, National Hijra Council, 1985.
- ☆ Anthony Weich : *CALLIGRAPHY IN THE ARTS OF THE MUSLIM WORLD*, University of Texas Press, 1979.
- ☆ Begly, Wayne Edison : *MONUMENTAL ISLAMIC CALLIGRAPHY FROM INDIA*, Islamic Foundation USA, 1985.
- ☆ Dar, Saifur Rahman : *THE ROOTS OF MUSLIM CALLIGRAPHY* in Arabia Iran and Pakistan, Deptt. of Archaeology, University of Peshawar, 1981.
- ☆ Khatibi, Abdelkadir : *THE SPLENDOUR OF ISLAMIC CALLIGRAPHY*, London, Thames and Hudson, 1979.
- ☆ Lings, Martin : *THE QURANIC ART OF CALLIGRAPHY AND ILLUMINATION*, London, World of Islam Festival Trust, 1976.
- ☆ M. A. Ghafur : *CALLIGRAPHERS OF THATTA*, Karachi, Institute of Central and West Asian Studies, University of Karachi, 1978.
- ☆ Rehman, Syed Mustafizur : *ISLAMIC CALLIGRAPHY IN MEDIEVAL INDIA*, Dhaka, University Press, 1979.
- ☆ Safadi, Yasin Hamid : *ISLAMIC CALLIGRAPHY*, London, Thames and Hudson, 1978.
- ☆ Schimmel, Annemarie : *ISLAMIC CALLIGRAPHY*, E. J. Bill, Netherlands, 1970.
- ☆ ----- *CALLIGRAPHY AND ISLAMIC CULTURE*, New York University Press, 1984.
- ☆ Titus Burckhardt: *ART OF ISLAM* Language and Meaning, London, World of Islam Festival Company, 1976.
- ☆ Zakariya, Muhammad : *THE CALLIGRAPHY OF ISLAM*, Reflelections of the State of the Art, Centre for Contemporary Arab Studies, Georgetown University, 1979.
- ☆ Ziauddin, *M: A MONOGRAPH ON MUSLIM CALLIGRAPHY,* Calcutta,1936.
- ☆ The Proceedings Of the Hijra Celebration Symposium on Islamic Art, Calligraphy, Architecture and Archaeology, Department of Archaeology, University of Peshawar, 1988.

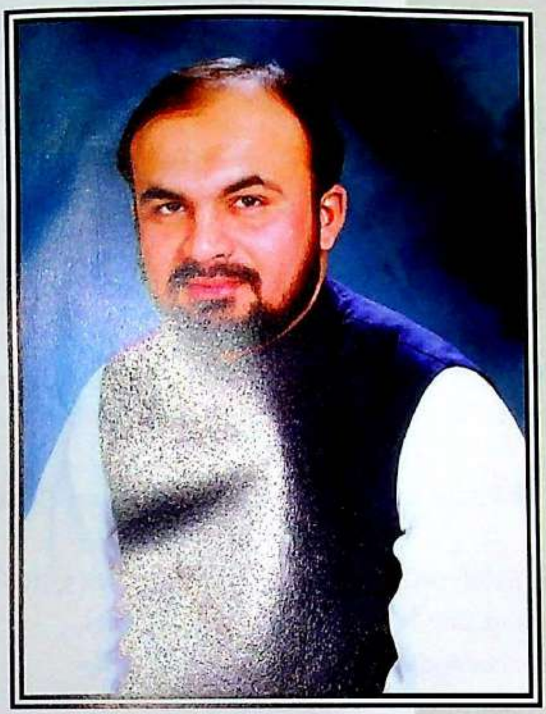

محمد راشد شیخ

محمد راشد شیخ ۱۳، اکتوبر ۱۹۶۴ء کو ٹنڈوالہ یار (ضلع حیدر آباد) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حیدر آباد (سندھ) میں حاصل کی۔ ۱۹۸۹ء میں این ای ڈی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، کراچی سے سول انجینئرنگ میں گریجویشن کیا۔ ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۱ء تک کراچی انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے جدید ترین "جناح ٹرمینل" کی تعمیر کے دوران خدمات انجام دیں۔ ۱۹۹۱ء سے اب تک پانی و بجلی کے ترقیاتی ادارے، واپڈا میں بحیثیت جونیئر انجینئر (Junior Engineer) خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آج کل لاہور میں پوسٹ گریجویٹ کورس کی تکمیل کے لیے مقیم ہیں۔

محمد راشد شیخ کو فنِ خطّاطی سے خاص دلچسپی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف دینی، علمی وادبی تحریروں کے مطالعے خصوصاً سیرت وسوانح کے مطالعے سے رغبت رکھتے ہیں۔ بعض ندوی فضلاء سے نیز مختلف اداروں میں عربی زبان کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ مستقبل میں فنِ خطّاطی پر معیاری اور دیدہ زیب کتب کی اشاعت کے علاوہ بعض مشاہیر علم وادب کے سوانح اور علمی کارناموں پر تحقیقی کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔